



ڈاکٹر ذاکر حسین انسپری

DR. ZAKIR HUSAIN LIBRARY

JAMIA MILLIA ISLAMIA

JAMIA NAGAR

NEW DELHI

Please examine the books before
taking it out. You will be responsible
for damages to the book dis-
covered while returning it

15537

DUE DATE

CI. **U/Rare**
954.02 CC. No. 15539
AFE

Late Fine Rs. 1-00 per day for first 15 days
Rs 2-00 per day after 15 days of the due date

15539	15539
------------------	------------------

Dr. ZAKIR HUSAIN LIBRARY



15539



RARE BOOK



سلسلہ کتب اسلامیہ

نایخ فیروز شاہی

تصنیف

غنیف (شمس سراج)

ترجمہ

مولوی محمد فدا علی صاحب طالب

رکن شعبہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ سرکار عالی

۱۳۵۴ھ م ۱۳۳۴ھ ف ۱۹۳۸ء

طبع و اشاعت جامعہ اسلامیہ کتب خانہ مولوی محمد امجد علی دہلی

فہرست مضامین

ناریخ فیروز شاہی (عفیف)

۱۶	۲۵	۳۰ تا ۴۰	۳۶
روز شاہ کے مناقب کا ذکر	روز شاہ کے ابتدائی حالات	قسم اول	تیسرا مقدمہ
طمان فیوز کی ولادت سے	لے تاک اٹھارہ مقدمات	۳۰	جلوس فیروز شاہی کی تفصیل -
پہلا مقدمہ	۳۰	۴۰	چوتھا مقدمہ
طمان فیوز شاہ کی ولادت کے	۳۰	۴۱	سلطان فیروز شاہ کا مغل قوم
ی میں ہے جو غلطی میں واقع ہوئی	۳۲	۴۲	سے جنگ کرنا
دوسرا مقدمہ	۳۲	۴۳	پانچواں مقدمہ
ن فیروز شاہ کا سلطان تغلق سلطان محمد	۳۲	۴۴	خواجہ ایاز کا غلطی سے ایک طفل کو
حم تاجداری کی تعلیم حاصل کرنا۔	۳۲	۴۵	سلطان محمد کا پسر کہہ کر یاد شاہ بنانا۔
			بچھٹا مقدمہ
			خواجہ جہاں کو سلطان فیروز شاہ کے

۶۸	تیرھواں مقدمہ فیروز شاہ کا دہلی پہنچنا۔	۴۶	ساتواں مقدمہ سلطان فیروز شاہ کا ٹھٹھ سے دہلی روانہ ہونا۔
۶۹	چودھواں مقدمہ فیروز شاہ کا اہل دہلی کو انعام و اکرام سے سرفراز کرنا۔	۵۰	آٹھواں مقدمہ قوام الملک یعنی خان جہاں کا فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہونا۔
۷۲	بندرھواں مقدمہ فیروز شاہ کا قاعدہ ہائے جدید بنانا کرنا۔	۵۳	نواں مقدمہ خواجہ جہاں کا فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہونا۔
۷۵	سودھواں مقدمہ حضرت فیروز شاہ کا بحکم خدا رعیت پر نوازش کرنا۔	۵۷	دسواں مقدمہ فیروز شاہی اہل دربار کی حواجہ جہاں کے متعلق رائے و مشورہ۔
۷۷	سترھواں مقدمہ خسرو ملک خداوند زادہ خدمت سلطان تغلق کا غداری کرنا۔	۶۲	گیارھواں مقدمہ فیروز شاہ کا شہر ہامنی میں ورود۔
۸۰	اٹھارھواں مقدمہ فیروز شاہ کا جمعہ وعیدین کی نماز کے خطبے میں قدیم سلاطین کا نام داخل کرنا و سکے ہائے سلاطین کا ذکر۔	۶۵	بارھواں مقدمہ شیخ نصیر الدین و شیخ قطب الدین کا ہامنی میں باہم گرفتار قات کرنا۔
۸۱	ذکر اول۔ بادشاہ کا سلاطین قدیم کے سوا کو جمعہ وعیدین میں اختیار کرنا۔		

۸۲	ذکر دوم۔ در بیان سکہ ہا۔ قسم تاجدار	۱۰۰	ساتواں مقدمہ
۸۳ تا ۱۳۷	قسم دوم لکھنؤی کا بیان اور بادشاہ کا دور تہ باج نگر و نگر کوٹ کا سفر۔	۱۰۱	فیروز شاہ کا مورخ کے پیر و مرشد ہامنی میں ملاقات کرنا۔
۸۳	اول مقدمہ	۱۰۲	آٹھواں مقدمہ
۸۴	سلطان فیروز شاہ کا لکھنؤی روانہ ہونا	۱۰۶	فیروز شاہ کا دریائے جون کے ساحل پر فیروز آباد آباد کرنا۔
۸۴	دوسرا مقدمہ	۱۰۶	نواں مقدمہ
۸۷	فیروز شاہ کا لکھنؤی پہنچ کر شہر کا محاصرہ کرنا	۱۱۰	ظفر خاں کا سنار گاؤں سے فرار کے لیے بادشاہ کی قدمبوسی کو حاضر ہونا
۹۱	تیسرا مقدمہ	۱۱۲	دسواں مقدمہ
۹۲	فیروز شاہ اور سلطان شمس الدین کی جنگ فیروز شاہ کا بچاس ہاتھی تھل کرنا اور ایک لاکھ اسی ہزار بنگالیوں کا قتل۔	۱۱۲	فیروز شاہ کا بار دوم لکھنؤی کی جانب روانہ ہونا۔
۹۱	چوتھا مقدمہ	۱۱۲	گیارھواں مقدمہ
۹۲	فیروز شاہ کا دہلی واپس ہونا	۱۱۲	سلطان سکندر کا فیروز شاہ کے خوف سے قلعہ بند ہونا اور اور قلعے کے ایک برج کا گرنا۔
۹۶	پانچواں مقدمہ	۱۱۲	بارھواں مقدمہ
۹۶	شہر حصار فیروزہ کی بنا چھٹا مقدمہ	۱۱۲	سلطان سکندر کا فیروز شاہ سے صلح کرنا اور چالیس عدد ہاتھی عطا کرنا۔
	استقامت املاک کے بیان میں		



۱۳۷	پہلا مقدمہ بادشاہ کا ہم ٹھٹھ کی بابت خانہاں سے اتفاق کرنا۔	۱۱۸	تیسرہواں مقدمہ فیروز شاہ کا جون پور سے جاج نگر ردانہ ہونا۔
۱۴۰	دوسرا مقدمہ فیروز شاہ کا ٹھٹھ کی جانب روانہ ہونا	۱۲۱	چودھواں مقدمہ فیروز شاہ کا ہاتھیوں کو گرفتار کرنا اور راجہ کی اطاعت
۱۴۳	تیسرا مقدمہ فیروز شاہ کا ٹھٹھ کے نواح میں درود	۱۲۵	پندرہواں مقدمہ فیروز شاہ کا جاج نگر سے واپس ہونا اور راہ قلب میں آنا۔
۱۴۴	چوتھا مقدمہ فیروز شاہ کے لشکر کا اہل سندھ سے جنگ کرنا۔	۱۲۶	سولہواں مقدمہ فیروز شاہ کا دہلی پہنچنا اور شہر میں قبول کا تیار ہونا۔
۱۴۶	پانچواں مقدمہ فیروز شاہ کا ٹھٹھ سے واپس ہو کر گجرات آنا۔	۱۲۸	سترہواں مقدمہ عہد فیروز شاہی میں رعایا کی خوشی و خرمی کا تذکرہ۔
۱۴۹	چھٹا مقدمہ بادشاہی لشکر کا کوئٹہ رن میں مبتلائے مصیبت ہونا۔	۱۳۲	اٹھارہواں مقدمہ قلعہ نگر کوٹ کی فتح۔
۱۵۳	ساتواں مقدمہ خلقت کا کوئٹہ رن میں زاری کرنا	۱۳۷ تا ۱۸	قسم سوم ٹھٹھ کے حالات میں۔

۱۵۷	آٹھواں مقدمہ فیروز شاہ کا گجرات پہنچنا	۱۵۶	چودھواں مقدمہ فیروز شاہ اور اہل سندھ کے درمیان صلح ہونا۔
۱۵۹	نواں مقدمہ انجھیاں کا ساز و سامان سلطان بروز کی خدمت میں گجرات روانہ کرنا	۱۵۸	پندرہواں مقدمہ بانجھ کا بادشاہ کی بارگاہ میں حاضری ہونا۔
۱۶۱	دسواں مقدمہ فیروز شاہ کا بار دوم ٹھٹھہ روانہ ہونا	۱۵۵	سولہواں مقدمہ فیروز شاہ کا دہلی واپس ہونا
۱۶۲	گیارہواں مقدمہ فیروز شاہ کا ٹھٹھہ پہنچنا اور لشکر کو فراغت حاصل ہونا	۱۵۸	سترہواں مقدمہ خانجہاں کا شہر دیپال پور تک بادشاہ کا استقبال کرنا
۱۶۷	بارہواں مقدمہ ملک عماد الملک و ظفر خاں کا دریائے سندھ کو عبور کر کے اہل سندھ سے جنگ کرنا	۱۸۱	اٹھارہواں مقدمہ فیروز شاہ کا ٹھٹھہ سے واپس آکر طاس گھڑیاں وضع کرنا۔
۱۶۸	تیرہواں مقدمہ عماد الملک کا طلب چشم و لشکر کے لیے دہلی وارد ہونا۔	۲۵۱ تا ۱۸۵	چوتھی قسم فیروز شاہ کا جنگ و جدل کی ہمت سے کنارہ کش ہونا اور ملک کے انتظام کی طرف متوجہ ہونا۔

۲۱۲	آٹھواں مقدمہ	۱۸۵	پہلا مقدمہ
	پسر عمار الملک کا اپنے احباب پیر کی کیفیت بادشاہ سے عرض کرنی اور اس کا جواب باصواب پانا۔		بادشاہ کا بہت جنگ سے کنارہ کش ہونا۔
۲۱۳	نواں مقدمہ	۱۸۹	دہمرا مقدمہ
	فیروز شاہ کا سنگین مناروں کا تعمیر کرنا		فیروز شاہ کا ناناہوں کو جمع کرنا۔
۲۲۰	دسواں مقدمہ	۱۹۳	تیسرا مقدمہ
	فیروز شاہ کے شکار کے حالات		خلیفہ کا خدمت ہندوستان آنا
۲۲۹	گیارہواں مقدمہ	۱۹۶	چوتھا مقدمہ
	ان مختلف عمارت کے بیان میں جو فیروز شاہ نے تعمیر کیں		سلطان فیروز شاہ کا محل بارچہ میں جلو میں کرنا۔
۲۳۲	بارھواں مقدمہ	۲۰۳	پانچواں مقدمہ
	بادشاہ کا بیکار امر کے حالات پر توجہ کرنا		اس عہد کے لوگ دامر کی سرت و فارغ البانی۔
۲۳۴	تیرھواں مقدمہ	۲۰۶	چھٹا مقدمہ
	فیروز شاہی کا خانہ جات کی شرح و تفصیل۔		عہد فیروز شاہی کی فراغت و ارزائی کا بیان۔
		۲۰۹	ساتواں مقدمہ
			فیروز شاہی چشمہ شکر کا تفصیلی بیان

۲۵۷	تیسرا مقدمہ ایک زنار دار کا شاہی دربار کے سننے جلایا جانا۔	۲۳۸	چودھواں مقدمہ مکہ ہر شہر گمانی کی تشریح اور اس کا مفصل بیان
۲۵۹	چوتھا مقدمہ غیر مسلم افراد سے جزیہ وصول کرنا	۲۴۲	پندرھواں مقدمہ بادشاہ کا خیرات خانہ و شفا خانہ بنانا
۲۶۰	پانچواں مقدمہ دو دراز قدا ایک کوتاہ قدا اور دو باریش عورت کا حال	۲۴۷	جشن عید کے حالات
۲۶۳	چھٹا مقدمہ خان اعظم تانازاں کی عظمت کا بیان۔	۲۴۹	شعب برات کے تماشے کا بیان
۲۶۶	ساتواں مقدمہ خان جہان کی عظمت کے بیان میں	۲۵۰	ترہواں مقدمہ بادشاہ کا مطربوں کو بعد نماز جمعہ پینے حضور میں طلب کرنا
۲۸۵	آٹھواں مقدمہ ملک نائب بارک کی عظمت و بزرگی کا ذکر	۲۵۱	اٹھارواں مقدمہ دہلی جدید کا نمونہ
۲۸۶	ملک نائب کی خیر خواہی و نیک خلقی کا ذکر	۲۵۲ تا ۲۵۳	پانچویں قسم درویش کی مخلوقی شاہزادہ فتح خاں کی ستاد و بعض بلوک کی عظمت کا بیان
۲۸۷	ملک نائب کا اپنے عمال سے محاسبہ کرنا	۲۵۲	پہلا مقدمہ شاہ کی مخلوقی کے بیان میں
۲۸۸	ملک بارک کے خیر اور اس کی سلام پرستی کا ذکر۔	۲۵۴	دوسرا مقدمہ شاہ کا غیر مشروعات کو دور کرنا

۳۲۱	بارھواں مقدمہ	۲۸۹	نواں مقدمہ
	ملک شمس الدین دامنغانی کے خط کا بیان اور بادشاہ کی کرامت		ملک ملوک الشرق عماد الملک بشیر سلطانی کی غفلت کا ذکر
۳۲۲	شمس الدین دامنغانی کی فطرت کا ذکر	۲۹۳	عماد الملک دغا بچماں کے تعلقات
۳۲۷	تیرھواں مقدمہ	۲۹۴	غلامیوں کے آزاد کرنے کا ذکر
	فیروز شاہ کا مجرموں کے ایک گروہ کو قتل کرنا۔	۲۹۵	دسواں مقدمہ
			ملک سید الحجاب کی مصاحبت کا ذکر
۳۳۱	چودھواں مقدمہ	۲۹۸	گیارھواں مقدمہ
	سلطان فیروز شاہ کا آخر عمر میں قیدیوں کے احوال مساجد کی آراستگی اور مظلوم افراد کی دادخواہی میں مصروف ہونا۔		ملک شمس الدین ابورجا کے حالات جو عہد فیروز شاہی میں ستونی ملاک تھا
		۳۰۲	شمس الدین ابورجا کا مسد پر بیٹھنا
		۳۰۴	شمس الدین کا بادشاہ سے عملدریوان وزارت کی شکایت کرنا
۳۳۳	پندرھواں مقدمہ		شمس الدین کا خواجہ حسام الدین
	حضرت سید جمال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بادشاہ سے آخری ملاقات کرنا۔	۳۰۶	جنیدی کے زور و زجاجہ کو سخت سست کہنا
۳۳۳			شمس الدین ابورجا کا دیوان وزارت کے محتاج بننا
		۳۱۰	شمس الدین ابورجا کا دیوان وزارت کے محتاج بننا



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مَوْلَانِصْرَالْاِحْدَا

تایخ فیہ رشاہی

عفیف

اللہ نے فرمایا ہے کہ نہیں جانئے اُس کی تاویل مگر اللہ اور وہ اشخاص عجم میں
راسخ ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بادشاہوں کے قلوب پر الہام ربّانی کا
نزول ہوتا ہے۔

یہ رورگ کا عالم نے اپنی قدرت کاملہ سے جس میں کسی چوں و چرا کی گنجائش نہیں ہے
اور جو تمام ملک و ممالک کا پیدا کرنے والا ہے، حکمت کی بنا پر دو مملکت ہمید
استحکام و طلیق فرماں روائی کے ساتھ خلق فرمائیں۔ ایک دُنیاوی مملکت ہے جو ہزاراں ہزار
کرشمہ و ناز و زینت و زیبائی کے ساتھ ہمارے روبرو جلوہ نما ہے۔

اس مملکت کا جاہ دل رُبا اور اُس کی آواز ہوش افزا، اس کا دیدار بصیرت افزا
اور اس کی خوشبو روح و دماغ پرور ہے۔

ہاتھ اس کے حاصل کرنے میں کوشاں اور پاؤں اس کے طلب کرنے میں دواں ہے۔

اس کے خد و خال پر ایک عالم شیدائے اور ہر شخص اس کی تعریف و توصیف میں باوجود ناکام ہونے کے ہر دم گویا ہے۔ غرض کہ یہ مملکت دُنیاوی آخرت کے لئے بہترین کمیتی ہے جیسا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ الدنیا مزرعة الآخرة (دُنیا آخرت کی کمیتی ہے)۔

دوسرے، مملکت آخرت ہے جس میں بید و بیدار بزرگی و نعمت موجود ہے۔ یہ مملکت نیک افعال افراد کا مخصوص مکان اور نیکو کار اصحاب کا قصہ عظیم الشان ہے۔ حضرات ابراہیمؑ پرشید اور اصحابِ خوب رفتار اس کے عاشق و فریفتہ ہیں۔ یہی عالم ستم کاروں کی سبقتاری کی اصل تہا ہے، جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے۔ صانعِ اکمال نے جو عظیم و قدیر ہے اپنی قدیم قدرتِ کاملہ و حکمتِ بالغہ کے ساتھ لطف و کرم و شفقت سے بھی کام فرمایا اور روزِ ازل ہیجا استقامت کے ساتھ ہمیشہ اسبابِ نعمت و متاعِ دولت ان ہر دو ممالک میں پیدا فرمائے۔ چنانچہ مملکتِ دُنیاوی کی خوبیوں سے ان الفاظ میں آگاہ فرمایا:۔ زین للناس حب السموات من النساء والبنین والقناطیر المقطورة من الذهب والفضة والحیل المسومة والانعام والحراث ذالک متاع الحیوٰۃ الدنیا۔

اور مملکتِ آخرت کی بابت ارشاد فرمایا کہ اس عالم میں انہار و اشجار کی بنیادیں نہیں موجود ہیں اور اسِ ندائین رموز لطیف و مقدس انداز بیان میں اس طرح ادا فرمایا کہ جناتِ عدن تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ابدان۔

پروردگار عالم نے ان ہر دو مملکت کی حکمت کا تاج حضرت شاہِ انبیا کے فرقِ مبارک پر رکھا اور ہر دو عالم کی فرماں روائی کی قبائشہنشاہِ اصفیا کے بدنِ مبارک پر درت فرمائی۔ حضرت مصلحِ مصلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس و برگزیدہ بارگاہِ اصحابِ تحسین و دارِ بابِ تفرید کی طرح مقامِ طلب میں استاد ہے لیکن ماسویٰ سے بے تعلق ہو کر مالکِ لامکان کی طلب میں حیران و سرگردان ہے۔ حضرت شہنشاہِ اصفیا نے سوا خالقِ ذوالجلال کے ہر دو مملکت کی کسی شے کی تمنا و آرزو نہیں کی جیسا کہ خدا کے کریم فرماتا ہے کہ ما زادنا البصر وما طغی۔

شعر مذکور خدا جلّی کے رموز کا بہترین ترجمان ہے۔

انا الموجود قاطب لنبی تجدنی وان لم تطلب سوائی لو تجدنی
میں موجود ہوں مجھ کو طلب کرو گے تو پاؤ گے اور لگزمیرے سو کسی نے کو طلب کرو گے
تو مجھ کو نہ پاؤ گے۔

دنیائیم را وقیصر دغا تاں را تسبیح فرشتہ را سفارضاں را
دو نیا ہم را وقیصر دغا تاں را تسبیح فرشتہ را سفارضاں را
دو نیا ہم را وقیصر دغا تاں را تسبیح فرشتہ را سفارضاں را
حضرت پینیر صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی ساغر لطیف کا ایک جرہ دو باعزت گروہ کو
عطا فرمایا اور علما و مشائخ یقین و سلاطین طالبان دین کو اس کے مزے سے آشنا کیا۔
حضرت نے ان ہر دو گروہ کی بابت چند ایسے کلمات ارشاد فرمائے جس سے اس حقیقت کا
انکشاف ہوا چنانچہ علمائے دین و مشائخ کے بابت صاف و صریح و نیز کنایہ و اشارہ میں ارشاد فرمایا کہ
التسبیح فی قوسہ کا النبی فی استہ شیخ اپنی قوم میں وہی مرتبہ رکھتا ہے جو نبی کو کسی امت میں حاصل ہے۔
اسی طرح بے شمار ارشادات کے اشاروں سے احوال سلاطین سے آگاہ فرمایا
اور بصارت افزہ انوار کے ذریعے سے دینی پیشواؤں کی پیروی کرنے کی غرض سے
اہل عالم کی آنکھ کو بینا و روشن فرمایا۔

حضرت کا ارشاد ہے کہ لولا السلطان لاکل الناس بعضهم بعضاً۔
اگر بادشاہ نہ ہوتا تو بعض انسان بعض کو کھا جاتے۔

اگرچہ ان مقامات کی حد و نہایت نہیں ہے اور ان کو کسی تعداد میں حصر کرنا
وہم و فکر کے دائرے سے خارج ہے اور ہر مقام کے فوائد و اس کی حقیقت کا سرچشمہ
بحر جیون کی طرح رواں اور اس کی تہ کی گہرائی دریائے جیون کی عمق کی طرح بے پایاں ہے
اس لئے بندہ ضعیف یعنی شمس سراج عقیف جو تاجداران عالم کی تاریخ کا مورخ ہے
اپنی فہم کے ذریعہ گنجینہ اور اپنے وہم کے سفینے سے چند گوہر آبدار پیش کرتا ہے۔ اور ان
آبدار گوہروں کی جو مقامات سلاطین و مشائخ ہے، مثل و تمثیل کے طور پر شرح کرتا ہے۔
بندہ ضعیف ہر اس جوہر عقل کی مقامات اہل سلوک و درجات زمرہ ملوک کی
روشن چراغ میں عقلی دلائل و نقلی کنایات سے شرح کرتا ہے اور کلام معید و فرقان معید
سے تبرک حاصل کر کے قول الہی کے کہ مطابق و اتمنا ہا بعشران مقامات کو بھی وہی
قرار دیتا ہے۔

سلاطین راجہ و راجشاہ کینم پیشکش حضرت سلطان کینم
اول مقام مقام شفقت ہے۔

یہ گوہر آبدار دریائے وہبی کے قعر سے نکل کر عالم آب و گل میں ملت اور
ارواح عالم میں تاثیر کرتا ہے، یعنی اس کا اصل مسکن قلب انسانی ہے جہاں سے اُس کی
شاع آب و گل کے باشندوں پر پڑتی اور اُس کو متور کرتی ہے۔ اس روشن و تاباں جوہر کا
اصل حقیقت حضرت پروردگار کے انوار سے متور و تاباں ہے اور اسی مقام کی خیر
خود اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اس طرح دی ہے کہ لا تقنطومن رحمۃ اللہ
(اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو) چنانچہ تمام علماء و مشائخ رضوان اللہ علیہم اجمعین تمام خلائق پر
پدر و مادر سے زیادہ شفیع و مہربان ہیں۔ یہ حضرات طالبان مقصود کو مطلوب تک پہنچاتے
اور محبوب کے تلاش کرنے والوں کو بزرگی و برتری کی راہ دکھاتے ہیں۔
تمام خلقت پر عظیم الشان احسان کرتے اور اپنی تربیت و تعلیم سے اُن کو کامل بناتے
اور شفقت و لطف کے ساتھ تعلیم دیتے ہیں۔

تمام خلقت خدا علما و مشائخ کی محتاج ہے۔

اسی طرح سلاطین عالم جلیقین کی تاثیر سے مستفید ہیں تمام مخلوق پر شفقت قلبی
سے مہربانی فرماتے اور باوجود اس کے کہ خود عظیم الشان مرتبے پر فائز ہیں مگر مخلوق کی
تربیت فرماتے۔

یہ گروہ عالی مرتبہ ہونے پر عامہ خلائق کو اپنے بارانِ کرم سے فیضیاب کرتا ہے
اور ہوشیاری و ہمت کے عالم میں ابر باران کی طرح خلقت پر احسان و کرم کے موتی
برساتا ہے

سلاطین عالم کا گروہ اپنے سے دور افراد کو خفیہ انعام و اکرام سے شاد کرتا ہے اور
اپنے نزدیک اشخاص کو اپنے عظم و جاہ سے حیران بنا کر غیرت کی آگ سے اُن کے
قلوب کو بگھلاتا ہے۔

بادشاہان عالم بیگانہ افراد کو دائرہ یگانگی میں داخل کرتا اور یگانوں کی
کثرت لطف و کرم و لذت مہر و محبت سے دوستی و محبت میں روز افزوں اضافہ
کرتے ہیں۔

بہتر فرقے کے انسان ایک ہی بادشاہ کے سائے میں آرام پاتے ہیں۔
اگر خدا خواستہ کسی وقت سلاطین کی زبان سے بے مہری کا لفظ نکلتا ہے یا یہ کہ
جبر و زیادتی کا خطرہ بھی ان کے دل میں گورتا ہے تو ایک عالم کو جان و مال کا نقصان
پہنچتا ہے اور ہر شخص آب و نان کے غم سے بچیں و بیکار ہوتا ہے۔
کیغسرو نے اپنے وزرا سے ان امور کا سوال ان الفاظ میں کیا:-

بادشاہوں کے قلب میں بے مہری کے خطرے کا گورتا اور فرماں روا طبقے کی
یہ لطفی خلافت کے حق میں کیا اثر رکھتی ہے؟

وزرا نے جواب دیا کہ اس کی سمیٹ یہ مثال ہے کہ جس طرح بلا کسی کوشش و سعی کے
اور بغیر موجودوں کی تلاش و تمنا کے کسی ایک فرد کی حکمت سے ایک ہی زبان پر
شیرینی و ترشی کا ذائقہ پیدا ہو جائے۔

غرض کہ گوہر شفقت کی قیمت بے اندازہ ہے جس کو صرف مشائخ اہل یقین
جانتے ہیں اور اس قدر قیمت کا اندازہ صرف سلاطین طالبان دین ہی کر سکتے ہیں۔
سلاطین کے قلوب میں جس قدر مادہ شفقت زیادہ موجزن ہو گا اسی قدر
ان کی نیکنامی کا آوازہ تمام عالم میں زیادہ بلند ہوگا۔

تاجداران عالم کے لئے گوہر شفقت وہ دولت ہے جس کی قیمت کا اندازہ کرنا
مشکل ہے اور وہ دولت نعمت ہے جس کی قدر کو سمجھنا محال ہے۔

حضرت مشفق کوئینؑ ربی دارین صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی امر کی جانب اشارہ
فرمایا ہے۔

حضور اقدس فرماتے ہیں کہ التعظیم لاسر اللہ والشفقة علی خلق اللہ
صدق یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

مقام دوم عفو ہے۔ مرتبہ عفو پروردگار کی انتہائی ہیبت اور اس کی جباری
کی بے پایاں عظمت سے پیدا ہوتا ہے۔ خدائے برتر کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے کہ
انفخبتکم انما خلقتکم لعل عبثا وانکھوالینا لا ترجعون۔

علما و مشائخ الزہدیت کے قہر کی ہیبت اور ربوبیت کی سطوت کی زیادتی سے
دریائے حیرت میں بے ہوش و غرق اور میدان تفکر میں مدہوش ہوئیں۔

ان حضرات کا یہ حال ہے کہ اپنی طاعت کو بھی معصیت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اپنی قابل ثواب عبادت کو بھی گناہ خیال کرتے ہیں۔

ایسے اعمال کا تخم خوف ورجا کی زمین میں برتے اور تمام خلافت پر غفلت نظر ڈالتے ہیں۔ خدا کی جناب میں تمام بندوں کی شفاعت کے لئے دعا کرتے ہیں۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ الدعاء مخ العباد کا۔ یعنی دعا عبادت کا مخمر ہے۔ اس لئے ان حضرات کا اسی ارشاد پر عمل ہے۔

اسی طرح سلاطین روزگار بھی اپنے علم الیقین سے عفو کو اپنا شعار اور حلم و بردباری کے گیند کو علم کے میدان میں بہت و جرات کے ساتھ لے جاتے ہیں۔

ان فرماں روا یا ان عالم کا یہ حال ہے کہ اپنی سعادت ازلی سے ایسے اعمال و افعال ان سے صادر ہوتے ہیں جس کی وجہ سے خدا کی نعمتیں ان پر بارش کی طرح برستی ہیں۔

اس گروہ کی تعریف حد بیان سے باہر اور ان میں بعض حضرات کے تقویٰ کا تو یہ عالم ہے کہ ہمہ قسم کے خرد بزرگ گناہوں سے ان کا دامن پاک ہے۔

ہارون رشید جیسے بامراد فرماں روا نے ایک ضعیفہ کے پیکر کو کچھ نقصان پہنچایا۔ ضعیفہ نے خلیفہ کے حضور میں حاضر ہو کر بحث کی لیکن جب اس کا اثر مرتب نہ ہوا تو ضعیفہ نے خدا کی بارگاہ میں دعا کی اور اپنے سوختہ دل سے پروردگار کی بارگاہ میں فریاد کی۔

اجابت دعا کے دل ہلا دینے والے خوف سے خلیفہ کا قلب و جگر تھرانے لگا اور بادشاہ نے پیر زوال کو پیش بہا خلعت عطا فرما کر اس کو شاد کیا۔

سنادی نے ندادی کہ یہی امر عفو بہترین فعل و کامل ترین عمل ہے۔ عفو کا ہونا انہی سلاطین کی کسوٹی پر کسا جانا ہے اور حلم و بردباری کے درشاہوار انہی کی شفقت کے دریا میں پائے جاتے ہیں۔

وضع رہے کہ عفو و حلم وہ صفات ہیں جن کا ظہور بہترین طریقے پر سلاطین ہی کے عمل و فعل سے ظاہر ہوتا ہے۔

اس بلند پایہ مقام اور اس باعزت بارگاہ میں گرد و غبار کا نام نہیں ہے اور عفو و تقصیر کی بارگاہ ہمیشہ صاف و شفاف رہتی ہے۔

چنانچہ سردار دو عالم شفیق دارین صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح فرمایا ہے کہ اذ تسمع یعنی جب تم دوسروں کی فریاد سونگے تو تمھاری دعا بھی سنی جائے گی۔

تیسرے مقام 'مرتبہ عدل و فضل' ہے۔ یہ مقام خدائے قیوم کے خوف کا نتیجہ ہے جس کے ذریعے سے خود پروردگار نے اس طرح آشنافرمایا ہے و نماو بالقسط اس المستقیم (صحیح و راست ترازو میں وزن کرو)

چنانچہ علما و مشائخ نے ہر حال میں عدل و انصاف کو شعار بنایا ہے اور ہمیشہ فضل و بزرگی حاصل کرنے میں سعی و کوشش فرمائی ہے۔

اس مقدس گروہ نے ہر حال میں عدل کے آئینے میں ہر امر کا مشاہدہ کیا ہے۔ انسان کا فریضہ ہے کہ قیل و قال کی بحث سے چہرہ جمال کو غبار آلود نہ کرے اور اپنے کمال میں کسی قسم کے نقصان کو گوارا نہ کرے۔

ان بزرگوں نے سلوک کے ہر مرتبے پر فائز ہو کر عدل و فضل کو اور زیادہ مستحکم کیا ہے۔ غلامی کو دینی نعمتوں سے فیضیاب کیا ہے اور خود دولت و منیب آدمی کو اس خدمت کے لئے قربان کیا ہے۔ عالم لطائف میں مشائخ کا یہ قول عالم لطائف میں مشہور ہے کہ الشیخ یحییٰ و یمیت ای یحییٰ القلب و یمیت النفس (شیخ قلب کو زندہ اور نفس کو مردہ کرتا ہے)۔

اسی طرح گروہ سلاطین نے بھی اہل سلوک کی تقلید کی اور اپنے عہد حکومت میں ہمیشہ عدل کو بلند اور فضل و بزرگی کے علم کو بالا کیا ہے۔

ان سلاطین کا ہمیشہ مقصد یہ رہا کہ کوئی مظلوم مغموم و رنجیدہ نہ رہے اور زیر دست اپنی قوت بازو کے غرور سے زیر دست کو آزار نہ پہنچائے۔

فرماں روا یاں عالم نے اسی خیال کو مدنظر رکھ کر ہمیشہ بارگاہ عدل و فضل کو آراستہ و برسرہ رکھا ہے۔

سلاطین عالم اپنے عدل سے مظلوم افراد کی داد خواہی فرماتے ہیں اور انوار فضل سے مسکین و محتاج اشخاص کو سرفراز فرماتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ شاہ عزالدولہ کے ملازمین نے ایک ضعیفہ کی مادہ گاؤں کو بھرنے کو دیا۔ عزالدولہ نے ضعیفہ کے حق میں یہ انصاف کیا اور اس طرح اُس کو

سرفراز و شاد فرمایا ہے کہ بجائے ایک گائے کے اُس کو گیارہ جانور عطا فرمائے جس میں ایک گائے عدل و انصاف کا اور دس جانور فضل و کمال کا عطیہ تھے۔

سچ ہے کہ اس قسم کی طاعت سے گناہ ثواب ہو جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ ببذل اللہ سیتنا تمام حسنات۔ عادل کو بن و برگزیدہ دارین صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح فرمایا ہے کہ ایک ساعت کا عدل سات سال کی عبادت سے افضل و بہتر ہے۔

چوتھا مقام 'معائنہ و محاربہ' ہے حکم پروردگار کی بجا آوری سے انسان اس مقام پر فیضیاب ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم (مشرکین کو قتل کرو جس طرح بھی تم ان کو پاؤ) مقاتلہ ظاہری غل ہے اور محاربہ باطنی فعل ہے۔ علما و مشائخ میدان مسجد میں عالم راز و نیاز یعنی نمازیں صفوف درست فرماتے ہیں اور دیگر اشخاص امام کے عقب میں نماز کی نیت باندھتے ہیں۔

اس کی مثال قرآن کریم میں ان الفاظ میں بیان فرمائی گئی ہے والصفات صفاء غرضکہ یہ مقدس گروہ نمازیں اربعیس مرد و دو نیز اپنے نفس امارہ پر خدا کی عنایت و مہربانی سے فتح حاصل کرتے ہیں اور خدا کے جیم و کریم کی رحمت کے غنائم سے مالا مال ہوتے ہیں۔

اس عطلے ربانی کا نشان قطعاً واضح ہے جیسا کہ خود پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ سامعوا الحال المغضوۃ یعنی یہ حضرات مغفرت و رحمت کی طرف دوڑتے ہوئے جاتے ہیں۔

طالب اسرار و روحانی خواجہ عین العقناتہ ہمدانی نے تہذبات میں اس مقام پر ممتی پروئے ہیں اور فرمایا ہے کہ انبیاء علیہ السلام قبر میں نماز ادا کرتے ہیں۔ غرضکہ پیش روان امت اور ان کے سچے مستقد گور کے تہ خانے میں بھی راز کی طلب میں مقام نیاز پر استادہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح سلاطین عالم مقال کے وقت جلالت کے میدان اور شجاعت کے مقام پر مجاہدین ملت کی صفیں آراستہ فرماتے ہیں۔

یہ طالب حق گروہ دشمن سے درست و گریبان ہو کر اس حالت مثال میں جان کو بقیلی پر رکھتا اور اپنے کو خدا کے سپرد کر کے جہاد کے دریا میں غوطے کھاتا اور ہر غوطے میں بے حد لطیف و شریف جوہر و گوہر حاصل کرتا ہے۔ محبا ہدان قلمت خدائے برتر کے رحم اور اُس کی عطا سے اول میدان کارزار میں مظفر و منصور ہوتے ہیں۔ اور اس کے بعد مال غنیمت جو خدا نے اُن کو عطا فرمایا ہے اپنے درمیان تقسیم فرماتے ہیں۔

اس مقام کی بشارت بھی پروردگار عالم نے اپنے کلام میں دی ہے۔
مجاہد دایین و بہادر کونین و شہنشاہ علماء و سلاطین صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل جدال و قتال کو لطف و رحمت کے خلعت عطا فرمائے ہیں اور کرم و عطا کے شراب خانہ شفقت سے تربیت و تعلیم کے ہوش ربا جام عطا فرمائے ہیں۔
سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صیحہ ارشاد فرمایا ہے کہ الجنة تحت ظللال السیوف (جنت تلوار کے سائے میں ہے)۔

مقام پنجم، مرتبہ ایشارہ افتخار ہے۔
پروردگار کے لطف و کرم سے مستفید و مالا مال ہو کر انسان اس مرتبے کو اختیار کرتا ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ (لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون) (تم ہرگز نیکی حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ خدا کی راہ میں اُس شے کو نہ صرف کرو جس کو تم عزیز و دوست رکھتے ہو)۔

علماء و مشائخ اپنے غایت لطف و کرم سے دین و دنیا کی نعمتیں خلائق کو عطا فرماتے ہیں۔

میخانہ وحدت سے جو شراب اُس کہ ان حضرات کو عطا ہوئی ہے اُسی سے وحدت کا ایک جرعہ ناکام محبت کو عطا فرما کر اُن کو بھی گوہر مقصود سے مالا مال اور اُس محبت کے نشہ سے سرشار فرماتے ہیں اور اہل استحقاق کو شراب محبت پلا کر اُن کو بھی حقیقت کا متوالا بناتے ہیں۔

ساتی وحدت جام اُن کے گرد گردش میں لاتا اور من جاء بالحسنة

فلہ عشر امثالہا کے دلفریب نغے سے مست بنادیتا ہے۔

مصاد العباد میں مرقوم ہے کہ ایثار کے گوہر کی قدر و قیمت مدبران سے باہر ہے۔

اسی طرح سلاطین عالم اپنے ایام حکومت و دور معدلت میں تمام مخلوق پر بیشمار ایثار فرماتے ہیں۔ جو نقد و مال کہ ان کے حضور میں جمع ہوتا ہے اس کے طالبان و حاجتمندان دنیا کو عطا فرماتے اور اپنی مراد سے نامراد افراد کو شاد اور اہل استحقاق کو حق ضرورت سے مستفید فرماتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ گوہر ایثار تاجداران عالم کے قبائے حکومت کا نغمہ اور فرماں روا یان عالم کا بلند ترین تمغہ امتیاز ہے۔ صاحب ایثار کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام تاب توہین میں صحیح ارشاد فرمایا ہے کہ ادخال السرا و سرا فی قلوب المومنین صدقۃ (سرور و راحت کو مومنین کے قلوب میں داخل کرنا ایک قسم کا صدقہ ہے)۔

مقام ششم مرتبہ عظمت و عجب ہے۔

یہ مقام بھی انسان کو خدا کی رحمت سے عطا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم (اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور ان افراد کی جو تم پر حاکم ہوں)۔

اس مقام پر بے حد و لا انتہا رموز و اسرار الہی ہیں جن کا اظہار نامناسب ہے جیسا کہ وارد ہے کہ کشف سمی البوبیۃ کفہا (رو بیت کے بھید کو ظاہر کرنا کفر ہے)۔

اگرچہ مشائخ کبار رضوان اللہ علیہم نے امور ظاہری کے ضمن میں امور باطنی بھی بیان فرمائے ہیں تاکہ فریقین کی عظمت و عجبیت برقرار رہے۔

یہ حضرات امامت کے مرتبے پر فائز ہو کر سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں لیکن اصحاب اوسل اس خیال و ارشاد کو مد نظر رکھ کر خیر الامور اوسلہا اعتدال کی روش کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اور اپنے حسب حال ہر امر میں وسط و اعتدال پر قائم رہتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ یہ حضرات فاتبعونی کے نشہ میں سرشار اور بحکم اللہ کے خلعت سے سرفراز و سر بلند ہیں۔ ان حضرات نے بہیت و جلالت کے ساتھ

اس لئے سلوک اختیار کیا ہے کہ خلائق کو چشمِ زدن میں نعمت دینی سے سرفراز فرمائیں۔ اسی طرح سلاطینِ اہل دین ہمیشہ عظمت و جلالت کے ساتھ رہتے ہیں۔ شہر یار ان عالم کی عظمت و جلال کا کلمہ اہل جہاں کے شرف کا باعث ہے اور ان کے جاہ و جلال کا طرہ عالم و اہل عالم کے لئے سعادت کا ذریعہ و واسطہ ہے۔

دو گوہر جس میں ایک بید قیمتی اور دوسرا کم قیمت ہے یعنی لطف و قہر ان کی بارگاہ کا شرف و بزرگی میں

بادشاہان عالم اپنی عظمت و جلالت کے مرتبے پر قائم و برقرار ہو کر کبھی تو قہر کی شراب تلخ لطف کے جام میں بھر کر دشمنوں کو عطا کرتے ہیں اور کبھی لطف کی خوش گوار شراب نہر کے ساغر میں بھر کر دوستوں کے ہاتھ پر رکھتے ہیں۔

جس وقت بادشاہوں کے قہر و غضب کا آفتاب درخشاں ہوتا ہے تو قہر لطف کے نقاب سے اپنے چہرے کو چھپا لیتا ہے اور جب فرمانروایان عالم قہر لطف و شفقت و مہربانی کے افق مشرق پر نمودار ہوتا ہے تو آفتاب قہر باوجود جلالت و غضب کے جلالت کے سائے میں پناہ لیتا ہے۔

اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ فریقین کا پاؤں دائرہ ادب کے باہر نہ پڑے۔ یہ شہر یار ان عالم کی غیرت ہے جو ان کو غضب کے عالم میں بھی سروسامان دے کر حکام شرع سے تجا و زہنیں کرنے دیتی اور یہ اسی غیرت کا تقاضا ہے کہ سلاطین عالم لطف و مہربانی کی حالت میں سروسامانی فرو گزارنا نہیں کرتے۔ افضل موجودات و بہترین مخلوقات صلی اللہ علیہ وسلم نے محل لطف میں فرمایا کہ اسمِ اخوانی اور قہر کے موقع پر ارشاد ہوا کہ انا غیورم واللہ اغیورمتی (میں غیرتمند ہوں اور خدا مجھ سے زیادہ صاحب غیرت ہے)۔

مقامِ ہفتم ہوشیاری و بیداری ہے۔ یہ مقام عقل کی زیادتی اور فہمِ دل کی کثرت سے حاصل ہوتا ہے۔ اس مقام کی تعلیم خود خدا نے برترنے دی ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ یا بنی اسرائیل اذکو و نصتی الی الغمت علیکو (اے بنی اسرائیل اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم کو عطا کی ہے)۔

یہ اس لئے کہ بے شمار اعدائے دیں گھات میں ہیں اور ہر وقت اس فکر میں ہیں کہ دین کی بنیاد پر ہمیشہ قیمت دولت کو چالیں۔

ہر چار اعدا ظاہری و باطنی ہر مملکت میں تنہا زنی و بیج کنی میں مشغول و مصروف ہیں جس طرح کہ علماء و مشائخ خدا کے فضل و کرم سے احکام الہی کی بجا آوری میں ہر وقت بیدار و ہوشیار رہتے ہیں اور شبانہ روز ایک لمحہ بھی غافل و بیکار نہ رہ کر عاتقہ ظالم کو دین کی راہ بتاتے ہیں۔ اس مقدس گروہ نے غایت ہوشیاری کی وجہ سے شب بیداری اختیار فرمائی ہے اور روز روشن کے بے شمار فوائد کو نظر انداز فرمایا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ مملکت دل و قالب آب و گل ان اعدائے اربعہ کے شر و فساد سے محفوظ و مامون رہیں۔

اس گروہ نے اپنی ہوشیاری و بیداری سے اس درجہ ترقی کی کہ کون و فساد کے تمام اسرار نہال اُن پر منکشف ہو گئے۔

یہ قطعاً صحیح ہے کہ کسی برگ کا درخت سے جدا ہو کر زمین پر گرنا بھی ان حضرات سے پوشیدہ نہیں ہے، اسی طرح شہریار ان عالم کی بارگاہ تاثیر آسمانی و حکم یزدانی کی بنا پر دوست و دشمن سے خالی نہیں ہے جیسا کہ مصرع ذیل سے ظاہر ہوتا ہے۔

چہ دشمنان مسودند و دوستان غیور

سلاطین عالم امور ملکی و معاملات مالی سے ایک دم بھی غافل نہیں رہتے۔ اگر ایک لحظہ بھی ارکان ملکی میں قلیل فساد و گزاشت ہو جاتی ہے تو تاجداران عالم کے قلب پر بے انتہا اضطراب طاری ہوتا ہے۔ اور اگر ایک لمحہ بھی مالی معاملات میں ایک بشر بھی ضائع ہوتا ہے تو بادشاہوں کو بیحد افسوس ہوتا ہے۔

تمام سلاطین دیں پرورد نے درگاہ کی بیداری اور بارگاہ کی ہوشیاری میں ہمیشہ سعی و کوشش کی ہے۔

یہ قول کہ مقام بیداری میں اپنے سے بدگمان رہنا علامت بیداری ہے، قطعاً صحیح و درست ہے۔

یہ معاملہ اس حد کو پہنچتا ہے اور سلاطین کی باخبری سے یہ نوبت ہوتی ہے کہ بادشاہوں کی مملکت میں اگر مور ضعیف بھی بساط وفا کے باہر پاؤں رکھتی ہے تو تاجداران عالم کی سطوت و ہیبت سے اسی دم جل کر فنا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ہوشیار ترین مخلوقات و بیدار ترین موجودات نے قطعاً صحیح فرمایا ہے کہ عجلیو الصلوات قبل الموت (نماز کے لئے تعیل کر قبیل اس کے کہ موت آئے)۔

مقام ہشتم، انتباہ و عبرت ہے۔ یہ مقام اللہ تعالیٰ کے خوف سے باخبر اور اُس کے جلال کی ہیبت و عظمت و کمال کی سطوت سے متاثر ہونے سے حاصل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نداء فرماتا ہے کہ لمن الملك اليوم لله الواحد القهار (آج کے دن سوا خدا کے جو واحد و قہار ہے کس کی حکومت ہے)۔

ظاہر ہے کہ ہر د و عالم کی مخلوق اور دین و دنیا کے موجود تمام و کمال اُسی خدا کے ہیں

علماء و مشائخ بچیدار و بے اندازہ خوف و بے نہایت ہر اس کی وجہ سے گزشتہ موجودات کے افعال سے آگاہ فرماتے اور اعمال صالحہ کے دامن میں پناہ لیتے ہیں تاکہ اُن کے عمل کا جہاز اور اُن کی اُمید کی کشتی خوف ورجا کے سنگم پر جاری و ساری رہے۔

یہ مقولہ ہے کہ پروردگار کے لطف و کرم سے یہ مقام امتیاز حاصل ہوتا ہے قطعاً صحیح و درست ہے۔

اسی طرح سلاطین عالم بھی دین میں اُن کی روشنی کے مطابق تخت جاہ و جلال پر متمکن ہو کر بھی عبرت کا تاج سر پر رکھتے ہیں اور ہمیشہ فکر مند نظر آتے ہیں۔

یہ باعزت گروہ میدان عبرت میں انتباہ کے مرکب پر سوار ہوتا اور غیرت کے پیل بند کو نصرت کے لئے بڑھاتا اور نفس کے فریز کو شہرِ ندامت ظاہر کرتا ہے تاکہ ہوا و ہوس کے حریف کو مات دے یا بڑو کا دعویٰ کرے۔

یہ کہ اس مقام پر دائم و قائم رہتا ہے۔ اگر خدا نخواستہ اس خیال کے خلاف تصور کرتا ہے تو نعوذ باللہ جو بعد الکھمر (راحت کے بعد رنج و غم آسانی کے بعد

دشواری) میں مبتلا ہوتا ہے۔

صدر نشین بساط قوسین و نخبہ کوئین صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح فرمایا ہے کہ
السعید من وعظ لغیرہ (یعنی نیک بخت وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت
حاصل کرے)۔

مقام نہم، فتح و نصرت ہے۔ یہ مقام عنایت پروردگار کی امداد و اعانت
سے ہمیشہ برقرار رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے انا فتحنا لک فتحاً مبیناً (تم کو ہم نے ظاہر و صاف
فتح عنایت کی)۔

پروردگار عالم کا یہ قول نصرت ظاہری و فتح باطنی ہر دو عالم کو شامل ہے۔
نصرت ظاہری عالم ملک میں حاصل ہوئی اور فتح باطنی کا دھکا عالم ملکوت
میں جس کو مملکت قلب کہتے ہیں بجا۔

علماء مشائخ فتح مل حاصل کرنے اور اس حصار آب و گل کو قبضہ و تصرف
میں لانے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں۔

اس مقدس گوردہ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اسرار الوہیت کے جوہر اور
انوار ربوبیت کے گوہر جو حق کے خزانے اور بدن کے سفینے میں جو مدتوں میں حاصل
کریں اور ان کا پائے تخت اس بلند مرتبے پر فائز ہو جہاں سے یہ حضرات اہل استحقاق
و طالبان اسرار کو اس عطیے سے فیضیاب و سرفراز فرمائیں اور اس خوش گوار
ذائقے کا مزہ تشنگان طلب کو چکھائیں۔

یہ حضرات اگر سو بار اپنی دوا و دوش میں ناکام رہتے ہیں تو ہزار بار مردانہ وار
کوشش کرتے اور رحم و کرم کے امیدوار ہوتے ہیں۔

یہ بقولہ کہ اس گروہ نے خود نہ کھایا بلکہ کھلایا اور خود نہ پہنا بلکہ اغیار کو
پہنایا قطعاً صحیح و درست ہے۔

اسی طرح سلاطین و دراندیش قلعہ کشائی و مملکت کشائی کے حریص
ہوتے ہیں۔

فرید دل ملک محکم کی حکومت پر قانع نہ تھا بلکہ دیگر ممالک و حصار کی

سج کرنے میں ہمیشہ کوشاں رہا۔

فرماں روا یا ان عالم اس طرح کا جام شراب ہمیشہ نوش فرماتے اور ہمیشہ اس کام میں جان و دل سے کوشش فرماتے ہیں۔

اگر سو بار ناامید ہوتے ہیں تو ہزار امید کا دامن ہاتھ میں لے کر سچی فرماتے ہیں۔
کو من موعۃ قلیلة کے درخت لطف و کرم سے ہماریت و رحمت اذہمیت کا خوش ذائقہ شہر حاصل کرتے ہیں۔

اگر خدا کی عنایت و پروردگار کے لطف و کرم سے یہ گروہ تمام بلند و محل دل پسند فائز ہوتے ہیں تو بے شمار غریبے اور لطیف جواہر ان کے قبضے میں آتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خلق خدا کو عظیم الشان عطائیں حاصل ہوتی ہیں اور تمام عالم بجائے ایک صحرائے بے گیاء کے سرسبز باغ بن جاتا ہے۔

ان کے دوست شادا اور دشمن پشیمان ہوتے ہیں۔
یہ مقولہ کہ (دوست کو بقا و بالیدگی اور دشمن کو فنا و کاسیدگی) قطعاً درست و صحیح نظر آتا ہے۔

اسرار ربوبیت کے قائم اور مملکت الوہیت کے حاکم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر صحیح خبر دی ہے۔

مقام دہم کیا ست و فراست ہے۔ حق یہ ہے کہ یہی مقام اصل مقصود و مطلوب ہے۔

علم لدنی کے مکتوبات اور عالم حقیقت کے رموز کا نتیجہ فراست و کیا ست ہے۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ و ما الوتیتہم من العلم الا قلیلا (اور نہیں دیا میں نے تم کو علم مگر قلیل)۔

مقام کیا ست کے فرماں روا نے معلم ازلی سے اسم عظم کی تعلیم حاصل کی اور ارشاد فرمایا کہ علمنی سہابی مجھ کو میرے رب نے حقائق کی تعلیم دی۔

یہی وجہ ہے کہ ہر مرد کی فراست اور ہر شخص کی کیا ست اس کی خرد و عقل کے مطابق ہے۔

علماء و مشائخ نے جس مقام پر کہ قدم رکھا ہے وہیں پر دین میں رموز کیا ست کا

شریت ہر دین میں ڈالا ہے اور ہر اس مشرب میں جہاں کہ کیا ست بدنی پائی گئی
اسی مقام پر دقائق کنایہ کی جان تن میں بھی پیدا فرمائی۔

یہ مقولہ کہ اس گروہ کے اشارات کیا ست اور اس فرقے کے رموز بشارت
بہار عام کی مانند ہیں قطعاً صحیح و درست ہے۔

علماء کے رموز کی غرض سوا ان کے اغیار کو معلوم نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا ہے کہ لا واسخون فی العلم۔ اسی طرح سلاطین دین بھی رموز کیا ست کے
حقائق اور اسرار فراست کے دقائق کنایات و اشارات میں بیان فرمائے ہیں۔
اور اسی حقیقت کے شریعت کا ایک جرمہ ہمیشہ پیٹے اور پلاتے ہیں۔

ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ گروہ خاص یا خاص ان خواص کو بھی اس شریعت کا
ایک جرمہ نصیب ہو اور اس کلام کی شراب کا خمار اور اس کے جام کی قوت
کا کامان حقیقت کے قلب و دماغ میں ہمیشہ باقی رہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خم خانہ اسرار کے صدر تھے فرمایا ہے کہ
ما صب اللہ فی صدری شیئا الا وصیۃ فی صدری ابی بکر
(نہیں ڈالا خدا نے میرے سینے میں کوئی شے کہ میں نے اس کو ابو بکر کے سینے میں نہ
ڈال دیا ہو)۔

یا جو داس کے شہر یا ران عالم کے وہ دقیق رموز جو الفاظ قلیل کے جامے
میں کثیر معنی رکھتے ہیں خود بھی گروہ فرماں روا بول کو جانتا ہے۔

مختصر یہ کہ حضرت فیروز شاہ نے اپنی فراست و کیا ست سے چالیس سال
ملک دہلی پر حکومت کی

بادشاہ نے خلایق کی ایسی عمدہ تربیت کی کہ اس مدت میں ملک میں ایک ہری
شاخ نے بھی اپنی جگہ سے جنبش نہ کی۔

اب مولف حضرت فیروز شاہ کے مناقب معرض تحریر میں لاتا ہے۔

فیروز شاہ کے مناقب کا ذکر

سلطان الاعظم حضرت فیروز شاہ قدس اللہ سرہ العزیر نے جو خم تاجداران

وقاتم فرمایا روایاں وقائد سالار خسرواں و خطیب دوران امان و امان دوران
و شرف سلطنت و سعادت مملکت و روشن کنندہ شریعت و منور طریقت تھے۔
بتاریخ چوبیس ماہ محرم ۷۵۲ھ کو تخت سلطنت پر جلوس فرمایا۔

بادشاہ نے پینتالیس سال کے سن میں تخت حکومت پر قدم رکھا اور
اڑتیس سال آٹھ ماہ حکومت کی۔

بندہ ضعیف شمس سراج عفیف عرض کرتا ہے کہ سلطان فیروز شاہ کارنگ
سفید تھا اور بادشاہ بلند بینی و کشیدہ محاسن تھے۔

بادشاہ نہ بیحد دراز تھے اور نہ کوتاہ اور فیروز شاہ کا جسم سر بہی ولاغری میں
معتدل تھا۔

یہ سر مال روایاں محقق و مہربان بادشاہ تھا۔

بادشاہ بید علم و بردبار تھا اور اس کا خلق حد درجہ کو بڑھا ہوا تھا۔

فیروز شاہ اگرچہ فرمایا رو تھا لیکن درحقیقت اپنے علم و تفوق کے اعتبار
سے اولیاء و علما کے گروہ میں داخل تھا۔ بادشاہ بید لشکر نواز و رعیت پرور تھا
اور خلق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفید و فیضیاب تھا۔

بادشاہ کا علم شہور ہے اگر قتال میں کسی شخص سے سبخیانت بھی ظہور میں آتی
تو کسی شخص کو زبان سے ابھی آزار نہ پہنچاتا تھا بلکہ بادشاہ رحم و کرم سے شاد فرماتا۔

سلطان فیروز شاہ نے کو شک نزول میں جو شہر فیروز آباد کے روبرو
واقع ہے سلاطین سلف کے دستور قلمبند کرائے اور اس مقام پر بحیرہ کرکریا کہ
قدیم فرمایا روایاں عالم نے اس شعر پر حکمرانی کی بنا رکھی اور اسی شعر کو اپنا
بادی و مقتدی بنایا کہ:-

سنا کہ را اگر تو را بنواہی تیغ را بقیہ را باید داشت

اس کے بعد فیروز شاہ نے اپنے احوال قلمبند کرائے۔

بادشاہ نے فرمایا کہ اگرچہ سلاطین سلف نے اس شعر کو اپنا دستور لایا
لیکن خطرہ ان کے قلب میں نہ گزرا کہ ملک پر دور و کار عالم کی عنایت سے
قائم و برقرار رہتا ہے۔

ان سلاطین نے یہ نہ خیال کیا کہ بچاری ماں بچہ تکلیف کے ساتھ بچے کو پیدا کرتی ہے اور نو ماہ محنت و مشقت سے حمل کا زمانہ بسر کرتی ہے۔
 ڈھائی سال آغوش میں لے کر دودھ پلاتی ہے اور ولادت کی تمام تکالیف کو برداشت کرتی ہے۔

ایسی حالت میں یہ ہرگز دیکھا نہیں ہے کہ کسی جاندار انسان کو بے جان کر دیا جائے۔

سلطان فیروز شاہ نے اس موقع پر اپنے حالات اختیار سے مخاطب کو آگاہ کیا اور فرمایا کہ میں نے اس شعر کو اپنا دستور العمل قرار دیا ہے۔

نگہ کن کہ چوں مادر مہر سنج برال طفل خود چند برداشت بچ
 یکنام فرماں روا سلطان فیروز شاہ نے نثر میں اپنا دستور العمل ان الفاظ میں قلمبند کرایا کہ (چونکہ میں نے اس شعر کو اپنا شعار بنایا ہے اور تمام حاجت مندوں کی ضرورت انصاف و مہذبت کے ساتھ پوری کرنا ہوں۔ اسی لئے پروردگار عالم نے بغیر شمشیر زنی کے اس قدر میرا رعب و خوف قلوب میں پیدا کر دیا کہ تمام خاص و عام نے میری اطاعت قبول کر لی اور میری جانب اور میرے گرد جمع ہو گئے)۔

سبحان اللہ حضرت فیروز شاہ ختم تاجدار ان دہلی تھا۔
 بادشاہ کی ذات اس درجہ امن و دوران تھی کہ اس کے چہل سالہ دور حکومت میں لشکر مغل نے اب سندھ کے ساحل سے دہلی کی طرف رخ نہ کیا بلکہ اس تمام مدت میں بادشاہ کے عظیم الشان خلق اور اس کی بیشمار زر پاشی و رعیت نوازی سے باوجود قدرت و طاقت کسی زبردست کو یارا نہ ہوا کہ زبردست کو انگشت مخالفت سے آزار پہنچا سکے۔

ایک بزرگ شیخ واصل نے سلطان فیروز کے عہد میں مورخ کتاب سے بیان کیا کہ ایک روز میں صبح کے وقت دریائے جمن کے ساحل پر وضو کر رہا تھا۔ ایک دوسرے بزرگ نے جو اسی مقام پر وضو کر رہے تھے مجھ سے کہا کہ اسے شخص تو جانتا ہے کہ اس محل میں کون مقیم ہے۔

اس قصر کا مالک سلطان فیروز شاہ ہے جس کے قدموں کے نیچے تمام عالم کی بلا پامال ہے۔
جس روز کہ یہ بادشاہ دُنیا سے رحلت فرمایا گا اُس روز اس کی قدر کا اہل عالم کو اندازہ ہو گا۔

غرض کہ اس واقعے کے چند سال بعد خدا کی تقدیر اور اُس کی مشیت و حکمت کے تقاضے سے خوش خصال بادشاہ یعنی سلطان فیروز شاہ نے رحلت فرمائی۔
بادشاہ کے دُنیا سے رخصت ہونے سے دار الملک دہلی زیرِ دُربہما بلکہ مغلوں کی غارتگری سے تباہ و تاراج ہو گیا۔ اس کے علاوہ جس سال بادشاہ نے وفات پائی اُس سال حجاج کا قافلہ زیارتِ حرمین سے محروم رہا جس کا تفصیلی بیان یہ ہے کہ تمام عام و خاص حجاج نے یہی روایت کی کہ امیرِ مکرّم مبارک کے پسر کو اُس کے بھائیوں نے قتل کیا جس کی وجہ سے سکے میں فتنہ و فساد برپا ہوا اور تمام قافلے حجاج کے جوہر چہار جانب سے حج کے لئے آئے تھے اُس سعادت سے محروم رہے۔

مشہور ہے کہ جب کوئی عالم دُنیا سے رحلت کرتا ہے تو دین میں رخنہ پیدا ہو جاتا ہے۔

اس مقولے کی بنا پر جب سلطان فیروز شاہ نے جو اولیاء اللہ میں داخل تھا رحلت فرمائی اور بادشاہ دیندار نے جو چالیس سال کامل مخلوق کا محافظ و نگہبان تھا وفات پائی تو اُس کی رحلت کے بعد مملکت دہلی میں ابتری پیدا ہوئی۔

خلقتِ خدا نے آوارگی اختیار کی اور تمام نظامِ حکومت درہم و برہم کر دیا اور اگر خدا کا حکم ہے تو قیامِ قیامت تک یہ رخنہ مسدود نہ ہو گا۔

میرے مرشد کے پیر حضرت خواجہ قطب الدین سنوڑ نے بارہا اس بارے میں فرمایا ہے کہ سلطان فیروز شاہ نمونہٗ مشائخِ طریقت میں داخل ہے جو تاجِ شاہی سر پر رکھ کر تختِ حکومت پر بٹھتا ہے۔

سلطان فیروز کی فتح مندی کا یہ عالم تھا کہ بادشاہ جس طرف رخ کرتا

بغیر تیغ زنی کے اُس کو فتح حاصل ہوتی تھی۔ اس بادشاہ کے عہد حکومت کے اسن و امان کا یہ عالم تھا کہ اسلحہ جنگ قطعاً بیکار ہو گئے تھے اور جنگ کا نام مخلوق کے قلوب سے فراموش ہو گیا تھا۔

اسلحہ نہ صرف بیکار بلکہ بے قدر و قیمت ہو گئے تھے۔

اس کے علاوہ سلطان فیروز شاہ کے عہد میں جس شخص پر ذرہ برابر بھی ظلم ہوا تو اس کے حق میں عدل و انصاف بھی ایسا کیا گیا کہ ظلم کی کافی تلافی ہو گئی۔

بادشاہ کو یہ معلوم تھا کہ پیشہ ظلم بہترین فسرماں روایان عالم کی خصلت نہیں ہے۔ اگر بادشاہ اپنے عہدِ مہدلت میں شیوہ عدل اختیار کرتا تو کسی فسرمد بشر کو یہ طاقت نصیب نہ ہوتی کہ عدل کو برداشت کر سکتا۔ سلطان فیروز شاہ نے خدا کے حکم سے چالیس سال خلعتِ خدا پر حکومت کی۔

ظاہر ہے کہ ظلم و بردباری کی ہر مذہب میں تعریف مرقوم ہے اور یہ شیوہ ہر دین میں محمود خیال کیا جاتا ہے خصوصاً مذہب اسلام میں اور خاص کر بادشاہانِ زمانہ کے حق میں جو خدا و رسول کے بعد قابلِ اتباع و اطاعت ہیں۔ پروردگار عالم نے قرآن پاک میں اپنے حبیب سے کہ سورہ یوسف کو احسن القصص بیان فرمایا ہے، غور کا مقام ہے کہ اس قصے میں وہ کون صفت مرقوم ہے جو احسن کہلائی جاسکتی ہے۔

اس قصے کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت پریمدر مظالم کئے۔

حضرت یوسف کو برادرانِ ظالم نے والد ماجد سے جدا کیا اور آپ کو ایک تاریک کنویں میں گرایا۔

حضرت کو چند درم کے عوض میں فروخت کیا۔

ان مظالم کی وجہ سے حضرت نے بے انتہا تکلیف برداشت کی اور ہر قسم کے رنج و مصائب سے حضرت کو مقابلہ کرنا پڑا جیسا کہ کتب تفاسیر میں مرقوم ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام ان شدائد و مصائب کے بعد معزز شریف لائے

اور قربان روا ہوئے۔

حضرت کے برادران ناہربان قحط و گرانی غلہ کی وجہ سے ملک کنعان سے مصر آئے اور جناب یوسف نے بیعتیل و قال کے بعد اپنی نیکی و خیر سے برادران ناہربان کو آگاہ کیا۔

حضرت یوسف نے بھائیوں سے کہا کہ اے برادران ناہربان مجھ سے کسی قسم کا خوف و خطر نہ کرو اور اپنے دل میں بدگمان نہ ہو۔
جو تکالیف کہ تمہارے ہاتھ سے مجھ کو پہنچیں اور جو معاملات کہ میرے اور تمہارے درمیان پیش آئے وہ تمام تر مقدرات الہی تھے جن کا ظہور ناگزیر تھا۔
جس قدر بھائیں کہ تم نے مجھ پر کیں اور جو تکلیف کہ تم سے مجھ کو پہنچی میں نے تمام و کمال معاف کیا اور گناہ کو بخش دیا۔

ظاہر ہے کہ اگر حضرت یوسف علیہ السلام اُن گناہوں کا انتقام لیتے تو بھی اُن کا یہ فعل خوب و احسن ہوتا، لیکن چونکہ حضرت نے جفا کئے برادران سے چشم پوشی فرمائی اور حلم و بردباری سے بھائیوں کے تمام گناہ معاف فرما دیے۔
حضرت کا یہ فعل احسن قرار پایا اور خداوند کریم نے اپنے حبیب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ غن نقص عليك احسن القصص (ہم تم سے بہترین قصہ بیان کرتے ہیں)۔
غرض کہ سلطان فیروز شاہ نے اپنے عہد معدلت میں اپنی غیہ معمولی فہم و فراست سے ہمیشہ حلم و بردباری سے کام لیا۔

اس بادشاہ کے دور حکومت میں اگر کوئی شخص سو گناہ کا مرتکب ہوتا اور اُس مجرم کو بادشاہ کے حضور میں حاضر کرتے اور یہ شخص ترسان و لرزاں فیروز شاہ کے رو برو آتا تو بادشاہ مجرم پر نظر ڈالتے ہی اُس سے نہایت نرمی سے گفتگو کرتا۔

بادشاہ اُس شخص کے جرم کو معاف کرتا بلکہ اگر سو جرم بھی اُس شخص سے صادر ہوئے ہوتے تو بھی اُس کے گناہ کو بخش دیتا اور کسی قسم کی بازپرس نہ کرتا۔

ظاہر ہے کہ معلوم ہے کہ بادشاہوں کی جناب میں گناہ کبیرہ سے مراد جرم مالی ہے یا جانی۔

مالی جرم سے یہ مراد ہے کہ سرکاری عہدہ دار بلا کسی جائز ضرورت کے

بیت المال کی رقم تلف کرے اور جانی گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص غدار انگیزی کر کے فتنہ و فساد برپا کرے۔

بادشاہ ریندار یعنی حضرت فیروز شاہ اس قسم کے گناہوں کو معاف کر دیتے تھے۔

اگر بادشاہ کسی شخص کو سزا دیتا تو صرف اس کو مل سلام میں حاضر ہونے کی اجازت نہ ہوتی۔

جب شیخص چند روز سواری کے وقت نمودار ہوتا اور قلیل مدت کے بعد بادشاہ بچہ شفقت و مہربانی و محبت و شرم حضوری سے مثل پیشوایان دو جہان کے اس شخص سے مخاطب ہو کر اور اس کے گناہ کو معاف فرما دیتا۔

بادشاہ صرف دو قسم کے گناہوں کے معاف کرنے سے باز رہتا تھا، ایک چوری و سرقت اور دوم قتل و ہلاک کرنا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ان گناہوں کے معاف کرنے میں دوسروں کے حقوق تلف ہوتے ہیں اس لئے بادشاہ ان دونوں مجرموں کو ضرور سزا دیتا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ عجب کام اور حیرت انگیز اسرار ہے جس کو بیان کرنا مشکل بلکہ تقریباً ناممکن ہے۔

قدیم سلاطین نے معاملات حکومت و امور جہان داری میں علم و بردباری سے زیادہ کام نہیں لیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سیاست ملکی میں علم و بردباری سے نقصان پہنچتا ہے۔

مگر باوجود اس کے چونکہ سلطان فیروز شاہ کا قلب خالص و نیت صادق تھی اور اس کو خداوند کریم پر کامل تکیہ تھا اور نیز یہ کہ بادشاہ کا علم و دیا و نفاق و نام و نمود پر مبنی نہ تھا اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کو اس کے شیوہ علم کے باوجود چالیس سال کامل کامیاب و بامراد رکھا۔

بادشاہ کی نیک نیتی کے یہ برکات تھے کہ اگر کوئی شخص حسد کی وجہ سے بادشاہ سے مخالفت کرتا تو خداوند کریم ایسے شخص کو تباہ و مجبور کر کے سلطان فیروز شاہ کی بارگاہ میں پہنچا دیتا۔

بادشاہ باوجود مجرم کے شدید جرائم اور اپنی قوت انتقام کے اُس شخص کے
گناہ کو معاف فرمادیتا تھا اگر بادشاہ کسی مجرم کو نظر بند کرنا چاہتا تو اُس مجرم کے روبرو
ہرگز یہ الفاظ زباں پر نہ لاتا کہ اس کو تید کرو۔ یہ شخص بادشاہ کے حضور سے واپس لایا جاتا
اور فیروز شاہ اس کے موٹکوں سے استبار سے میں کہتا کہ مجرم کو نظر بند کرو۔
سرکاری پیادوں سے بھی بادشاہ یہ الفاظ صریح مجرم کے قید کرنے کا حکم
نہ دیتا تھا۔

ہر چند کہ موترخ نے بادشاہ کے پسندیدہ اخلاق اور قابل تعریف اوصاف کا
ذکر کیا ہے لیکن حق یہ ہے کہ موترخ عہدہ برآ نہ ہو سکا۔
جو کچھ کہ موترخ نے لکھا ہے، ۱۰۰ منزلیہ ایک قطرے کے ہے جو دریائے
لیا گیا ہے۔

اگرچہ خوش کلام خطیب مینروں پر سلطان جلال الدین کے حلم و کرم کے قصائد
پڑھتے اور غلجی فرماں روا کی تعریف و توصیف کی نغمہ سرائی کرتے ہیں لیکن حق یہ ہے
کہ صفتِ حلم کو صرف سلطان فیروز شاہ نے کمال کو پہنچایا ہے۔

سلطان فیروز شاہ جلوس سے پیشتر چار ناموروہ اصل حق بزرگان دین کی
زیان مبارک سے فرماں روا کی کا مژدہ شمس چکا تھا۔
اول حضرت شیخ الاسلام شیخ علاء الدین نمیرہ حضرت بندگی شیخ فرید الدین گنج شکر
رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہ کو جگہ موت و فرماں روا کی کی بشارت دی۔

اگرچہ موترخ ضعیف شمس سراج ضعیف اس بشارت کا حال
سلطان غیاث الدین تغلق کے ذکر مناقب میں تفصیل سے بیان کر چکا ہے لیکن
باوجود اس کے کہ ایک ہی واقعے کی تکرار ناگوار گزرتی ہے، اس مقام پر
کنایتہ اس کا ذکر کرتا ہے۔

جس زمانے میں کہ سلطان غیاث الدین تغلق دیبال پور کا جاگیر دار تھا
بادشاہ مذکور حضرت شیخ علاء الدین کی خدمت میں حاضر ہوا۔

سلطان تغلق کے ہمراہ سلطان محمد تغلق و سلطان فیروز شاہ تغلق جو اُس
زمانے میں کم سن تھے حضرت شیخ کے حضور میں حاضر ہوئے

ایک سو ایک مقدمات ترتیب دئے ہیں اور تاریخ جلوس سے سال ششم جلوس تک گیارہ مقدمات تحریر کئے ہیں۔

ضیائے برنی نے بقیہ نوذمقدمات کی بابت مذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اگر حیات نے وفا کی تو دیگر نوذمقدمات بھی میں ہی لکھوں گا ورنہ میرے بعد جس شخص کو خدا توفیق عطا فرمائے گا وہ اس کا رخیر کو انجام دے گا۔

چونکہ مولانا برنی کی تقدیر میں تکمیل مقدر نہ تھی صرف گیارہ مقدمات معرض تحریر میں آ گئے۔

اللہ تعالیٰ نے اس بندہ ضعیف سراج عصف کو توفیق عطا فرمائی اور خاکسار مولف نے اس کام کو شروع کر کے بقیہ نوذمقدمات کو اپنی تالیف میں درج کیا۔

سلطان فیروز شاہ کی ولادت و تخت نشینی و وفات کے مکمل حالات میں جس شخص کو ابتدائی گیارہ مقدمات سے واقفیت حاصل کرنا مقصود ہو وہ وہ مولانا ضیاء الدین برنی کی تاریخ فیروز شاہی کا مطالعہ کرے۔

خداوند ادر توفیق بکشا نظامی را رہ تحقیق بنما

دلے وہ کو حقیقت را شناسد زباں دہ کا فرید و راسرید

مولف اب ان نوذمقدمات کی فہرست ہدیہ ناظرین کرتا ہے۔

واضح ہو کہ نوذمقدمہ جات پانچ اقسام میں تقسیم ہیں اور ہر قسم میں بار دگر اٹھارہ ذیلی مقدمات ہیں۔

قسم اول :- ولادت سے جلوس تک اٹھارہ مقدمات

اول مقدمہ سلطان فیروز شاہ کی ولادت - مقدمہ دوم

فیروز شاہ کا سلطان تغلق و سلطان محمد سے مراسم تاجداری کی تعلیم حاصل کرنا - مقدمہ سوم

فیروز شاہ کا جلوس - چوتھا مقدمہ فیروز شاہ کا مغلوں سے جنگ کرنا - پانچواں مقدمہ

خواجہ ایاز کا اپنی غلطی سے ایک طفل کو سلطان محمد تغلق کا پسر تسلیم کرنا - چھٹا مقدمہ

خواجہ ایاز کو سلطان فیروز شاہ کے جلوس کی خبر ہونا - ساتواں مقدمہ فیروز شاہ کا

دہلی سے تھمہ روانہ ہونا - آٹھواں مقدمہ قوام الملک بینی خواجہ جہاں کا فیروز شاہ کی

خدمت میں حاضر ہونا۔ نواں مقدمہ خواجہ جہاں کا سلطان فیروز شاہ سے مل جانا۔
 دسواں مقدمہ فیروز شاہ کی خواجہ جہاں کی بابت رائے کیا رھواں مقدمہ
 سلطان فیروز شاہ کا ہانسی پہنچنا۔ بارھواں مقدمہ شیخ قطب الدین متو را و
 شیخ نصیر الدین محمود کا ہانسی میں فیروز شاہ سے ملاقات کرنا۔ تیرھواں مقدمہ
 سلطان فیروز شاہ کا دہلی پہنچنا چودھواں مقدمہ فیروز شاہ کا اہل دہلی پر نوازش
 کرنا اور رقم بقیہ کو معاف کرنا۔ پندرھواں مقدمہ بادشاہ کا جدید قواعد نافذ کرنا۔
 سولھواں مقدمہ سلطان فیروز شاہ کی رعیت پروری کی داستان تیرھواں مقدمہ
 خسرو ملاک و خداوند زادہ دختر سلطان تغلق کا فیروز شاہ سے غدر کرنا۔
 اٹھارھواں مقدمہ سلطان فیروز شاہ کا جمعہ و عیدین کی نماز کے خطبوں میں
 سلاطین گزشتہ کے نام شریک کرنا اور سلاطین ماقبل کے سکوں کا بیان۔

قسم دوم: دوبارہم لکھنؤتی پر جا با اور جاج نگر و نگر کوٹ کی رودنگی اٹھارھواں مقدمہ

مقدمہ اول: سلطان فیروز شاہ کا بار اول لکھنؤتی روانہ ہونا۔ دوسرے مقدمہ
 سلطان فیروز شاہ کا لکھنؤتی وارد ہونا تیسرے مقدمہ سلطان فیروز شاہ کا شمس الدین
 سے جنگ کرنا اور پچاس ہاتھیوں کا ہاتھ آنا اور ایک لاکھ اسی ہزار اہل بجگالہ کا
 قتل ہونا۔ چوتھا مقدمہ سلطان فیروز شاہ کا دہلی واپس آنا۔ پانچواں مقدمہ
 شہر ہار فیروز کی بنا چھٹا مقدمہ املاک کا استحکم ہونا ساتواں مقدمہ سلطان فیروز شاہ کا
 ہانسی میں موترخ کے ملاک سے ملاقات کرنا۔ آٹھواں مقدمہ ساحل جینا پر شہر فیروز آباد
 کی بنا۔ نواں مقدمہ ظفر خاں کا فریادرسی کے لئے حاضر ہونا۔ دسواں مقدمہ
 سلطان فیروز کا بار دوم لکھنؤتی روانہ ہونا۔ گیارھواں مقدمہ سلطان سکندر کا
 حصار بند ہونا۔ بارھواں مقدمہ سلطان سکندر کا فیروز شاہ سے ملاقات کرنا۔
 تیرھواں مقدمہ سلطان فیروز شاہ کا جوہر سے جاج نگر روانہ ہونا چودھواں مقدمہ
 بادشاہ کا ہاتھیوں کا خشک کرنا اور راجہ جاج نگر کا اطاعت قبول کرنا پندرھواں مقدمہ
 فیروز شاہ کا جاج نگر سے واپس ہونا اور راہ صعب میں جا پڑنا سولھواں مقدمہ فیروز شاہ
 کا دہلی پہنچنا۔ سترھواں مقدمہ فیروز شاہ کی رعایا کی خوشی و مسرت۔ اٹھارھواں مقدمہ

قلعہ نگر کوٹ کی فتح کا بیان۔

قسم سوم۔ مہم ٹھٹھہ کا بیان اور بادشاہ کا بانجھ اور جام کو اپنے ہمراہ لانا

اور طاس گھڑیاں کا وضع کرنا۔ اٹھارہ مقدمات

اول مقدمہ۔ فیروز شاہ کا خان جہاں سے مہم ٹھٹھہ کی یابت اُتفاق کرنا۔
دوسرے مقدمہ۔ سلطان فیروز شاہ کا ٹھٹھہ کی سمت روانہ ہونا تیسرے مقدمہ فیروز شاہ کا
ٹھٹھہ وارد ہونا۔ چوتھا مقدمہ لشکرِ اہل کا ٹھٹھہ کے باشندوں سے جنگ کرنا۔
پانچواں مقدمہ فیروز شاہ کا ٹھٹھہ سے دستکش ہو کر جال نگر روانہ کرنا چھٹا مقدمہ
لشکرِ فیروز شاہ کا کونجی رن میں پہنچنا۔ ساتواں مقدمہ بادشاہ کے لشکر کا کونجی رن میں
گریہ و زاری کرنا۔ آٹھواں مقدمہ فیروز شاہ کا گجرات پہنچنا۔ نواں مقدمہ خاں جہاں کا
گجرات میں سید ساز و سامان فیروز شاہ کی خدمت میں روانہ کرنا۔ دسواں مقدمہ
فیروز شاہ کا ٹھٹھہ سے گجرات روانہ ہونا۔ گیارھواں مقدمہ فیروز شاہ کا ٹھٹھہ میں وارد
ہونا اور اہل لشکر کی خوش حالی۔ بارھواں مقدمہ عماد الملک اور طفہ خاں کا
دریائے سندھ کو عبور کر کے اہل سندھ سے جنگ کرنا تیرھواں مقدمہ عماد الملک کا
طلب حشم میں دہلی وارد ہونا۔ چودھواں مقدمہ اہل ٹھٹھہ سے صلح کا آغاز۔
پندرھواں مقدمہ۔ بانجھ کا فیروز شاہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا۔ سولھواں مقدمہ
سلطان فیروز شاہ کا دہلی واپس آنا۔ سترھواں مقدمہ خاں جہاں کا بادشاہ کے
استقبال میں دیپال پور تک سفر کرنا۔ اٹھارھواں مقدمہ مہم ٹھٹھہ سے واپس آکر
طاس گھڑیاں کا وضع کرنا۔

قسم چہارم۔ سلطان فیروز شاہ کا مہمات بزرگ سے دستکش

ہو کر مملکت کی اصلاح میں مشغول ہونا۔ اٹھارہ مقدمات

پہلا مقدمہ سلطان فیروز شاہ کا مہمات ملکی سے باز رہنا۔ دوسرے مقدمہ

بادشاہ کا تمام بندگان درگاہ کے لئے اہتمام و انتظام کرنا تیسرا مقدمہ غلیفہ بغداد کا جامہ و خلعت فیروز شاہ کے لئے آنا۔ چوتھا مقدمہ فیروز شاہ کا محفل بارہ میں جلوس کرنا۔ پانچواں مقدمہ عہد فیروز شاہی کے ملک کی خوشی و مسرت چھٹا مقدمہ فراخی سال و نعمت کا بیان۔ ساتواں مقدمہ احوال حشم کی شرح و تفصیل۔ آٹھواں مقدمہ پسر عمار الملک کے احباب کا سلطان فیروز شاہ کی خدمت میں کیفیت بیان کرنا اور بادشاہ سے جواب با صواب حاصل کرنا۔ نواں مقدمہ سنگین مناروں کے بنا کرنے کی کیفیت۔ دسواں مقدمہ فیروز شاہ کی صید انگلی کے حالات۔ گیارھواں مقدمہ فیروز شاہ کی بنا کردہ مختلف عمارات کا ذکر۔ بارھواں مقدمہ فیروز شاہ کا بیکاروں کے گروہ کو طلب کرنا۔ تیرھواں مقدمہ کارخانہ جات فیروز شاہی کے اسباب کا ذکر۔ چودھواں مقدمہ سکہ ہنر کش گانی کی تفصیل۔ پندرھواں مقدمہ خیرات خانہ و شفا خانہ کی بنا کے حالات۔ سولھواں مقدمہ جشن شاہی کی تفصیل و بیان۔ سترھواں مقدمہ سلطان فیروز شاہ کا کوہنما زجمعہ اپنے حضور میں پیش طلب کرنا اور اٹھارھواں مقدمہ تونہائے جدید کے بیان میں۔

قسم پنجم۔ سلطان فیروز شاہ کی محلوں کا ذکر۔ شاہزادہ فتح خاں کی وفات

بعض خانان و ملک کی عظمت و بزرگی کا بیان جو آخر عہد میں تھے

اٹھارہ مقدمات

پہلا مقدمہ سلطان فیروز شاہ کی محلوں کے بیان میں۔ دوسرا مقدمہ نامتشرع مراسم کو دور کرنے کے بیان میں۔ تیسرا مقدمہ شاہی دربار کے رویہ و رفتاروں کا چلایا جانا۔ چوتھا مقدمہ غیر مسلم افراد پر جزیہ عائد کرنا۔ پانچواں مقدمہ دو مرد دراز قد اور ایک مرد پست قد اور دو عورت باریش کا ذکر۔ چھٹا مقدمہ خان اعظم تارا خاں کی عظمت کا بیان۔ ساتواں مقدمہ خاں جہاں کی عظمت کا ذکر۔

انھوں نے مقدمہ ملک نائب باریک کی بزرگی و شہم کا بیان۔ نواں مقدمہ بشیر سلطانی
 ملک ملک الشرق عماد الملک کی عظمت و جلال کا بیان۔ دسواں مقدمہ سعید المحجائب
 کی مصاحبت کا ذکر کیا۔ رھواں مقدمہ شمس الدین ابور جا کا حال۔ بارھواں مقدمہ
 شمس الدین دامغانی کی فطرت کا حال۔ تیرھواں مقدمہ۔ بادشاہ کا خون گروہ کو
 قتل کرنا چودھواں مقدمہ۔ سلطان فیروز شاہ کا آخر عمر میں تیرہویں کو رہا کرنا،
 مساجد کو آراستہ کرنا اور مظلوم افراد کی داد رسی کرنا۔ پندرھواں مقدمہ۔ بادشاہ کی
 حضرت سید جلال بخاری سے آخری ملاقات۔ سولھواں مقدمہ سلطان
 فیروز شاہ کی ندامت کے بیان میں۔ سترھواں مقدمہ تعلق شاہ کو خانجہان
 کے سپرد کرنا۔ اٹھارھواں مقدمہ۔ اس سحر کا بیان جو سلطان فیروز پر کیا گیا۔

قسم اول

سلطان فیروز کی ولادت سے جلوس تک اٹھارہ مقدمات

پہلا مقدمہ

سلطان فیروز شاہ کی ولادت کے بیان میں ہے جو سنہ ہجری میں واقع ہوئی

سلطان فیروز کے والد کا نام سپہ سالار رجب ہے۔

پورو دگوار عالم نے سپہ سالار رجب کو ہر صفت سے بہرہ اندوز فرمایا تھا۔

سپہ سالار رجب سلطان غیاث الدین تغلق کا برادر حقیقی تھا۔ چنانچہ

ان کی ولادت کا سال موترخ سلطان تغلق کے مناقب میں مفصل بیان
 کر چکا ہے۔

مختصر یہ کہ یہ ہر سپہ سالار یعنی تغلق و رجب و ابوبکر سلطان علاء الدین کے

عہد حکومت میں خراسان سے دہلی وارد ہوئے۔

علاء الدین نے حکمت الہی کے تقاضے سے ان ہر سہ برادر کو شامانہ نوازش سے سرفراز فرمایا اور یہ ہر سہ برادر تختِ علائی کے روبرو استادہ رہتے اور شائستہ خدمات بجالاتے تھے۔

سلطان علاء الدین نے ان کی شجاعت و دلاوری کو دیکھ کر اور آثارِ بزرگی و جواہرِ دیوانہ کی پیشانی پر معائنہ کر کے شہرِ شہر یعنی دیپال پور کی حکومت سلطان تغلق کو عطا کی۔ غرض کہ یہ ہر سہ برادر کاروبار و مصالحِ ملکی میں مصروف ہوئے۔

سلطان تغلق کو یہ خیال ہوا کہ سپہ سالارِ رجب کا دیپال پور کے کسی راجہ کی فخر سے عقد کرے۔ سلطان تغلق اسی تلاشِ جستجو میں تھا کہ بعض مشہور افراد نے بیان کیا کہ رانا تل بھٹی کی دختر بچی صاحبِ حسن و جمال ہے اور ہر طرح کے محاسن سے آراستہ ہے۔

اُس زمانے میں خدا کی حکمت سے قومِ مینا و بھٹ کی تمام راجگی منصبِ آہر سے جو دیپال پور کے مضافات میں داخل ہے، متعین تھی اور جنگل کی زمین بھی اسی قطعہ ملک میں شامل تھی

اُس وقت قصبہ آہر کی حکومت سلطان تغلق کی جانب سے مورخ کے جد ملک سعد الملک شہابِ عفیف کے ذمے تھی۔

سلطان تغلق نے مورخ کے جد کے مشورے سے چند قاصد دانا رانا تل کے دربار میں روانہ کر کے نسبت کا پیغام دیا۔

قاصدوں نے سلطان تغلق کا پیغام پہنچایا اور رانا تل نے انتہائے غور و خجوت سے ناہموار کلماتِ زبان سے ادا کئے۔

اس خبر سے سلطان تغلق کو اطلاع ہوئی اور اُس نے سعد الملک سے مشورہ کیا۔ بجدِ قیل و قال کے بعد یہ طے پایا کہ رانا تل کی تلوندی میں قیام کر کے اُس سے سالانہ مالِ طلب کرنا چاہئے اور ایک ہی دفعہ کر کے مان لینا چاہئے۔

دوسرے روز سلطان تغلق رانا تل کی تلوندی کو گیا اور سالانہ نقدِ قسم معین طلب کیا۔ تمام مقدم و چودھری ملک کے طلب کئے گئے اور اُن پر زرد و کوب

ہونے لگی اور تمام مال نقد طلب کیا گیا۔

رانائل کا تمام ملک عاجز ہو گیا اور خلعت خدا تلف ہونے لگی۔

یہ زمانہ سلطان علاء الدین کے عہد حکومت کا تھا جس کی وجہ سے اہل ملک زیادہ شور و شغب نہ کر سکے۔ غرض کہ دو تین روز گزرنے کے بعد رانائل کی عسایا بیحد تنگ ہوئی۔

ایک صادق و راست گوشخص نے موثر عفیف سے خود بیان کیا کہ اس سختی کے عالم میں رانائل کی مادر جو ضعیفہ عورت تھی شام کے وقت سلطان تغلق کی سختی و شدت کی وجہ سے گریہ کنال رانائل کے محل میں گئی اور ناامیدی کے کلمات زبان سے نکالے اور زار زار رونے لگی۔

ایسی حالت میں رانائل کی دختر سعید یعنی سلطان فیروز کی مادر مہربان صحن خانہ میں کھڑی تھی۔

دختر نیک اختر نے جدہ کو گریہ کی حالت میں دیکھ کر فریاد و زاری کا سبب دریافت کیا۔

رانائل کی مادر نے جواب دیا کہ یہ گریہ وزاری تیری وجہ سے اور تیری جان کے لئے ہے۔ اگر تو اس کا سبب نہ ہوتی تو سلطان تغلق ہمارے ملک کی رعیت پر یہ سختی نہ کرتا۔

راوی راست گفتار کا بیان ہے کہ دختر نے یسین کو جواب دیا کہ اے جدہ اگر میرے سپرد کرنے سے خلعت کے سر پر سے بلا ملتی ہے اور تمھاری بیشمار رعیت کو نجات حاصل ہوتی ہے تو اُن کا پیغام قبول کر لینا چاہیئے۔

اس سے پیشتر ایک دختر کو مغل اپنے ہمراہ لے گئے تھے۔

مادر رانائل اپنے فرزند کے پاس گئی اور دختر کا قول بیان کیا۔

رانائل نے بھی اسی میں خیر دیکھی اور دختر کی رائے کے مطابق عمل کرنے کا ارادہ کیا۔

اس راز کو جد موثر سے بیان کیا اور سلطان تغلق کو پیغام دیا کہ رانائل اپنی دختر سپہ سالار رجب کو دینے کے لئے تیار ہے۔

غرض کہ اس کار خیر سے فراغت ہوئی اور دختر تک ساعت میں دیپال پور لائی گئی۔ یہ دختر یعنی مادر سلطان فیروز رائے تل کے یہاں بی بی نالہ کے نام سے مشہور تھی لیکن سپہ سالار رجب سے نکاح ہونے کے بعد سلطان تغلق نے بی بی کد بانو کے نام سے موسوم کیا۔

غرض کہ عقد کے چند سال بعد بی بی کد بانو حاملہ ہوئی اور دس ماہ گزرنے کے بعد وقت سعد و روز مبارک میں سلطان فیروز شاہ عدم سے عالم وجود میں آیا۔ فیروز شاہ کے روز تو کہ تغلق شاہ نے خلق خدا کو بخشش و انعام سے مالا مال کیا۔ مورخ کے جدا بھی معنی شمس شباب عنیف بھی اُسی روز پیدا ہوئے۔ مورخ کے بزرگوں کی عورات کی اُس زمانے میں دیپال پور میں سلطان تغلق کے محل میں آمد و شد تھی اور محذومہ جہاں کے حضور میں حاضر ہوتی تھیں۔

بارہ مورخ کی پردادی نے بیان کیا ہے کہ میں گاہ گاہ سلطان فیروز کو اپنا دودھ پلاتی تھی اور اس طرح خود سلطان فیروز شاہ نے بارہ مورخ کے والد ماجد کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ہے کہ میں نے ان کی جدہ کا دودھ پیسا ہے۔

مختصر یہ کہ سلطان فیروز شاہ پیدا ہو کر ہفت سالہ ہوئے۔ خدا کی شیت کے مطابق سپہ سالار رجب نے وفات پائی۔

اُس روز سلطان تغلق کو جید رنج ہوا۔

راست گفتار راویوں کا بیان ہے کہ عین اس عالم میں سلطان فیروز کی ماں گریہ وزاری میں جیسا کہ عورات کا قاعده ہے، مصروف تھی اور رو رو کر یہ کہہ رہی تھی کہ یہ کون روز مصیبت پیش آیا، میں اس بچے کی کیونکر پرورش کر سکوں گی اور اس یتیم فرزند کا کیا حال ہوگا۔

سلطان فیروز کی فخرزدہ مادر کا بیان سلطان تغلق نے بھی سنا اور کلمات تسکین خود اپنی زبان سے ادا کئے اور بیحد دلداری کے بعد کہا کہ تم غم نہ کرو۔ یہ بچہ میرا فرزند ہے اور میرا جگر گوشہ ہے، جب تک کہ خدا کے فضل و کرم سے میری حیات باقی ہے کسی اندیشہ و فکر کا مقام نہیں ہے۔

غرض کہ بی بی کد بانو کے بطن سے صرف ہی ایک فرزند سلطان فیروز پیدا ہوا۔

اس کے علاوہ کوئی پسر و دختر قتل نہیں ہوئے۔

یہ امر جو مشہور ہے کہ ملک قطب الدین بھی سلطان فیروز شاہ کا برا دوست تھا درست و صحیح ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ ملک قطب الدین سپہ سالار و جہ کی دوسری زوجہ کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ اسی طرح ملک نائب باریک بھی فیروز شاہ کا علاقائی بھائی تھا جو دوسری ماں سے پیدا ہوا تھا۔

مختصر یہ کہ سلطان فیروز شاہ ہفت سالہ پسر تھا کہ باپ کا سایہ سر پر سے اٹھ گیا۔ فیروز شاہ نے آئین تاجدار کی قوانین جہانداری کی سلطان تغلق و سلطان محمد دو بادشاہ سے پائی ہے۔

سلطان تغلق و سلطان محمد ہر دو فرماں روا امور سیاست میں فیروز شاہ کے بادی و استاد تھے۔ امور جہانداری کی بابت تانہا رخاں نے باریہ کہا ہے کہ ہمارے گردہ میں جہانداری کے جو اسرار سلطان فیروز شاہ کے سینے میں محفوظ ہیں ہم میں سے کسی کو اس کا خیال بھی نہیں آ سکتا۔ غرضیکہ سلطان فیروز شاہ کی ولادت کا صحیح حال یہ ہے جو مورخ نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے۔

دوسرا مقدمہ

سلطان فیروز شاہ کا سلطان تغلق و سلطان محمد سے مراسم تاجداری کی تمیم حاصل کرنا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ سلطان تغلق کے جلوس کے وقت چار دو ہالہ تھا اور سلطان تغلق نے ساڑھے چار سال حکمرانی کی۔

اس مدت حکومت میں فیروز شاہ ہمیشہ سلطان تغلق کی خدمت میں حاضر رہا۔

آئین جہانداری و قوانین شہریاری کے جس قدر احکام سلطان تغلق نے نافذ فرمائے فیروز شاہ نے اپنے الہام الہی کی برکت سے تمام و کمال سمجھے اور یاد کر لئے۔

سلطان تغلق کا دور حکومت ختم ہوا اور دہلی کی عنان حکومت سلطان محمد کے ہتھ میں آئی۔

سلطان محمد نے تخت حکومت پر جلوس کیا اور سلطان محمد کے جلوس کے وقت فیروز شاہ کا سن اٹھارہ سال کا تھا۔

سلطان محمد نے فیروز شاہ کو نائب امیر حاجب مقرر کر کے نائب بارکب کا خطاب عطا کیا اور بارہ ہزار سوار فیروز شاہ کی ماتحتی میں مقرر کئے۔

سلطان محمد فیروز شاہ پر بے حد مہربان تھا اور اُس کی شفقت و عنایت کا یہ عالم تھا کہ معاملات ملکی میں جو ہمتا اُس کے روبرو پیش ہوتے اُن سے لکنا یہ و اشارہ میں سلطان فیروز شاہ کو لکھا کرتا۔ سلطان محمد فیروز شاہ کو ہر وقت اپنے روبرو رکھتا۔

فیروز شاہ اُس زمانے میں بھی تمام خلق خدا پر لطف و کرم کرتا اور اپنے بے پایاں احسان سے مخلوق کو شاد و مطمئن کرتا۔

فیروز شاہ ہر حاجت مند کی حاجت کو پورا کرتا اور اہل احتیاج کی ضروریات پورا کرنے میں ایک لمحے کا توقف بھی نہ کرتا۔

جس وقت کہ سلطان محمد شاہ نے خدا کی توفیق سے دہلی کی سلطنت کو چار حصوں میں تقسیم کیا، جیسا کہ مورخ عقیف نے سلطان محمد کے حالات میں شرح و تفصیل سے بیان کیا ہے تو سلطان محمد شاہ نے ایک حصہ ملک فیروز شاہ کے بھی سپرد کیا تاکہ فیروز شاہ آئین و قواعد جہانداری میں پختہ کار ہو جائے۔

بزرگوں نے اس امر کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ ہر شخص ایک معاملے کو انجام دے سکتا ہے وہ تمام مملکت کے ہمتا کو بخوبی حل کر سکتا ہے۔

سلطان محمد نے اپنی معاملہ فہمی سے ملک کا چوتھا حصہ سلطان فیروز کے حوالے کیا تاکہ توفیق الہی و عنایت ایزدی سے یہ حکومت آئین جہانداری میں فیروز شاہ کی ہادی و اُستاد ثابت ہو۔

عوام کا یہ قول کہ سلطان محمد فیروز شاہ پر بیحد سختی کرتا تھا بالکل صحیح ہے اور یہ کہ سلطان محمد بیشتر اوقات فیروز شاہ سے سنت و مشقت کرتا تھا درست و راست ہے۔ لیکن سلطان محمد کے یہ شائد اس لئے نہ تھے کہ اس کو فیروز شاہ کے ساتھ کسی قسم کی مخالفت یا عداوت تھی، اس لئے کہ اگر یہ فعل حسد و عداوت پر مبنی ہوتا تو سلطان محمد فیروز شاہ کو اپنے سے دور کر دیتا۔

چونکہ سلطان محمد صاحب جاہ و جلال و فہم و فراست تھا اور اس بادشاہ کے ہر رگ و پے میں عقل و دانش سرایت کر گئی تھی سلطان محمد نے مملکت دہلی میں ہر قسم کے عمدہ قواعد سے عالم اہل عالم کو مستفید فرمایا۔ ان تمام شائد سے سلطان محمد کا مقصد یہ تھا کہ سلطان فیروز شاہ معاملات جہانداری میں پختہ و ماہر ہو جائے۔ چنانچہ سلطان فیروز شاہ سلطان محمد کی وفات کے وقت پینتالیس سال کا جوان کامل ہو چکا تھا۔

تیسرا مقدمہ

جلوس فیروز شاہی کی تفصیل

منقول ہے کہ سلطان محمد شاہ نے اس جہان فانی سے رحلت کی اور مغلوں کے ایک گروہ نے لشکر گاہ کو غارت و تباہ کیا اور ملک کے تاراج کرنے پر متوجہ ہوئے۔

ایسی نازک حالت میں تمام خوانین و لوگ و نیز تمام علماء و مشائخ نے جو سلطان محمد کے ہمراہ مقتوم میں مقیم تھے، مجلس شوریٰ منعقد کی۔

ان تمام بزرگوں نے یہ طے کیا کہ بغیر امام کے چارہ کار نہیں ہے۔

ظاہر ہے کہ شہر دہلی بیحد دور ہے اور اس عالم میں یہ حادثہ واقع ہوا کہ سلطان محمد نے جنت کی راہ لی اور مغلوں کا گروہ ہمارے مقابلے میں آکر بنگاہ کو تباہ و برباد کر رہا ہے۔

منکوں کا ایک گروہ لشکر کاہ کو تباہ کر کے ہمارے قریب اس طمع و حرص میں مقیم ہے کہ شاید اس کامیابی کے بعد اُن کو مزید فائدہ پہنچے اور اُن کی فارتگری میں اضافہ ہو۔

غرضیکہ سلطان محمد کے اعیان دولت نے مشورہ کیا اور خوانین و امرا و نیز علماء و مشائخ ہر دو دینی و دنیاوی گروہ نے ملے کیا کہ سلطان فیروز شاہ کو بادشاہ تسلیم کر کے جہانداری کی عنان دولت اُس کے ہاتھ میں دیں۔ سلطان فیروز خوفِ الہی کی وجہ سے اپنے کو امانت جہانداری کا اہل نہ خیال کرتا تھا۔

فیروز شاہ نے خوانین و مشائخ سے کہا کہ میں نے طوافِ خانہ کعبہ کا ارادہ کیا ہے مجھ کو اس منصبِ حلیل سے معاف رکھو۔

سبحان اللہ! ابتداء ہی میں سلطان فیروز شاہ کی جہانداری کی گفتگو مشائخ کرام کے طریقہٴ تحکیم کے موافق تھی۔

واقعہ یہ کہ امامت طریقت میں یہ ایک شرط ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ بعض پیران طریقت اپنی رحلت و وصال کے وقت اپنے کسی مرید کو اپنی بجائے تحکیم سے مرشد بناتے ہیں اور اپنا سجادہٴ طریقت اُس مرید کے حوالے کرتے ہیں۔ مرید صادق ارشاد کے باعظیم کے اٹھانے سے انکار کرتا ہے لیکن مرشد اُس کو اپنا صاحب سجادہ مقرر کر کے طاعت فرماتا ہے۔

اس قسم کے خرقے کو اصطلاح مشائخ میں خرقہٴ تحکیم کہتے ہیں

یہ امر واضح رہے کہ اس خرقہٴ تحکیم کا ارباب طریقت میں سید بلند پایہ و مرتبہ ہے۔

اسی طرح سلطان محمد کے بعد امامت جہانداری و منصبِ حکمرانی کے لئے تمام خانان و ملوک و قضاة و علماء و مشائخ نے جو مکتعہ میں سلطان محمد کے ہمراہ تھے، سلطان فیروز پر یعنی ایک ہی رائے پر اتفاق کیا اور تمام حضرات نے سلطان فیروز کو بادشاہ تسلیم کیا۔ لیکن خود فیروز شاہ نے اس بارگراں کے اٹھانے سے انکار کیا۔ اس امر سے واضح ہوتا ہے کہ یہ صفت صرف اولیاء اللہ میں پائی جاتی ہے نہ کہ اختیار میں۔

ظاہر ہے کہ امامت جہانداری کا باریج مشکل ہے اور اس کی بابت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر فرماں روا سے اس کی ثنیت کی بابت سوال کیا جائے گا۔
غرض کہ ہر شخص نے اس رائے سے اتفاق کیا اور اس رائے کو ہر فرد بشر نے پسند کیا۔

اس واقعے کی اطلاع دختر سلطان تغلق المعروف بہ خداوندزادہ کو جو لشکر کے ہمراہ تھی ہوئی اور سلیم نے خوانین و ملوک کو پیغام دیا کہ میرے فرزند خسرو ملک کی موجودگی میں نائب امیر حاجب کو فرماں روا تسلیم کرنا زیبا نہیں ہے سلطان تغلق میرا پدر اور سلطان محمد میرا برادر حقیقی تھا اس نسبت سے میرے فرزند کی موجودگی میں غیر کو حق وراثت نہیں پہنچتا۔

بعض راویوں نے بیان کیا ہے کہ خداوندزادہ نے اس موقع پر کلمات نامنرا بھی اپنی زبان سے نکالے۔ تمام ملوک و خوانین کو خداوندزادہ کے پیغام سے اطلاع ہوئی اور ہر شخص یہ پیغام سن کر بے حد غضب آلود ہوا۔ تمام امرا و مشائخ نے اتفاق کر کے ملک سیف الدین خوجو کو خداوندزادہ کے پاس روانہ کیا۔
ملک مذکور مشہور زمانہ امیر تھا اور اس کی عادت تھی کہ سید زور و مہابت کے ساتھ راست گفتاری سے کام لیتا تھا۔

ملک سیف الدین خداوندزادہ کے پاس گیا اور نرم کلمات میں صاف صاف اس سے کہا کہ اے عورت اگر ہم فیروز شاہ کی موجودگی میں تیرے فرزند کو بادشاہ تسلیم کرینگے تو تجھ کو اپنے گھر کا منہ دیکھنا نصیب ہو گا اور نہ ہم اپنے زن و فرزند کے دیدار سے شاد ہونگے۔
تیرا فرزند لائق جہانداری نہیں ہے اور اس سے فرمانروائی کا بار نہ اٹھے گا۔

ہم فی ملک میں مقیم ہیں اور ہمارے دشمن یعنی منغل ہمارے سر پر سوار ہیں اگر اس لشکر سے اپنی نجات کی طالب ہے تو ہماری رائے سے اتفاق کر، ہم وعدہ کرتے ہیں کہ فیروز شاہ کا مرتبہ و خطاب یعنی نائب بابر بھی کا عہدہ تیرے فرزند کو عطا کریں گے۔

ملک سیف الدین کی اس گفتگو سے خداوندزادہ خاموش ہو گئی اور ملک سیف الدین نے واپس ہو کر تمام افراد کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔

غرض کہ تمام خوانین و ملک نے بالاتفاق سلطان فیروز شاہ کو بادشاہ تسلیم کیا اور تاتار خاں جو اس مجمع میں سب سے زائد ضعیف العمر تھا کھڑا ہوا اور اُس نے زور کر کے سلطان فیروز کا بازو پکڑا تاکہ اُس کو زبردستی تخت سلطنت پر بٹھائے۔ اس موقع پر سلطان فیروز شاہ نے کہا اگر یہ بلائے عظیم تم میری گردن میں آویزاں کرتے ہو تو تھوڑا صبر کرو تاکہ میں وضو کر لوں۔ فیروز شاہ نے وضو کر کے دو گانہ نماز ادا کیا۔ فیروز شاہ نے سرنیا ز زمین پر رکھ کر خدا کی بارگاہ میں دعا کی۔ فیروز شاہ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور وہ کہہ رہا تھا کہ خداوند اہل ممالک کا اطمینان و رفاہیت اور عالم کا انتظام و توفیق جہان داری انسان کے اندازہ قوت سے باہر ہے۔ نظام عالم کا انحصار تیرے حکم پر ہے۔ خداوند اویسی قوت و پناہ ہے۔

فیروز شاہ کی گفتگو کے بعد اُس کے سر پر تاج جہان داری رکھا گیا۔ اس کثیر مجمع نے جو اس جشن مجلس میں شریک تھا، مورخ عقیف نے روایت کی ہے کہ فیروز شاہ نے خلعت شاہی جامہ ماتم کے روپر پہنا۔ ہر چند سلطان محمد کے امراء خوانین نے اصرار کیا کہ جامہ ماتم دور کیا جائے لیکن فیروز شاہ نے قبول نہ کیا اور کہا کہ اگرچہ صحت ملکی کے اعتبار سے میں نے خلعت شاہی پہنا ہے لیکن اس کی وجہ سے میں جامہ ماتم نہیں اتار سکتا، اس لئے کہ سلطان محمد میرا آقا و مربی اور ہر حالت میں میرا بہنہ تھا۔ میری تو دلی آرزو یہ تھی کہ طواف کعبہ کی سعادت حاصل کر دوں۔ چونکہ آپ صاحب اصرار کے ساتھ مجھ کو مانع آئے اس لئے میں نے مجبوراً اس منصب کو قبول کر لیا۔ میرے حق میں یہی بہتر ہے کہ جامہ شاہی کو لباس ماتم کے اوپر پہنوں۔

غرض کہ سلطان فیروز شاہ نے خلعت بادشاہی پہنا اور سواری کے لئے ہاتھی حاضر کیا گیا۔

درگاہ شاہی کے نقیبوں اور چاؤشوں نے آواز سلامت بلند کی اور شادیانے کے نقارے بجنے لگے۔ تمام خلوق مسرت و شادمانی میں مشغول ہوئی اور ہر شخص نشاط و خرمی کا متوال بن گیا۔

فرض کہ سلطان فیروز نے اوّل کام یہ کیا کہ بشیر ابرو حشم کو حاضر کرے جس کی وجہ سے اس شخص کو عمارت کا عہدہ عطا ہوا۔

واضح ہو کہ فیروز شاہ نے چوبیس محرم ۸۵۲ھ میں تخت پر جلوس کیا۔ سلطان فیروز شاہ اُسی طرح پیل سوار حرم شاہی کے اندر گیا اور خداوند زادہ کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ خداوند زادہ نے فیروز شاہ کو سینے سے لگایا اور سلطان تغلق و سلطان محمد کی یادگاری کلاہ جس کی قیمت ایک لاکھ تنگہ تھی اپنے ہاتھ سے فیروز شاہ کے سر پر رکھی۔

فیروز شاہ حرم سرا سے باہر نکلا اور مغلوں کو اطمینان حاصل ہوا۔

چوتھا مقدمہ

سلطان فیروز شاہ کا مغل قوم سے جنگ کرنا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ کے جلوس سے خلعت خدا ہی خوش و مطمئن ہوئی، لیکن باوجود اس کے تمام افراد مغلوں کے لشکر کے خوف سے لرزہ بر اندام تھے مغلوں کے لشکر نے بنگاہ شاہی کو تاراج و برباد کر دیا تھا۔

باوجود اس تباہی کے حریف کی فوج نے بھی اپنی قیامگاہ دہلی کے لشکر کے جوار میں مقرر کی تھی اور ہر وقت کمین گاہ میں تھی۔

تمام خوانین و لوگ جمع ہوئے۔

سلطان فیروز نے ارادہ کیا کہ مغلوں سے جنگ کرے اور تمام پہلوانان زمانہ و دلیران لشکر و غازیان خانان ملک دلاور اور جنگجو افراد و نیز تمام سواروں اور پیادوں نے جسم پر ہتھیار لگائے اور گھوڑوں پر چار جامہ کسا۔ مہیب ہاتھی آراستہ آگئے گئے اور تمام سوار و پیادوں کی جستہ ارفوج حاضر ہوئی۔

سلطان فیروز شاہ مغلوں پر حملہ کیا اور طرفین میں شدید خونریز جنگ واقع ہوئی

اور ہر فریق نے فتح حاصل کرنے کی جید کوشش کی۔
خدا کی مدد اور اس کے حکم سے ونیز فیروز شاہ کے اقبال سے مغلوں کو
شکست ہوئی اور حریف کے ہر سو اورو پیادہ کو جانی و مالی نقصان پہنچا۔
سلطان فیروز شاہ کو غیبی فتح نصیب ہوئی اور خلعت کے لئے رفاہ و شادمانی
کے دروازے کھل گئے۔ تمام خلعت بازار بزرگ میں جہاں کہ مغل اسیر تھے
جمع ہوئی۔

بادشاہ نے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا اور مغلوں نے جید دقت و خرابی
سے اپنی جان بچائی۔
یہ اول فتح تھی جو فیروز شاہ کو نصیب ہوئی اور اس فتح سے تاغ ملک میں
غوشی و مسرت کا دور دورہ ہوا۔ سلطان فیروز شاہ تمام لشکر و فیل کے ہمراہ
دہلی واپس ہوا۔
اب مومن ملک و غولین شہر کے حالات معرض تحریر میں لاتا ہے۔

پانچواں مقدمہ

خواجہ یاز کا غلطی سے ایک طفل کو سلطان محمد کا پسیر کہہ کر بادشاہ بنانا

نقل ہے کہ جب سلطان محمد نے آخر بار دولت آباد کا سفر کیا تو چند امرا کو
دہلی میں قیام کرنے کا حکم دیا۔
ان امرا میں ایک ملک گیر تھا اور دوسرا قتلغ خاں اور سوم سلطان فیروز
جو اُس زمانے میں نائب امیر حاجب تھا۔ ملک گیر و قتلغ خاں نے سلطان محمد
کی وفات سے قبل ہی دنیا کو خیر باد کہا اور سلطان محمد نے فیروز شاہ کو
اپنے حضور میں طلب کر لیا۔

چونکہ دہلی کی سلطنت خالی تھی سلطان محمد نے خواجہ جہاں کو مکتعہ سے
دہلی روانہ کیا تاکہ خواجہ جہاں دہلی میں اُس کی نیابت کرے۔

بعض اور امرا بھی خواجہ جہاں کے ہمراہ تھے چنانچہ قوام الملک و ملک حسین و ملک حسام الدین اوزبک و ملک خطاب و دیگر اشخاص خواجہ جہاں کے رفیق طریق تھے۔

اس معاملے میں عام روایت تو یہ ہے کہ خواجہ جہاں کو معلوم ہوا کہ سلطان محمد نے وفات پائی اور تمام خائنین و ملوک و نیز مشائخ و اہل سلوک نے جو بادشاہ کے ہمراہ تھے سلطان فیروز شاہ کو حکمران تسلیم کر لیا ہے۔ خواجہ جہاں نے یہ اخبار سن کر پسر سلطان محمد کو دہلی میں تخت حکومت پر بٹھایا اور سلطان فیروز کے مقابلے میں صف آرا ہوا۔

خواجہ جہاں نے خلعت کو اپنا ہم خیال بنایا اور جنگ آزمائی کا ارادہ کیا لیکن عوام کی یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ مورخ عقیف نے مثل پارینہ داستان کے یہ قصہ مجلس عالی لشکراں سے یوں سنا ہے کہ سلطان محمد نے ٹھٹھہ میں وفات پائی اور خراسان کے امراء ہزارہ نے جو سلطان محمد کی امداد کو آئے تھے، بازار بزرگ کو تاراج کیا جیسا کہ مورخ عقیف نے سلطان محمد کے حالات میں مفصل بیان کیا ہے۔

مختصر یہ کہ غارتگری کے روز لشکر کے تمام اشخاص پر اگندہ ہو گئے اور ہر شخص کا جھڑپ سنگ سلایا اس جانب روانہ ہو گیا۔

سلطان فیروز شاہ نے تخت حکومت پر جلوس بھی نہ کیا تھا کہ اس وقت یلچ توئی توئی نام ایک غلام نے جس کو خواجہ جہاں نے اس سے قبل سلطان محمد کے حضور میں روانہ کیا تھا عین اسی عالم فساد میں لشکر سے جدا ہو کر دہلی روانہ ہوا۔

یلچ صحیح و سلامت دہلی پہنچا اور اس نے خواجہ جہاں سے بیان کیا کہ سلطان محمد نے وفات پائی اور مغلوں کے ایک گروہ نے لشکر پر حملہ کر کے بازار بزرگ و تمام باشندوں کو تباہ و برباد کر دیا۔

مغلوں کے اس حملے سے لشکروں ابتری پھیل گئی اور شدید غم و ریزی واقع ہوئی۔

یلچ مذکور نے یہ بھی بیان کیا کہ تانار خاں و ملک امیر حاجب یعنی فیروز شاہ

غائب ہو گئے ہیں۔ اس کا پتا نہیں ہے کہ غائب امرا منظر کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے یا قتل کئے گئے۔

اس کے علاوہ اکثر لوگ نے اس جنگ میں مرتبہ شہادت حاصل کیا۔ غرض کہ طبع مذکور نے یہ بیان کیا کہ سلطان محمد کے لشکر میں یہ حادثہ پیش آیا۔ واضح ہو کہ طبع مذکور مشہور غلام تھا۔ چنانچہ اہل دہلی آج تک اس کے نام سے واقف ہیں۔

خواجہ جہاں نے یہ واقعہ سنا اور سلطان محمد کی وفات اور سلطان فیروز شاہ کی عدم موجودگی پر صفت ماتم بچپائی اور سید افسوس و رنج کا اظہار کیا۔ واضح ہو کہ خواجہ جہاں اور سلطان فیروز شاہ میں اس درجہ محبت تھی کہ غیر شخص کو اس رابطہ اتحاد میں دخل نہ تھا بلکہ خواجہ جہاں نے فیروز کو اپنی زبان سے سرخو اندہ کہا تھا۔ خواجہ نے طبع کو راست گفتار خیال کیا اور اپنی رائے سے اجتہاد کر کے سلطان محمد کو بادشاہ خدا کی قدرت و حکمت سے خواجہ جہاں کا یہ فعل غلط ثابت ہوا۔

خواجہ جہاں نے سنا کہ ملک امیر حاجب زندہ ہے اور اس نے تخت حکومت پر جلوس کیا ہے۔ خواجہ جہاں اپنی رائے کی غلطی سے واقف ہوا۔ یہ امر کہ خواجہ جہاں حشم و لشکر کو جمع کرنا اور جنگ کی تیاری کرنا تھا یہ مصلحت ملکی کا تقاضا تھا۔

ظاہر ہے کہ ملکی معاملات و رسوم جہانداری میں کوئی فرد بھی اس وقت تک اپنی غلطی سے واقف نہیں ہوتا جب تک کہ ہر دو فریق کے درمیان صلح نہ ہو اور جب تک کہ اس خطرہ عظیم سے نجات نہ حاصل ہو انسان کو فکر و تدبیر سے غافل نہ ہونا چاہیے۔

غرض کہ خواجہ جہاں نے حیدر لشکر و حشم جمع کیا اور خلعت کو اپنے طبقہ ملازمت میں داخل کرنے لگا اور اس طرح تقریباً بیس ہزار سوار اپنے گرد جمع کر لئے۔

خواجہ جہاں نے اپنے ملازمین کو سجد مال و زر عنایت کیا۔ اگرچہ اس زمانے میں خوانہ ممور نہ تھا اس لئے کہ سلطان محمد نے اپنے بست و ہفت سالہ عہد حکومت میں بیشمار بخشش و عطا سے کام لیا تھا۔

چونکہ خزانے میں مال کم تھا اس لئے خواجہ جہاں نے سونا چاندی اور
نیز نقرہ و زرین آلات و اسباب لشکر کو تقسیم کیا۔
نقرہ و زر سے بھی کام نہ چلا تو خواجہ جہاں نے جواہرات دینے شروع کئے۔
خواجہ جہاں کی جود و عطا کی شہرت سن کر خلافت ہر چار جانب سے
اُس کے لشکر کی طرف متوجہ ہوئی۔ لیکن طرفہ ماجرایہ ہے کہ مخلوق خدا زرو جواہر
خواجہ جہاں سے حاصل کرتی اور دل سے فیروز شاہ کی شیدائی اور اُس کے لئے
دعا گو تھی۔

چھٹا مقدمہ

خواجہ جہاں کو سلطان فیروز شاہ کے جلوس کی خبر ہونا

خواجہ جہاں نے سلطان فیروز شاہ کے جلوس کی خبر سنی اور اپنی غلطی پر
اظہار افسوس کیا۔

ہر دو جانب خلافت مختلف گفتگو کرتی تھی۔
بعض اشخاص نے یہ خبر مشہور کی کہ خواجہ جہاں کا ارادہ ہے کہ اُن افراد کو
جن کے وابستگان دامن فیروز شاہ کے لشکر میں ہیں بادشاہ کے نواح دہلی میں پہنچتے ہی
منجینت کے پلے میں رکھ کر لشکر شاہی میں پھینک دے۔
بعض افراد یہ بیان کرتے تھے کہ خواجہ جہاں کا ارادہ ہے کہ بادشاہ سے
جنگ کرے۔

اس کے علاوہ یہ خبر بھی مشہور ہوئی کہ خواجہ جہاں نے دہلی سے روہتک تک
تیس کوس کے تمام قریے اور قصبے ویران و تباہ کر دئے ہیں۔

غرض کہ یہ تمام خبریں سلطان فیروز شاہ تک پہنچیں اور بادشاہ کو یہ معلوم ہوا
کہ خواجہ جہاں نے ایک شخص غیر کو سلطان محمد کا پسر مشہور کر کے بادشاہ تسلیم کر لیا ہے
اور یہ اخبار متواتر لشکر تک پہنچے تو تمام خاندان و ملوک نے بالاتفاق یہ کہہا کہ
کہ سلطان محمد کے کوئی فرزند نہ تھا۔

بادشاہ مرحوم کے محل میں سلطان تغلق کے ایام حکومت میں صرف ایک دختر پیدا ہوئی تھی خواجہ جہاں نے مرحوم بادشاہ کا فرزند کہاں سے پیدا کیا ہے۔ تمام صاحب عقل و فراست افراد خواجہ جہاں کی اس غلطی پر حیرت کرتے کہ باوجود اس سن و سال کے یہ امر جو اس کی ذات سے بعید ہے کیونکر ظہور پذیر ہوا۔ اس موقع پر سلطان فیروز شاہ اپنی دانائی و فراست سے برابر ہی فرماتا رہا کہ خواجہ جہاں کا ذات سے جو مجموعہ صفات ہے، اس قسم کی حرکات کا ظاہر ہونا بعید از عقل ہے۔

بادشاہ یہ فرماتا ہوا دہلی کی جانب سفر کر رہا تھا۔ تمام خاص و عام پیدل و پریشان سفر کر رہے تھے اور اس خیال میں تھے کہ دیکھیں کیا پیش آتا ہے۔

سلطان فیروز شاہ خدا کے فضل و کرم پر تکیہ کر کے اپنی بہات میں مشغول تھا اور تمام افسران و دل سے اس کے بھی خواہ و دعا گو تھے اور خدا سے اس کی فتح و نصرت کے لئے مناجات کر رہے تھے۔

اس کے علاوہ دہلی کی تمام مخلوق بھی سلطان فیروز شاہ کی آمد کا انتظار کر رہی تھی۔ ہر شخص چشم براہ تھا اور بادشاہ کے لشکر کا حال دریافت کرتا تھا۔ مختصر یہ کہ فیروز شاہ ملتان کے حدود میں داخل ہوا اور بادشاہ نے اس وقت تک خواجہ جہاں کی بابت ایک کلمہ بھی زبان سے نکالا تھا۔ بادشاہ نے ہرگز یہ نہ فرمایا کہ خواجہ جہاں نے بجائے موافقت کے مخالفت سے کام لیا۔

جو فوج و لشکر سلطان کے ہمراہ ٹھہرے میں مقیم تھا اس نے سفر میں بیحد مشقت اٹھائی تھی اور سلطان محمد کے جو دعوے سے خزانے میں روپیہ نہ تھا اور نیز یہ کہ لشکر مغل کی ایذا رسانی سے فوج کو بے حد نقصان پہنچا تھا اس لئے سلطان فیروز شاہ نے دل میں خیال کیا کہ اگر وہ خواجہ جہاں کے صحیح حال سے لشکر کو آگاہ کرے گا تو تمام افراد بادشاہ کی گفتگو کو اس امر پر محمول کریں گے کہ فیروز شاہ کے دل میں خواجہ جہاں کی طرف سے وہم پیدا ہو گیا ہے۔ غرض کہ باوجود ان مشکلات کے

کہ لشکر بیدار خستہ و ماندہ اور خزانہ خالی تھا اور فوج نے منکلوں کے ہاتھ سے کثیر نقصان اٹھایا تھا لیکن فیروز شاہ برابر دہلی کی طرف قدم بڑھا رہا تھا۔
بادشاہ قطعاً خاموش تھا اور اس کو یقین تھا کہ اگر ایک لفظ بھی خواجہ جہاں کی بابت زبان سے نکالے گا تو فوج کے اوپر بڑا اثر پڑے گا اور دو جدید خطرات پیدا ہو جائیں گے۔

اول یہ کہ مینوائی دیپچا رگی سے جو حالت کہ تباہ و شکستہ ہو گئی ہے اس میں اور اضافہ ہو گا، دوسرے یہ کہ فوج کی بددلی میں اضافہ ہو گا۔
انہیں وجوہ کی بنا پر سلطان فیروز شاہ نے امتنان کے حدود تک ایک لفظ بھی خواجہ جہاں کی بابت زبان سے نہ نکالا۔

ساتواں مقدمہ

سلطان فیروز شاہ کا ٹھکانہ سے دہلی روانہ ہونا

نقل ہے کہ جب سلطان فیروز شاہ نے خدا کے حکم سے ٹھکانہ سے دہلی کا سفر اختیار کیا تو اپنے ہمراہیوں سے سوال کیا کہ ہم کو کس راہ سے دہلی کا سفر اختیار کرنا چاہیے۔ ایک گروہ نے جواب دیا کہ گجرات کی راہ سے سفر کرنا مناسب ہے تاکہ اس مملکت کا خزانہ بھی ہمارے ہاتھ آجائے۔

سلطان فیروز شاہ نے جواب دیا کہ میرے عم نامدار سلطان تغلق نے خسرو خاں کو سزا دیے کی غرض سے دیپال پور کی راہ اختیار کی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے سلطان مرحوم کو فتح دی اور وہ دہلی پر قابض ہو گئے۔

ہم کو مرحوم بادشاہ کی تقلید میں دیپال پور کی راہ کو اختیار کرنا چاہیے۔ پورنگار کے لطف و کرم سے امید ہے کہ بادشاہ مرحوم کی تقلید کی برکت سے وہ ہم کو فتح عطا فرمائے گا اور ہم صحیح و سلامت دہلی پہنچ جائیں گے۔

اس رائے پر اتفاق ہوا اور فیروز شاہ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا روانہ ہوا۔

خلقت دہلی کو معلوم ہوا کہ سلطان فیروز شاہ بیل و لشکر کے ہمراہ ملتان و دیپال پور کی راہ سے دہلی آ رہا ہے۔

تمام مخلوق کے دل میں عیش و خوشی پیدا ہوئی اور بعض امرا و اعیان دولت خفیہ طور پر فیروز شاہ کی خدمت میں روانہ ہوئے اور فراریوں کی طرح بادشاہ کے دامن میں پناہ لی۔

اس فرار کی انتہا یہ ہوئی کہ اہل غنا و سرود کا طبقہ خواجہ جہاں سے جدا ہو کر فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

خواجہ جہاں نے یقین کر لیا کہ تمام مخلوق فیروز شاہ کی جانب مائل ہے اور ہر فرد فیروز شاہ کا کلمہ پڑھ رہا ہے۔ خواجہ جہاں اس واقعے سے بے حد حیران ہوا لیکن قطعاً خاموش و ساکت رہا اور مخلوق کی اس ادا کو برداشت کرتا رہا۔ اگرچہ خواجہ جہاں کے ہم خیال وہم مشرب اصحاب نے اُس سے کہا کہ طے سرفہ ماجرا ہے کہ مال و زر تو ہم سے حاصل کرتی ہے اور پناہ فیروز شاہ کے دامن سے لے رہی ہے۔ مگر بغیر اس قسم کے فراریوں کے فرزند و متعلقین سے اس کا تدارک کیا جائے تو یقین ہے کہ خلقت فراری ہونے سے باز رہے گی۔

خواجہ جہاں یہ تمام تقریر سننا اور خاموش تھا یہاں تک معاملے نے اس قدر شدت اختیار کی کہ اہل دہلی میں جو افراد کہ فرار پر قادر تھے اُن کا تو جسم و روح دونوں بادشاہ کے قریب تھے اور جو اشخاص کہ فرار کرنے پر قدرت نہ رکھتے تھے اُن کے قلوب بادشاہ کے قدموں پر نثار تھے ہر روز فیروز شاہ کے سفر کے حالات دریافت کرتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ مشیت الہی بھی عجب پر اسرار معاملہ ہے جس کی گہرے سمجھنے سے انسانی عقل قاصر ہے۔

چونکہ کاتب تقدیر نے روز ازل دہلی کی حکومت فیروز شاہ کے لئے مقدر فرمائی تھی بادشاہ کی جہانداری کے اسباب خود بخود پیدا ہونے لگے۔

اگرچہ فیروز شاہ پریشان حال و خستہ و ماندہ لشکر کے ہمراہ دہلی آ رہا تھا اور خواجہ جہاں کے زیر حکم بیس ہزار سوار موجود تھے اور اہل لشکر کے زن و فرزند و متعلقین

حصار دہلی کے اندر تھے لیکن برہنہم پروردگار نے بغیر تیغ زنی کے فیروز شاہ کو فتح عنایت کی۔

کیا شان الہی ہے حضرت پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحیح فرمایا ہے کہ انسان کے قلوب پروردگار کے قبضہ اقتدار میں ہیں وہ بدھ مناسبت خیال فرمائے اُس کو پھیرتا ہے۔

جب پروردگار عالم اپنے کسی بندے کو تقرب عنایت فرماتا ہے تو فرشتوں کو مطلع فرماتا ہے کہ میں نے فلاں بندے کو اپنا ولی بنایا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت جبریل کو حکم دیتا ہے کہ میرے اس بندے کی محبت جلد آجہائے روان میں جاری کرتا کہ جو شخص یہ پانی پیئے میرے بندے کی دوستی کے نشے سے سرشار ہو جائے۔

ظاہر ہے کہ یہ قطب پروردگار عالم کی قدرت کا ظہور تھا کہ تمام خلقت خدا فیروز شاہ کی ہی خواہ ہو گئی۔ ان افراد نے تمام اپنے اعزہ اپنے مکان اپنے زن و فرزند کو ہلاکت میں ڈالا اور اس قدر محنت و مشقت اختیار کی کہ اپنی جیب سے اخراجات کے کفیل ہوئے اور اور سلطان فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

یہ تمام امور انسانی سعی و کوشش سے باہر ہیں اور ان کا ظہور محض خدا کے فضل و کرم کا کرشمہ ہے۔ چونکہ پروردگار عالم کی مرضی یہ تھی کہ دارالملک دہلی چالیس سال کا مل اسی بابرکت والی کی حکومت سے بہرہ مند ہو اور خلق خدا ایک مدت تک امن و امان سے زندگی بسر کرے اس لئے تقدیر الہی نے تمام اسباب حکمرانی خود بخود پیدا فرمادیئے۔ مختصر یہ کہ سلطان فیروز شاہ حدود ملتان میں پہنچا۔

بادشاہ نے قدم آگے بڑھایا تھا کہ طبع تون تون نام خواجہ جہاں کافر شاہ غلام دور سے نمودار ہوا سلطان فیروز نے اُس کو پہچان لیا اور اس موقع پر یہ فرمایا کہ دہلی سے چند سو آرہے ہیں۔

طبع قریب تر آیا اور اُس کی گردن میں پسر سلطان محمود کا فرمان آویزاں تھا۔ فیروز شاہ نے طبع کو دور سے دیکھا اور یہ معلوم کر لیا کہ یہ خواجہ جہاں کافر شاہ ہے۔

بادشاہ نے اپنی عنان دولت اُسی مقام پر روک کر فرمایا کہ شاید خواجہ جہاں
دُنیا میں باقی نہیں ہے۔

فیروز شاہ نے حکم دیا کہ طبع اُسی مقام پر روک دیا جائے اور اُس سے دریافت
کیا جائے کہ خواجہ جہاں سلامت ہے یا نہیں۔

بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی گئی اور خواجہ جہاں دہلی کے باشندوں کا حال
دریافت کیا گیا۔

طبع نے تمام واقعہ بیان کیا اور اُس کی گفتگو بادشاہ کے حضور میں عرض کی گئی۔

فیروز شاہ نے جواب دیا کہ خدا کا فضل و کرم درکار ہے خواجہ جہاں وغیرہ کیا کر سکتے ہیں۔
غرض کہ فیروز شاہ خدا کی عنایت و مہربانی سے ملتان میں داخل ہوا۔

بادشاہ نے شہر کے مشائخ کو انعام و نذر سے مسمون احسان بنایا۔

بادشاہ ابو دھین روانہ ہوا اور بندگی شیخ الاسلام فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ
کے روضہ مبارک کی زیارت سے پہرہ اندوز ہوا۔

صفحہ ۱۱

فیروز شاہ ابو دھین سے روانہ ہو کر قصبہ سرتی میں مقیم ہوا۔

واضح ہو کہ قصبہ سرتی دہلی سے نو دو کوس کے فاصلے پر آباد ہے۔

اس قصبے کے تمام صراف و بقال جمع ہوئے اور انھوں نے چند لاکھ تنگے
خدمتی کے طور پر بادشاہ کی خدمت میں پیش کئے۔

اس موقع پر بادشاہ نے فرمایا کہ تمھاری رقم خدمتی ہم پر قرض ہے انشاء اللہ تعالیٰ
دہلی پہنچ کر وہ رقم کو واپس کر دیا جائے گا۔

بادشاہ نے رقم عداد اسلک بشیر کے حوالے کر دی کہ شہر دہلی میں داخلے کے بعد
یہ رقم صرافوں کو واپس کر دی جائے۔ فیروز شاہ نے خدا کی توفیق سے تمام مال حشم و لشکر کو

عطا فرمایا جس کی وجہ سے لشکر کو خرچ کی طرف سے گو نہ اطمینان حاصل ہو گیا۔

اس موقع پر حضرت شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان فیروز سے
فرمایا کہ ملک ٹھٹھہ سے اس مقام تک دعا گو نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی اور

حضرت شاہ مع تمام لشکر کے پیغمبر و عافیت اس مقام تک پہنچ گئے اب اس مقام سے
میشتر کا حصہ ملک حضرت قطب الانام شیخ قطب الدین منور کی ولایت میں داخل ہے

اب جو کچھ مناسب ہو حضرت شیخ کو لکھا جائے۔
 سلطان فیروز نے یہی الفاظ باتنی میں حضرت شیخ قطب الدین نور کو لکھ کر
 روانہ کئے۔

بادشاہ نے حضرت شیخ کو لکھا کہ شیخ نصیر الدین محمود نے یہ فرمایا ہے اور
 اب مجھ کو آپ کے حوالے کیا ہے۔

حضرت شیخ قطب الدین نے جواب دیا کہ چونکہ حضرت شیخ نصیر الدین نے
 اس ضعیف کے حوالے کیا ہے اس لئے مجھ کو بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے
 امید ہے کہ دہلی بھی بادشاہ کے قبضے میں آجائے گی۔

حضرت شیخ نصیر الدین محمود نے یہ کلام اس لئے فرمایا تھا کہ شیخ قطب الدین نور
 کی بزرگی اہل عالم کو معلوم ہو جائے مگر نہ ان ہردو بزرگوار میں انتہائی محبت و اتحاد تھا اور
 نیز یہ کہ ہردو بزرگ ہم فرقہ تھے اور آخر میں کو بیچ چلے گئے۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ حضرت شیخ کے جواب سے سید مطمئن ہوا اور حضرت کی
 بشارت کا امیدوار ہو کر آگے بڑھا اور منتظر تھا کہ حضرت شیخ کی بشارت کا ظہور ہوا۔

آنکھوں مقدمات

قوام الملک یعنی خان جہاں کا فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہونا

منقول ہے کہ لتان و دیپال پور و سرستی وغیرہ دیگر مقامات کے باشندے
 تمام و کمال فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے غرض کہ ملک نامدار و فسرۃ امرا
 و پہلوانان جبری و بخت آور و لشکر و سوار وغیرہ ہر طبقہ و فرقہ کے اشخاص بادشاہ کی
 خدمت میں حاضر ہو گئے اور بھتیس راجگی تمام و کمال بادشاہ کے حلقہ اطاعت میں
 داخل ہو گئے اور فیروز شاہ کے گرد و کثیر جمع ہو گیا۔

فیروز شاہ نے ہر شخص سے شہر میں کلامی کی اور صاف و صریح طور پر ان کو
 عنایت شانہ کا امیدوار بنایا۔ بادشاہ ہر شخص سے زبان سے وعدہ کرتا اور دل سے

حضرت قطب الدین متوڑ کے ارشاد کا منتظر تھا اگرچہ دہلی کے تمام خاص و عام بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے تھے لیکن فیروز شاہ کو اطمینان نہ ہوتا تھا یہاں تک کہ قوام الملک یعنی خانبہاں نے حاضری میں سبقت کی۔
خانبہاں نے بیشتر اپنے حالات کے عرض فیروز شاہ کی خدمت میں روانہ کئے اور اپنی حاضری سے بادشاہ کو اطلاع دی اور بادشاہ کی یہی خواہی میں صدق دل سے ارادہ کر کے اپنی تمنا کا اظہار کیا
قوام الملک نے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔

فیروز شاہ بھی خانبہاں کو جواب ادا کرتا تھا اور اُس کی تمنا کے مطابق اُس کی تسکین کرتا تھا۔ شہر دہلی میں شور برپا ہو گیا کہ قوام الملک نے بادشاہ کی خدمت میں عرض روانہ کئے ہیں اور خود بھی امروز فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہو جائے گا۔

خواجہ جہاں نے آشکارا و خفیہ دلائل و نشانات سے معلوم کر لیا کہ قوام الملک فیروز شاہ کی خدمت میں روانہ ہونے والا ہے اور اُس نے ارادہ کیا کہ اُس کو گرفتار کرے۔

سبحان اللہ عجیب راز ہے کہ جس کے سمجھنے سے عقل انسانی قاصر ہے۔
ظاہر ہے کہ جب خدا کی مشیت یہ ہو کہ فیروز شاہ ملک میں حکومت کرے تو دوسرے کون ہے جو اُسے روک سکتا ہے۔

غرض کہ خدا کی حکمت بالغہ سے قوام الملک نے ارادہ کیا کہ دہلی سے روانہ ہو۔
قوام الملک نے اُس روز مقررہ مکان میں قیام کیا اور خواجہ جہاں بلائے ہزارستون مقیم تھا۔

غرض کہ قوام الملک ہزارستون کے نیچے آیا اور اُس نے ارادہ کیا کہ کو شک کے اوپر جائے۔

خواجہ جہاں کا ایک لازم کو شک کے بلائی جسے سے نیچے آ رہا تھا
اُس شخص نے قوام الملک کو دیکھ کر دانت کے نیچے اٹھکی دبائی اور آنکھوں کے اشارے سے کہا کہ محل کے اوپر جانا مصلحت سے بعید ہے۔

قوام الملک اُس شخص کا مطلب سمجھ گیا اور فوراً بالائی حصے کے پیش در میں اپنے کو لنگ بنا دیا۔

قوام الملک نے اپنے ایک شخص کو بھی خواجہ جہاں کے پاس روانہ کر کے اُس کو اپنی علالت سے آگاہ کیا اور کہا کہ میرے پاؤں میں ورم آ گیا ہے اور میں اپنے مکان سے آپ کے آستانے تک ہزار دقت آیا ہوں لیکن اب بالائے محل آنا میرے امکان سے باہر ہے۔

خواجہ جہاں نے یہ معلوم کر کے کہ قوام الملک الفاظ معذرت خود اپنی زبان سے ادا کئے ہیں، اپنے ایک ملازم کو دوڑایا تاکہ قوام الملک سے کہے کہ مجھ کو تم سے ایک اہم معاملے میں مشورہ کرنا ہے، میرے قریب تک ضرور آؤ۔

جب تک کہ خواجہ جہاں کا قاصد قوام الملک تک پہنچے، یہ امیر صحن کو شک میں پہنچ گیا۔

خواجہ جہاں کا ملازم قوام الملک تک پہنچا اور خواجہ جہاں کا پیغام اُس تک پہنچایا۔

قوام الملک نے جواب دیا کہ میں پاؤں کے درد سے ایسا بقیہ رہوں کہ مجھ کو اپنے سر و پا کا ہوش نہیں ہے، نماز صبح کے اوّل وقت آؤں گا۔

جب تک کہ خواجہ جہاں کے ملازم قوام الملک کا جواب اُس تک پہنچا، قوام الملک قبلہ رخ کے پیش در تک پہنچ چکا تھا۔

سلطان محمد تغلق کے عہد حکومت میں قوام الملک کے مکان کا زیرین حصہ قبلہ رخ تھا۔

قوام الملک اپنے مکان کے زیریں حصے میں آیا اور اُسی وقت اور اُسی چوڑوں پر سو رہو کر اپنے زن و فرزند و مصاحبین و تمام خدم و حشم کے ہمراہ روانہ ہو کر دروازہ میدان پر آیا۔ دربان نے ارادہ کیا کہ دروازہ بند کرے لیکن تاج محل جہاں دروازے اور کھولنے والوں نے خوں فشاں تلواریں نیام سے نکالیں۔

دربان دروازہ بند نہ کر سکا اور قوام الملک آہستہ آہستہ فیروز شاہ کی خدمت میں روانہ ہوا اور فیروز شاہ تہمتی سے آگے بڑھا۔ قوام الملک نے چند منزل راہ طے کر کے

منزل آکر میں نے بادشاہ سے ملاقات کی اور سعادت قدم ہنگام سے بہرہ اندوز ہوا۔
 اسی روز شاہزادہ فیروز خاں کے محل میں فرزند پیدا ہوا۔
 فیروز شاہ کو اس مقام پر دو خوشی حاصل ہوئیں، ایک تو املاک کی حاضری
 اور دوسرے شاہزادے کے مکان میں تولد فرزند۔
 بادشاہ نے اس مقام پر ایک شہر بزرگ کو بسایا اور اُس کو فتح آباد کے نام سے
 موسوم کیا۔
 فیروز شاہ نے فرزند کا بھی فتح خاں نام رکھا۔
 اُس روز تو املاک بادشاہ کے حضور میں امیدوار کمیت حاضر ہوا اور فیروز شاہ
 نے اس امیر کو شانہ نوازش سے سرفراز فرمایا۔

نواں مقدمہ

خواجہ جہاں کا فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہونا

نقل ہے کہ خواجہ جہاں نے سنا کہ تو املاک اُس کی اطاعت سے منحرف
 ہو کر فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔
 مورخ مصنف شمس سراج عینف نے اُن اشخاص سے جو اس موقع پر
 جمع تھے، بیان کیا ہے کہ خواجہ جہاں نے یہ معلوم کر کے کہ تو املاک مرغان ہوائی
 کی طرح پرواز کر کے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا تو یہ امیر صرف ایک پیرزن تان پر
 اور برہنہ سر تسبیح ہاتھ میں لئے ہوئے اور دونوں ہاتھ پیٹھ سے پیچھے باندھے ہوئے
 نہایت فکر مند و پریشان بالاے ستون آمد و رفت کر رہا تھا۔
 جو اشخاص کہ اس معاملے میں خواجہ جہاں کے رفیق طوق اور شیر تھے انہوں نے
 بار و گراں کی گفتگو شروع کی اور اس امیر سے کہا کہ اگر آپ حکم دیں تو ہم تو املاک کا
 تعاقب کریں اور دیکھیں کہ پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔
 خواجہ جہاں نے اس تقریر کا کچھ جواب نہ دیا۔

چونکہ خواجہ جہاں معاملہ فہم، عاقل و کامل وزیر تھا اُس کو یقین ہو گیا کہ حکمت خداوندی و تقدیر الہی کا تقاضا یہی ہے کہ سلطان فیروز شاہ تخت حکومت پر بیٹھ کر دہلی کا مالک و فرماں روا ہو۔

خدا کی اس مشیت کو کون بدل سکتا ہے اور کس انسان و ملک میں یہ قدرت ہے کہ فیروز شاہ کو نقصان چنپائے۔

چونکہ خواجہ جہاں کی قسمت میں مرتبہ شہادت مقدر تھا تمام اسباب شہادت خود بخود ہتھیا ہو گئے

خواجہ جہاں نے دل ہی دل میں اس معاملے میں غور کیا اور یہ طے کیا کہ میرا فعل حکمت و صداقت سے بے بیہوشی اور چونکہ معاملے کی حقیقت بھی باطل و غلط ہے میری کوشش سے اس کا روبرو ہونا مشکل ہے اس لئے بہتر یہی ہے کہ میں بھی سلطان فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی غلطی کا تدارک و تلافی کروں اس کے بعد جو منظور خدا ہے اُس کے ظہور کا منتظر ہوں۔

مختصر یہ کہ قوامِ مملکت پنجشنبے کے روز دہلی سے روانہ ہوا تھا اور اُسی روز منزل اسماعیل میں جو دہلی سے چوبیس کوس کے فاصلے پر آباد ہے فرکش ہوا۔ خواجہ جہاں جیسے کے روز دہلی سے روانہ ہو کر حوضِ علائی کے جوار میں مقیم ہوا۔ تمام لوگ و امرا جو خواجہ جہاں کے رفیق و ہم خیال تھے حوضِ علائی کے قریب اُس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چنانچہ ملک حسن و ملک حسام الدین ازبک وغیرہ خواجہ جہاں کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن یہ امیر حیران تھے کہ خواجہ جہاں نے کس قسم کا ارادہ کیا ہے۔

ان امرائے اس حیرانی کے عالم میں خواجہ جہاں سے دریافت کیا کہ آپ تو فیروز شاہ سے ملاقات کا ارادہ رکھتے ہیں؟ ہماری بابت کیا ارشاد ہوتا ہے۔

خواجہ جہاں نے ان امر کو جواب دیا کہ آپ حضرات کو بخوبی معلوم ہے کہ پسر سلطان محمد کو بادشاہ تسلیم کرنے میں میری کوئی ذاتی غرض نہ تھی اس لئے کہ میثاقی کا مقام تاجدارانِ عالم کا حق ہے اور وزارت کا منصب و ذرا کے لئے موزوں ہے۔ اگر تاجدار و ذرا کے منصب کی اور وزیر بادشاہانِ عالم کے مرتبے کی

خواہش و آرزو کریں تو قلیل ہی مدت میں ملک خراب و تباہ ہو جائے گا۔
مجھ کو یہ معلوم ہوا کہ سلطان محمد نے وفات پائی اور مغلوں نے لشکر کو
ناخت و تاراج کیا اور اسی ہنگامے میں تاتار خاں اور فیروز شاہ غائب ہو گئے ہیں
اس لئے میں نے ملک کا انتظام برقرار رکھنے اور رعایا کو مطمئن کرنے کے لئے یہ
غلط راہ اختیار کی جس میں مجھ سے یہ واقع ہو گیا۔
خلائق نے ہر دو جانب مختلف گفتگو شروع کی ورنہ مجھ کو مرتبہ سلاطین سے
کیا نسبت ہے۔

اس کے علاوہ سلطان محمد کے عہد حکومت میں میں نے فیروز شاہ کو
پر خواندہ بنایا تھا اور میرے تمام متعلقین پر وہ فیروز شاہ کے سامنے آتے تھے۔
فیروز شاہ خود بھی مجھ کو پدر مہربان کہتا اور خیال کرتا تھا لیکن میری سمجھ میں
نہیں آتا کہ اب خدا کی کیا مشیت ہے اور پردہ غیب سے کیا ظاہر ہونے والا ہے۔
تم سب میرے ہمراہ رہو اور مجھ سے جدائی نہ اختیار کرو۔
میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ فیروز شاہ کی فطرت بجد نیک ہے اور وہ میرے
معروضے کے مطابق تم سب کو امان دے گا۔

خواجہ جہاں نے یہ راز نہاں اپنے رفقا سے ظاہر کیا اور ہر شخص خواجہ جہاں
کی اس نرمی پر رویا۔ اس زمانے میں خواجہ جہاں کی عمر اتنی سے متجاوز ہو چکی تھی اور یہ
امیر پر عمر ہو گیا تھا۔
خواجہ جہاں نے حلقہ کر لیا تھا اور حضرت نظام الدین محبوب الہی کا
مرید ہو چکا تھا۔

مختصر یہ کہ ان امرائے خواجہ جہاں کی فکرا نگیز گفتگو سن کر عرض کیا کہ اگر آپ
حکم دیں تو ہم بھی اپنی رائے ناقص کا اظہار کریں۔
خواجہ جہاں نے ان امرائے گفتگو کی اجازت دی اور امیسروں نے عرض کیا
آئین ملکی و قواعد جہاندارمی میں پدری و پسر کی تعلقات کو مطلقاً دخل نہیں ہے
اور کسی شخص کی غلطی اور اس کا سہواؤس کے حق میں مفید نہیں ہو سکتا اس لئے کہ
بادشاہوں کے طرز و روش کے خلاف ہے۔

فیروز شاہ اگرچہ نیک فطرت ہے لیکن یقیناً یہ کہ وہ اس معاملے میں روش سلاطین کے خلاف نہ کرے گا۔

خواجہ جہاں نے کہا کہ اگر میں واپس ہو جاؤں اور حصار دہلی میں پناہ اختیار کروں تو ممکن ہے کہ فیروز شاہی لشکر قلعے کا محاصرہ کر کے حصار پر قبضہ کرے اور مسلمانوں کی عورت پر دہ نشین نا اہل افراد کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر بے عزت ہوں اور میں اس پیرانہ سالی میں قیامت میں جواب دہ ہوں۔

آخر غور کر کے میں کب تک زندہ رہوں گا، میں ہر مصیبت کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں اور خدا کی مرضی کا پابند ہوں اس کا حکم ہے وہی ہوگا۔

ان امر کو معلوم ہو گیا کہ خواجہ جہاں ضرور فیروز شاہ کے حضور میں حاضر ہوگا۔ امر اس بعض افراد کو خواجہ جہاں کے ہمراہ دروہ و فیروز شاہ سے جانے اور بعض خواجہ جہاں سے علیحدہ ہو کر تنہا بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو گئے۔

مختصر یہ کہ قوام اسلمک فتح آباد میں سلطان فیروز شاہ سے جا ملا اور خواجہ جہاں دھانسور کی منزل میں جدا کر دہ سے قریب ہے۔ دوسرے روز قوام اسلمک سے متصل خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔

راویان معتبر نے بندہ ضعیف شمس سراج عقیف سے روایت کی ہے اور بیان کیا ہے کہ فیروز شاہ نے نماز ظہر کے وقت دربار عام کیا۔ بادشاہ ایک صندلی پر بیٹھا اور رسوم جہانداری کے موافق تمام ارکان دولت حاضر ہوئے۔

خواجہ جہاں نے زنجیر آہنی گردن میں آویزاں کی اور دستار اپنے سر سے اتار کر ایک ٹوپی پہنی اور تیغ برہنہ گردن سے باندھ کر پردہ شاہی کے مقفل بائیں مقام پر استاء ہوا۔

نماز ظہر کے وقت سرانچہ بازگاہ گرایا گیا اور ایک پرتاب کی دوری سے امر آداب بجالائے بادشاہ کی نظر خواجہ جہاں پر پڑی اور فیروز شاہ نے اسی وقت فرمایا کہ خواجہ جہاں سے دریافت کیا جائے کہ اس نے اپنی گردن میں زنجیر کیوں آویزاں کی ہے۔ خواجہ جہاں نے تحت کے دروہ حاضر ہو کر یہ شعر عرض کیا۔

باز آمدہ ام چو خنیاں بردر شاہ
ایک سرو تیغ آنچہ باید آن کن
فیروز شاہ نے معتبر اشخاص کو روانہ کیا اور ان افراد نے بادشاہ کے حکم سے
خواجہ جہاں کے سر پر گیلوی باندھی اور کہا کہ بادشاہ کا ارشاد ہے کہ مجھ کو ہرگز تمھاری
ذات والا صفات سے بدگمانی نہیں ہے۔

بادشاہ نے اُسی وقت سوار کی خاصہ کا زرین چٹول روانہ کیا اور اپنی نوازش کا
اس طرح اظہار کیا اور یہ حکم نافذ فرمایا کہ خواجہ جہاں کو اس چٹول پر سوار کر کے اور
ایک خیمہ و چند سرا پر دہ شاہی نصب کر کے خواجہ جہاں کو اُس خیمے میں مقیم کر آئیں۔
فیروز شاہ نے خواجہ جہاں کو پیغام دیا کہ میں اُس خیمے میں ملاقات
کے لئے آتا ہوں۔

غرض کہ خواجہ چٹول میں سوار ہو کر اُس خیمے میں مقیم ہوا۔
دراصل یہ کہ خدا کی امداد و اعانت سے فیروز شاہ کے حق میں حضرت
شیخ قلب الدین منور رحمۃ اللہ علیہ کی بشارت درست ہوئی اور جیسا کہ حضرت شیخ
نے فرمایا تھا کہ دہلی اس مقام پر دست بستہ حاضر ہوگی وہی ہوا اور عین راہ میں فیروز شاہ
دہلی پر قابض ہو گیا۔

دسوال مقدمہ

فیروز شاہی اہل وربار کی خواجہ جہاں کے تعلق رائے مشورہ

نقل ہے کہ فیروز شاہ کا ارادہ تھا کہ خواجہ جہاں کو کسی قسم کی مضرت نہ پہنچائے
اور اُس کو عہدہ قدیم یعنی سربراہ وزارت پر فائز فرمائے۔

فیروز شاہ نے خیال فرمایا کہ فرقہ وزرا اور نیز اہل وربار کا قاعدہ ہے کہ آل کو
تکالیف پہنچاتے ہیں اور الٰہ جمع کرنے کے لئے بیحد سعی و کوشش فرماتے ہیں۔

خواجہ جہاں کی رائے غلط ثابت ہوئی لیکن آخر کار اُس نے عجز و زاری کی
اور عفو و تقصیر کی درخواست کی اب اس کا قصور معاف کرنا مناسب ہے اور اس کو

مرتبہ وزارت مطلقاً ناقصین انصاف ہے۔

اس موقع پر بادشاہ دین پناہ نے حضرات صوبہ کے مسلک پر عمل کرنا مناسب خیال کیا اور ارادہ کر لیا کہ خواجہ جہاں کا قصور معاف فرمادے۔

اہل دربار کو فیروز شاہ کے ارادے سے اطلاع ہوئی اور معلوم ہو گیا کہ خواجہ جہاں کے سناٹے میں کرم و رحم شامانہ سے کام لے کر اس کے گناہ کو معاف فرمائے۔

تمام خاندان عظیم الشان و ملک ایک مقام پر جمع ہوئے اور انہوں نے باہم مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ کلی معاملات میں غور کرنا گناہ عظیم ہے اور ہر ایسے گناہ کی سزا دینی واجب ہے۔

اس قسم کے گناہ کو معاف کرنا پیشانی و نہایت کا سبب ہے جس کا نتیجہ ہوتا ہے کہ انسان کو اصل عظیم الشان مضرت برداشت کرنی پڑتی ہے
اس امر نے ابھی طے کیا کہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر براہ راست اپنے ارادے سے مطلع کریں۔

غرض کہ یہ امر جلس مشورہ سے اٹھ کر بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عوام الملک کو فیروز شاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔

عوام الملک نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ تمام ملوک و امرا در دولت پر حاضر ہیں۔ یہ گروہ کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔

فیروز شاہ نے اپنے انور بصیرت سے دریافت کر لیا کہ امیر جل کے قلوب میں مخالفت کی آگ بجھ چکا ہے اور یہ گروہ میرے ملک حکومت سے برداشتہ خاطر ہو گیا ہے۔
بادشاہ نے امر کو حاضر ہونے کا حکم دیا اور اعیان ملک حاضر ہوئے اور سر زمین پر رکھ کر عرض کیا۔

اس موقع پر شمس عینف نے بعض معتبر اشخاص نے بیان کیا کہ امر کو دیکھ کر بادشاہ کے چہرے کا رنگ تغیر ہو گیا۔ غرض کہ امیر جل نے مخلصانہ الفاظ زبان سے نکالے اور بادشاہ سے عرض کیا کہ خدا کی عنایت دہر بانی سے دہلی فتح ہو گئی اور خواجہ جہاں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو گیا۔

ان واقعات سے رعایا کے قلوب کو اطمینان حاصل ہو گیا اور رنج و غم

قطعاً قلب سے دور ہوا اور بندگان درگاہ کو کیسوی حاصل ہو گئی ہے۔
 ہر مسلم پر تمام عمر میں ایک بار حج کرنا فرض ہے اگر بادشاہ ارشاد فرمائیں تو
 ہم بندگان درگاہ خانہ کعبہ میں حاضر ہو کر سعادت حج حاصل کریں۔
 فیروز شاہ امرا کے ارادے سے واقف ہوا اور اُس نے مناسب
 الفاظ میں تقریر کی۔

بادشاہ نے فرمایا کہ اگر کسی اہل قلم سے قصور سرزد ہو تو سلاطین یا اختیار کو
 اُس کی قصصیر معاف کرنی چاہیے جیسا کہ فرماؤں یا ان قدیم کے حالات میں مرقوم ہے۔
 امیروں نے اس موقع پر بادشاہ سے عرض کیا کہ سلاطین کے ماتحت افراد
 کے گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک صغیرہ اور دوسرے کبیرہ۔
 بادشاہ گناہان صغیرہ معاف کر سکتے ہیں لیکن گناہ کبیرہ کو معاف کرنا مناسب
 نہیں ہے اس لئے کہ ایسے گناہوں کے معاف کرنے سے آخر کار نہایت ہوشیاری
 ہوتی ہے خاص کر خواجہ جہاں ایسے افراد کے معاملے میں اس گناہ کو معاف کرنا
 ہرگز زیبا نہیں ہے۔

ظاہر ہے کہ اس امیر نے ایک بچے کو فرماں روا تسلیم کیا اور شیعان نقد و دولت
 رعایا کو تقسیم کی اور جب روپیہ باقی نہ رہا تو نقد کے عوض جو اہرات و دیگر الماس
 ادا کئے اور اس طرح تمام خزانہ خالی کر دیا۔

آخر میں جب اس امیر نے دیکھا کہ تمام خلقت خدا بادشاہ عالم کی بیخ و بن خواہ
 ہو گئی ہے اور ہر فرد نے حضرت کو اپنا مالک و آقا تسلیم کر لیا تب خواجہ جہاں نے
 دیگر وزراء کے طریقہ کار پر عمل کیا۔ حضرت کو معلوم ہے کہ اگر خدا خواستہ ہمارا پتہ
 بھاری نہ ہوتا تو خواجہ جہاں دستور ان پر دیز کی طرح غدر نہ کرتا بلکہ ظاہر و باطن
 ہر طریقے پر ہمارا کام تمام کر دیتا اور ہمیں سے ایک شخص کو بھی زندہ نہ چھوڑتا۔
 امیروں نے اس تقریر کے بعد فیروز شاہ سے عرض کیا کہ ہماری عقل ناقص میں
 جو آیا ہم نے عرض کر دیا آئندہ جیسی رائے عالی ہو۔

فیروز شاہ کو معلوم ہو گیا کہ تمام امرا اپنی ذاتی فراست و دانشمندی کی وجہ سے
 خواجہ جہاں کی ہلاکت کے درپے ہیں اور اس امیر کو قتل کرنے کے تمام امرا نے دربار

متفق معروضہ پیش کر رہے ہیں۔

فیروز شاہ کا رنگ اس فکر و اندیشہ سے زرد ہو گیا اور چند روز اسی رنج و غم میں بسر کئے اور شبانہ روز انتہائی غور و فکر میں بسر کرتا رہا۔

غرضیکہ بید غور و فکر کے بعد بادشاہ نے عماد الملک کو خلوت میں طلب کر کے راز پنہاں سے اُس کو آگاہ کیا اور فرمایا کہ اُمرا سے جا کر کہو کہ خواجہ جہاں کے معاملے کو میں نے تمہارے سپرد کر دیا جو تم مناسب خیال کرو اُس پر عمل کرو میں نے اس امیر سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔

بادشاہ نے اُمرا سے یہ گفتگو کی اور خواجہ جہاں پر ہر دم تازہ رحمت و شفقت کرنے لگا۔

غرضیکہ فیروز شاہ اور اُمرا میں یہ گفتگو ہوئی اور بادشاہ نے خواجہ جہاں کا معاملہ اُنہی کے حوالے کر دیا۔

مختصر یہ کہ تمام امیر دل و جان سے متفق ہو گئے۔

اُمرا نے بادشاہ کی طرف سے خواجہ جہاں کو یہ پیغام دیا کہ تم اب ضعیف و بوڑھے ہو گئے میں سا بانہ تمہاری جاگیر میں عطا کرتا ہوں تم اپنی جاگیر کو جاؤ اور وہیں یاد الہی میں زندگی کے بقیہ روز تمام کرو۔

پروردگار کی مشیت کے بھی عجیب اسرار ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو تقرب و سعادت کی برکات سے مستفید فرماتا ہے تو بلا مشقت و محنت اُس کے لئے تمام اسباب نعمت موجود ہو جاتے ہیں۔

خدا نے کریم نے خواجہ جہاں کو تمام دینی و دنیوی نعمتوں سے ہمراہ اندوذا فرمایا تھا اب آخر عمر میں اُس کو سعادت شہادت بھی نصیب فرمائی۔

مورخ عقیف مغل حادثے کے بیان کے ضمن میں چند سطریں مرتبہ شہادت کی بلند می و عظمت کے بارے میں معرض تحریر میں لائے گا تاکہ ناظرین اس مرتبے کی برکات سے بخوبی آگاہ ہو جائیں۔

غرضیکہ خواجہ جہاں سا بانہ روانہ کیا گیا اور اس امیر نے ہنوز چند منزل راہ طے کی تھی کہ شیر خاں بھی اس مقام پر آیا شیر خاں نے خواجہ جہاں سے ملاقات نہ کی

اور ایک دوسرے مقام پر فروکش ہوا۔

ان واقعات کی اطلاع خواجہ جہاں کو ہوئی اور اُس کو اطلاع دی گئی کہ شیر خاں آپ کے لئے فرمانِ رحمت لایا ہے اور یقین ہے کہ آپ کو واپس لے جائے گا۔ خواجہ جہاں نے جواب دیا کہ شیر خاں فرمانِ کرم لے کر نہیں حاضر ہوا ہے بلکہ وہ میری ہلاکت کا مزدہ لایا ہے۔ اگر میرے حق میں فرمانِ رحم صادر ہوتا تو شیر خاں کی مجال نہ تھی کہ بغیر مجھ سے ملاقات کئے ہوئے دوسرے مقام پر فروکش ہو۔

شیر خاں کی اس ادا سے یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ اُس کے پاس فرمانِ رحم و کرم نہیں ہے۔

سبحان اللہ اس وزیرِ خوش تدبیر کی عقل و فراست کا کیا کہنا جس نے محض قرآن سے اصل حقیقت کا پتا لگا لیا۔ مختصر یہ کہ روزِ دیگر خواجہ جہاں نے شیر خاں سے چند سراپے طلب کئے اور اپنے ملازمین کو حکم دیا کہ اس سراپہ دے کو صحرائیں نصب کریں اور صحن کو صاف و ہموار بنادیں۔ خواجہ جہاں اس مقام پر لایا گیا اور اس امیر نے پریشانی کے عالم میں پانی طلب کیا۔

خواجہ جہاں نے دوبارہ وضو کیا اور حضرت شیخ الاسلام شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی کلاہ سر پر رکھی اور حضرت کی دستار مبارک باندھ کر شمشیرِ زنی کی طرف متوجہ ہوا اور اُس سے کہا کہ تمھاری تلوار تیز ہے۔

خواجہ جہاں کا ایک دست گرفتہ موجود تھا۔ اس امیر نے اپنے مصاحب کو وضو کرنے کا حکم دیا اور فرمائش کی کہ دو گانہ نماز ادا کر کے تیغ زانی کرے۔

یہ مصاحب نماز سے فارغ ہوا اور خواجہ جہاں نے سجدے میں سر جھکایا۔ اس امیر نے بیچ انگیزہ لہجے میں کلمہ طیبہ پڑھا اور اُس مصاحب نے تلوار گلے پر پھیری اور اسی دم سرن سے جدا ہو گیا۔

سبحان اللہ کیا مقامِ عبرت ہے جس کا سبق انگیز منظر پروردگار عالم دُنیا میں ظاہر فرماتا ہے۔

اہل اسلام و ایمان کا فریضہ ہے کہ ان واقعات سے عبرت حاصل کر کے طلب آخرت میں سعی و کوشش کریں۔

گیارھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا شہر ہانسی میں ورود

نقل ہے کہ پروردگار کے لطف و کرم سے بادشاہ کو فتح دہلی کی طرف سے اطمینان حاصل ہوا اور بادشاہ جا، و جلال، نعمت و سعادت کے ہمراہ اگر وہ سے شہر کو روانہ ہوا۔ فیروز شاہ چند منزل طے کر کے ہانسی پہنچا اور حلوہ و شہر میں قیام اختیار کیا۔

معتبر و راست گفتار راویوں نے مورخ عقیف سے بیان کیا ہے کہ جمعے کے روز بعد نماز جمعہ فیروز شاہ نے حضرت قطب الدین منور سے ملاقات کرنے کا ارادہ کیا۔

بادشاہ حصار میں داخل ہوا اور اُس وقت حضرت شیخ نماز جمعہ کے لئے خانقاہ سے باہر تشریف لائے تھے اور اپنی خالقاہ کے دروازے پر اسٹادہ تھے۔ فیروز شاہ حضرت کی خانقاہ میں پہنچا۔

حضرت شیخ نے اُس وقت اپنے جَد امجد حضرت شیخ جمال الدین ہانسی کا جیہ مبارک زیب تن فرمایا تھا اور جد بزرگوار کی شان فقر میں جلوہ مناتے۔ واضح ہو کہ یہ جبہ مبارک جید کہنہ تھا جو حضرت کے بدن مبارک پر تھا۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ حضرت قطب الدین کی لافات کو طافہ و اعظم آثار خان بادشاہ کے ہمراہ تھا۔ بادشاہ و دیندار نے حضرت شیخ سے مصافحہ کیا۔

حضرت شیخ نے مصافحے کے بعد فیروز شاہ سے فرمایا کہ فقیر نماز جمعہ کی نیت سے خانقاہ سے باہر آیا تھا۔ لیکن بادشاہ کو تشریف لاتے دیکھ کر حیران ہوں کہ اب کیونکر اپنے مکان کو واپس ہوں۔

اس تقریر کا مقصد یہ تھا کہ سلاطین کو قبل نماز جمعہ فقرہ کی ملاقات کو نہ آنا چاہیے۔
اس کے بعد حضرت شیخ منور رحمۃ اللہ علیہ نے چند کلمے بطور وعظ و نصیحت کے
فرمائے۔

ایک امر یہ تھا کہ حضرت شیخ نے بادشاہ سے فرمایا کہ دعا گو نے سنا ہے کہ
بادشاہ کو یادہ خواری سے بے حد شوق ہے اور اس شغل کی وجہ سے اہل حاجت
کی کارباری میں رخصت پڑتا ہے۔

ظاہر ہے کہ پروردگار عالم نے چند مسلمانوں کے حقوق کا آپ کو
محافظ مقرر کیا ہے۔

مسلمان جو ہمیشہ پریشان خاطر رہتے ہیں، اُن کے حال سے غافل رہنا
مصلحت و دور اندیشی سے بعید ہے۔

فیروز شاہ نے فرمایا کہ انشاء اللہ اب میں شغل میکشی نہ کروں گا۔
حضرت شیخ نے جواب دیا الحمد للہ علی ذالک۔

دوسری نصیحت یہ تھی کہ حضرت شیخ نے فرمایا کہ دعا گو نے سنا ہے کہ
بادشاہ صید انگنی کے حد سے زیادہ شائق و حریص ہیں۔

شکار کے لئے ایک عالم کو پریشان و سرگرداں کرنا اچھا مشغلہ نہیں ہے
اور ایک بے زبان جاندار کو بلا کسی ضرورت کے بھجان کرنا زیبا نہیں ہے۔
شکار اُسی قدر کرنا جائز ہے جس قدر کہ ضرورت ہو، بے حاجت
جانور و دل کو شکار کرنا مصلحت نہیں ہے۔

اس موقع پر فیروز شاہ نے فرمایا کہ حضرت شیخ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ
مجھ کو اس مشغلے سے باز رکھے۔

حضرت شیخ نے بادشاہ کے جواب میں فرمایا کہ سبحان اللہ ہماری دعا کا
منکر ہو۔ اور اس کے بعد بلند معنی کلمات فرمائے۔

حضرت شیخ نے مکرر یہ فرمایا کہ ہماری دعا کا منکر یہ نہیں کہتا کہ میں نے
توبہ کر لی ہے۔

جناب شیخ نے یہ فرمایا اور فوراً مسجد کی طرف روانہ ہو گئے۔

فیروز شاہ اس مقام سے ایس ہوا اور حضرت شیخ مسجد میں داخل ہوئے۔
بادشاہ لشکر گاہ کو واپس آیا اور نماز جمعہ کے لئے حصار شہر کی مسجد میں

داخل ہوا۔

فیروز شاہ ملوک خانے میں بیٹھا اور حضرت شیخ علیہ السلام پر رونق افروز ہوئے جو حضرت کے اسلاف کرام کے لئے ہمیشہ کے لئے مخصوص ہے۔

بادشاہ نے ملوک خانے سے حضرت کو دیکھا اور بادشاہ نے ایک استری لبادہ جس میں سیاہ والال دھاریاں تھیں حضرت کے بطور تحفہ روانہ کیا۔

اس زمانے میں حضرت کے فرزند رشید شیخ الاسلام قطب الامام برگزیدہ حضرت علامہ شیخ نور الحق دالشرع والدین اس مؤرخ ضعیف کے پیرو مشرانے اپنے پدر بزرگوار سے عرض کیا کہ بادشاہ نے حضرت کے لئے ایک لبادہ روانہ کیا ہے

جناب شیخ نے دریافت کیا کہ لبادے کا کپڑا شرعاً مباح ہے یا حرام، اور آپ سے عرض کیا کہ کپڑا غیر مشروع ہے۔ جناب شیخ نے فرمایا کہ خدا کی پناہ اگر اس کپڑے کا جتنا حرام ہے تو یہ لبادہ فقیر کے کس کام کا ہے۔

حضرت شیخ متور نماز سے فارغ ہو کر واپس ہوئے اور حضرت بنگالی نور الحق کو یہ خیال پیدا ہوا کہ کہیں یہ فس بادشاہ کو ناگوار نہ ہو۔

حضرت بنگالی نور الحق نے دو اشخاص کو لبادے کی ہر دو آستینیں ہاتھ میں لے کر جب تک کہ جناب شیخ مسجد سے باہر آئیں حضرت شیخ کے عقب میں راہ طے کریں اس لئے کہ بادشاہ ملوک خانے سے پر ابر دیکھ رہا تھا۔

یہ اشخاص لبادہ ہاتھ میں لے کر حضرت شیخ متور کے عقب میں روانہ اور بادشاہ اس منظر کو دیکھتے ہی اپنے ملازمین روانہ کئے اور الفاظ معذرت میں پیغام دیا۔

بادشاہ نے مخدوم زادے کو پیغام دیا کہ اگر حضرت شیخ لبادے کو غیر مشروع خیال فرما کر اس کے پہننے سے انکار فرماتے ہیں تو ان کو تکلیف و سینے کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ حضرات دین کے بادشاہ ہیں غیر مشروع لباس کیونکر پہن سکتے ہیں۔
سبحان اللہ ہانسی میں کس قدر پاکیزہ نفوس بزرگمان دین اور ان کی اولاد امجاد
آرام فرما ہیں جن کے قدم کی برکت سے خلافت شہر مغلوں کی غارت گری سے محفوظ ہے۔
اگر خدا نے چاہا تو اہل ہانسی کے اس آفت سے محفوظ رہے کی تفصیل مناسب
صفحہ پر معرض تحریر میں آئے گی اس لئے کہ مؤرخ عیض نے اس تاریخ کی تالیف میں
ایک مقصد یہ بھی ملحوظ رکھا ہے۔

بارصوال مقدمہ

شیخ نصیر الدین شیخ قطب الدین کا ہانسی میں باہر ملاقات کرنا

نقل ہے کہ سلطان محمد تغلق حضرت شیخ نصیر الدین محمود کو اپنے ہمراہ ٹھٹھ
لے گیا تھا۔ سلطان محمد نے ٹھٹھ میں وفات پائی اور فیروز شاہ ان کی سجاوے
تخت حکومت پر منتقل ہوا اور حضرت چراغ دہلی بادشاہ کے ہمراہ واپس ہوئے۔
حضرت شیخ نصیر الدین ہانسی پہنچے اور بندگی شیخ قطب الدین متور سے
ملاقات کرنے ان کی خانقاہ کو تشریف لے گئے۔
واضح ہو کہ یہ ہر دو بزرگوار حضرت شیخ الاسلام نظام الدین محبوب الہی کے
مُربد و خلیفہ ہیں اور ایک ہی روز حضرت شیخ ہر دو بزرگ کو حقہ خلافت عطا
فرمایا ہے۔

منصب ارشاد عطا فرماتے کے بعد حضرت محبوب الہی نے ان ہر دو
بزرگ سے فرمایا کہ تم دونوں مثل دینی بھائیوں اور نیک انیش دوستوں کے نظائر
ہونا چاہیئے اور باہم نہایت محبت و الفت کے ساتھ زندگی بسر کرنی چاہیئے۔
پیر و مرشد کے فرمان کے مطابق ہر دو بینظیر بزرگواروں نے برادرانِ حبانی و
دوستانِ دو جہانی کی طرح اس عالم فانی میں سلوک کیا۔

ان ہر دو بزرگواروں کی محبت اس درجہ ترقی کر گئی تھی کہ اگر کوئی طالب ارادت

ہانسی کو جاتا اور حضرت شیخ قطب الدین سنور کی خدمت میں حاضر ہوتا تو حضرت شیخ اُس سے دریافت فرماتے کہ تم کو کس بزرگ سے ارادت ہے۔

اگر یہ شخص عرض کرتا کہ میں شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کا مرید ہوں تو حضرت قطب الدین سنور اُس شخص سے فرماتے کہ اُو اور میرے قریب بیٹھو اس لئے کہ تم میرے برادر زادے ہو اور حضرت اُس شخص پر بید نوازش و کرم فرماتے وہی طرح اگر کوئی شخص ہانسی سے دہلی حاضر ہوتا اور حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کا مرید ہوتا تو حضرت شیخ دریافت فرماتے کہ یہ شخص کس بزرگ سے ارادت رکھتا ہے اور وہ جواب میں عرض کرتا کہ حضرت شیخ قطب الدین سنور کے حلقہ ارادت میں داخل ہے تو حضرت شیخ اُس شخص پر بید عنایت فرماتے اور اُس کو آغوش شفقت میں لے کر مہربانی فرماتے اور اُس کو اپنی خانقاہ میں رہنے کی اجازت دیتے تھے۔

اگر یہ تاریخِ غنیف جو بزرگانِ دین کا خاکہ ہم کو پیش بردار ہے ان ہر دو بزرگوار کے اتحاد و موافقت کو تفصیل سے گزارش کرے تو اُس کے لئے ایک جداگانہ دفتر درکار ہو گا۔

مختصر یہ کہ ان ہر دو بزرگوار کا آخر وقت آچکا تھا اس لئے حضرت شیخ نصیر الدین محمود ہانسی پہنچے تو حضرت قطب الدین سنور کی ملاقات کو تشریف لے گئے۔

حضرت قطب الدین سنور کو معلوم ہوا کہ شیخ نصیر الدین محمود خانقاہ کے روبرو آگئے ہیں اور شیخ سنور پر ہند باد و طرب اور شیخ نصیر الدین سے ملاقات کی۔ ہر دو بزرگ باہم بغلیں جوئے اور شیخ قطب الدین نے اپنا ماتہ حضرت نصیر الدین کے قدموں کی طرف بڑھایا اور حضرت نصیر الدین محمود نے شیخ قطب الدین سنور کے قدم نیسے کا ادا دیا۔

غرض کہ ایک لمحے تک ہر دو بزرگ تواضع میں مصروف ہوئے اور اس کے بعد جیہ مجتہد و اتحاد کے ساتھ ایک دوسرے کا ماتہ پکڑ کر خانقاہ میں تشریف لائے۔

ہر دو بزرگ ایک ہی مقام پر رونق افروز ہوئے اور اپنے پیروں پر مشد حضرت نظام الدین محبوب الہی کو یاد کر کے بید ہوئے۔

اس کے بعد عیفیہ سے قرال بھیج گئے اور ہر دو بزرگوار سماع میں منہک ہو گئے۔
چند روز ہر دو بزرگ مجلس سماع میں تشریف فرما رہے اور حقیقت یہ ہے کہ
ان بزرگوں کی طرح مجلس سماع میں کم کسی شخص کو یہ مراتب عالیہ عطا ہوئے ہوں گے۔
اس معاملے میں حضرت شیخ کمال الدین ہانسوی حضرت قطب الدین نود کے
جد امجد نے فرمایا ہے۔

بزم تارک دل سماع چون تاج بود بردوش دل عزین دیاج بود
غرض کہ ہر دو بزرگوار سماع سے فارغ ہوئے اور عالم سکر سے مقام محو میں
نزول فرمایا۔

ظاہر ہے کہ ملائے شریعت و بزرگان طریقت میں سماع کے مسئلے میں حید
اختلاف ہے لیکن صحیح قول یہی ہے جس پر سب کو اتفاق ہے کہ السماع مباح لاهلہ
لیکن مرتبہ اہلیت میں بھی علما کے درمیان اختلاف ہے۔

حضرت شیخ کمال الدین ہانسوی فرماتے ہیں۔
- احکم سماع را بدانی و حمال در صحت دل از سخن گفت حمال
ارباب نفوس را حرام است حرام ارباب قلوب را حلال است حلال
سماع سے فارغ ہونے کے بعد نماز عصر کا وقت آیا اور اذان کی آواز بلند ہوئی۔
عصر کی سنت نماز سے فارغ ہو کر حضرت شیخ قطب الدین منور سے جو
اہل کمند و ولایت تھے طالب جنت یعنی شیخ نصیر الدین محمود کا ہاتھ پکڑا اور کہہا کہ
آپ کو امامت نماز کرنی چاہیئے۔

حضرت شیخ نصیر الدین نے جناب قطب کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ امامت آپ کو
زیبا ہے۔

غرض کہ قلیل مدت تک ان ہر دو بزرگوں میں امامت نماز کے لئے لطیف
گفتگو ہوئی اور اس کے بعد حضرت نصیر الدین چرخ دہلی نے فرمایا کہ اگرچہ ہمارے
پیر و مرشد حضرت نظام الدین محبوب الہی نے ہم ہر دو بزرگواران طریقت کو ایک ہی روز
خود خلافت عطا فرمایا ہے، لیکن آپ کو چاشت کے وقت خلافت عطا کی اور مجھ کو
نماز ظہر کے وقت اس شرف سے سرفراز فرمایا۔

چونکہ حضرت شیخ نے خود فرقہ خلافت عطا فرمانے میں ایک قسم کا فرق مراتب پیدا فرمادیا ہے اس لئے امامت کے لئے آپ ہی کو سہقت مکنی چاہیئے۔

حضرت شیخ نصیر الدین نے یہ فرمایا اور پیر و مرشد کے حملے سے گفتگو نہ مائی اس لئے شیخ قطب الدین سنور امامت کے لئے آگے بڑھے۔ سبحان اللہ کیا مبارک وقت تھا جب یہ ہر دو عارفان حق ایک جامع ہوئے گویا فرش زمین پر قرآن انسیدین ہوا تھا۔ ادائے نماز کے بعد دونوں بزرگ جدا ہوئے اور وداع آخری کر کے اپنے مقام عبادت گاہ کو واپس آئے اور یہیں آرام فرما ہوئے۔

صفحہ ۸۸

غرض کہ چند روز کے بعد ان بزرگان دین نے رحلت فرمائی۔
اول حضرت شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھارہ رمضان المبارک کو رحلت فرمائی اور اس کے بعد حضرت قطب الدین سنور نے اٹھائیس ذی قعدہ کو روضہ رضواں کی راہ لی۔

ہر دو بزرگان دین کے وصال میں صرف دو ماہ چند روز کا فرق رہا ظاہر ہے کہ تمام عالم طلب دنیا میں عمر بسر کرتا ہے یا طلب آخرت میں، لیکن اہل محبت طالب دوست ہیں اور اس سچی و کوشش میں جان دیتے اور سرفروشی کرتے ہیں۔ لیکن باوجود ہر قدر محنت شدید کے اپنی ذاتی استعداد و قابلیت پر لحاظ کر کے ہر وقت ان کے دل دوست کی ملاقات و وصال سے ناامید رہتے نہیں۔
مورخ عقیف ان بزرگان دین کے حالات لکھ کر اپنے اصل مقصد کی طرف توجہ کرتا ہے۔

تیرھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا دہلی پہنچنا

فیروز شاہ دہلی وارد ہوا اور شہر میں ہر طرف لبل شادیانہ بجے اور تمام شہر آراستہ کیا گیا اور ہر قسم کے نفیس و لطیف کپڑے آویزاں ہوئے اور قہجے بنائے گئے۔ غرض کہ تمام فہر آئین شاہی کے مطابق آراستہ کیا گیا۔

صفحہ ۸۸

معتبر روایت یہ ہے کہ تمام شہر میں چھ قتبے بنائے گئے تھے اس لئے کہ شہر فیروز آباد اس وقت تک آباد نہ ہوا تھا۔ ہر قتبے کے نیچے ایک روز مجلس جشن منعقد رہی اور ہر قتبے پر ایک لاکھ ٹینگے صرف ہوئے۔ مجلس جشن عام تھی اور طعام و شربت و پھول سید کثرت کے ساتھ مہیا اور ہر شخص کے لئے عام تھے۔ تمام شہروں سے خلائق قتلوں کو دیکھنے جمع ہوئی۔ ایام جشن میں جو شخص تماشے کے لئے دہلی آتا تھا اس پر شاہی نوازش ہوتی تھی۔ بادشاہ کا حکم تھا کہ ہر تماشا لی اپنی خواہش کے مطابق خان نعمت سے سرفراز کیا جائے۔

قتبے لکڑی کے بنائے گئے تھے جو بید بلند تھے اور جن کی پشش لکڑیوں کی تھی۔ قتلوں میں نرم و ہر رنگ کے کپڑے پیٹے گئے تھے اور ہر قتبے کے نیچے مجلس قتل و سرور گرم تھی۔

غرض کہ فیروز شاہ کے عہد معدلت میں اکیس روز تمام خلائق شہر نے عیش و نشاط میں بسر کیا۔

سبحان اللہ یہ فرما نہا بھی کس قدر مقبول و برگزیدہ الہی تھا کہ اس کے عہد حکومت میں عالم میں اس درجہ خوشی و خرمی کا دور دورہ ہوا۔ غرض کہ فیروز شاہ کے دہلی آنے سے اور تختہ دبا مراد ہونے سے تمام خلقت خدا خوش و خرم ہوئی۔

ہر شخص عیش و نشاط کے قصر میں بیٹھا اور نشاط انگیز زادہ خوش گوار کا دور مجلس میں چلے لگا۔ تمام شہر خوشی و خرمی کا اہل بالا ہوا اور ہر فرد مسرت و نشاط کے ترانے گانے لگا۔

چودھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا اہل دہلی کو انعام و اکرام سے سرفراز کرنا

روایت ہے کہ فیروز شاہ سامت سعید و یوم مبارک میں شہر دہلی میں داخل ہوا۔

بادشاہ نے اپنے دست کرم سے تمام مخلوق کو انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا۔
خلائق دہلی جو قحط و دباکی وجہ سے بیکار و پریشان ہو چکے تھے اور قلعہ دیوار چہ کی کمی سے
بے انتہا تکلیف و مصیبت کے عالم میں تھے، بادشاہ کی اس داد و بخشش سے قطعاً
مطمئن و مسرور ہوئے۔

فیروز شاہ نے تمام عالم پر جس میں شریف و اعلیٰ طبقہ، آزاد و غلام تمام اشخاص
داخل ہیں، ابر باران کی طرح گہر باری کی۔

تمام عالم بدستان بن گیا اور بادشاہ نے تمام صغیر و کبیرہ گناہ معاف فرمائے۔
بادشاہ نے ہر شخص کو اُس کی التماس و خواہش سے وگنی رقم عطا فرمائی اور حقیقت
یہی ہے کہ اس قسم کے فعل کو عطاء جرنیل کہتے ہیں۔

واضح ہو کہ عطاء جرنیل اُس انعام کو کہتے ہیں کہ جس شخص کو عطیہ عنایت ہو
وہ اُس کے اٹھانے سے عاجز ہو۔

فیروز شاہ کے عطیہ و احسان اس حد کو پہنچ گئے کہ جو رقم قدیم بادشاہوں کے
ہمد میں رعایا کے دوش پر بار تھی اُس سے مخلوق قطعاً سبکدوش ہو گئی۔

جو محاصل کہ رعایا کے ذمے واجب الادا تھے فیروز شاہ نے وہ بھی معاف
فرمائے اور رعیت پر سید نوازش فرمائی، چنانچہ تمام رعیت و مخلوق نے رفاه و آسودگی
کے ساتھ زندگی بسر کی۔

فیروز شاہ نے گزشتہ افراد کے رسوم و قانون قطعاً منسوخ کر دیے اور
غریب و مسافر و قسیم ہر طبقہ آسودہ و خوشحال ہوا اور تمام جہاں میں از سر نو تازگی
پیدا ہوئی۔

اس زمانے میں خواجہ فیروز شاہی مجموعہ دار اعیان بنگ و وزیر تھا۔
سلطان محمد نے اپنی حیات میں دولت آباد سے آنے کے بعد مالک دہلی کو
آباد کرنے کے لئے دو کڑل مال بطور سونہ ہار خلائق دہلی کو عطا کئے تھے۔

اس عطیے کا مقصد یہ تھا کہ وہ قصبات و قریات جو قحط کے زمانے میں
خراب و ویران ہو گئے ہیں آباد و معمور کئے جائیں۔

اس کی مفصل کیفیت تو تاریخ عین سلطان محمد کے حالات میں ہدیہ ناظرین

کر چکا ہے۔ لیکن وہ تمام مال رعایا کے پاس باقی تھا۔ اس کے ساتھ خواجہ جہاں نے سلطان محمد کی وفات کے بعد جدید کوکور رکھے اور اہل دہلی روٹی کی طبع میں اس کے گرد جمع ہو گئے۔

خواجہ جہاں نے بھی بیشمار جواہر و الماس خلق کو تقسیم کئے۔ یہ تمام جواہرات و رقم سوندھار خواجہ فخر شاہی کے دفتر میں مختلف جماعت کے نام مندرج تھے۔

خواجہ فخر شاہی نے یہ تمام رقوم خزانے سے برآمد کر کے فیروز شاہ کے حضور میں پیش کیا۔

اس موقع پر بادشاہ کو تعجب ہوا اور اس نے خانجہاں یعنی قوام الملک سے یہ راہ بیان کیا۔

بادشاہ نے جواہر و رقم سوندھار خانجہاں کو دے کر اس کی بابت سوال کیا کہ آیا یہ چیزیں رعایا سے طلب کر لی جائیں، اس موقع پر قوام الملک نے کیا خوب جواب دیا اور عرض کیا کہ جب ایک بادشاہ صاحب شوکت دنیا سے رحلت فرماتا ہے اور اس کی بجائے دوسرا فرما کر تخت حکومت پر جلوس کرتا ہے تو یہ جدید حکمران اپنی عطا و کرم سے خاص و عام کو فیضیاب کرتا اور مغیرہ و کبیرہ گناہ خلق کے معاف فرماتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی خیانت کی وجہ سے جلا وطن کر دیا جاتا ہے تو اس شخص کو یا درگ

صوفی ۹۳

وطن میں آنے کی اجازت دی جاتی ہے اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ قدیم حکم منسوخ کر دئے گئے۔

چونکہ سلطان محمد نے مصلحت و حق کے لحاظ سے وجہ سوندھاریں مال خلعت کو عطا کیا اور خواجہ جہاں نے محض اپنی ذاتی فرض کی بنا پر خلافت کو جواہر تقسیم کئے اسی حالت میں اس قسم کے مال کا رعایا سے طلب کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ ایسا کرنے سے رعایا فقیر و مینو ہو جائے گی اور گدگری کی وجہ سے ان کی کٹکٹ جائے گی اور جلد سے زیادہ حیرانی کی وجہ سے خانہ خراب ہو گا و ارہ وطن ہو جائیں گے۔

ان جواہرات و رقم میں سے ایک دانگ بھی بغیر مداخلت و بدنامی کے حاصل نہیں ہو سکتا۔

ایسی حالت میں اس وجوہ کے طلب کی ابتدا کرنا مصلحت سے قطعاً بعید ہے۔
قوامِ املاک نے مثلِ ناصحانِ شفیق کے یہ گفتگو بادشاہ کے روبرو کی اور فیروز شاہ
کو یہ تقریر سن کر قلبی مسرت حاصل ہوئی۔

قوامِ املاک نے یہ بھی عرض کیا کہ یہ تمام دفاتر سونہار و جواہر بے شمار
بادشاہی دربار کے روبرو مخلوق کو بخش دئے جائیں اور یہ رقم معاف فرمائی جائے تاکہ
مخلوق کے قلب سے خوف و عزت دور ہو۔

سبحان اللہ کیا خوش کردار فرمانروا تھا اور کیسا خوش گفتار وزیر تھا۔

مختصر یہ کہ تمام دفاتر مال و جواہر بے شمار دربار شاہی کے روبرو خلائق کو
معاف کئے گئے۔

اسی روز سلطانِ فیروز شاہ نے قوامِ املاک کو سند عطا کی اور جتر کے عہدے سے
سرفراز فرما کر وزیرِ کل مقرر کیا۔

فیروز شاہ نے محصولِ بندی کا آغاز کیا اور بندگی خواجہ سام الدین چندی جتہ اشرافیہ
اس خدمت پر مامور ہوئے۔

بندگی مذکور نے چھ سالِ کمال میں تمام بلاد میں گشت گشتائی اور محصولِ بندی کی
خدمت انجام دی۔

غرض کہ چھ کلوڑ بچھتر لاکھ تنگے تمام ملک کی جمع قرار پائی۔

فیروز شاہ کے چہل سالہ عہدِ حکومت میں دہلی کی جمع پئی پندرہ سو رہی۔

پندرہواں مقدمہ

فیروز شاہ کا قاعدہ ہائے جدید نافذ کرنا

فصل ہے کہ فیروز شاہ نے خلعت کو ہمیشہ روجہ معاش عطا فرمائی اور اس فریضے کو
انجام دینے کے لئے دستِ احسان اس قدر دراز کیا کہ تمام خلق خدا کو اپنی نانی نصیب ہوا۔
ایک عالم اس طمع کا بندہ ہو کر بادشاہ کے گرد جمع ہو گیا۔

فیروز شاہ نے بعض اشخاص کو دس ہزار اور بعض کو پانچ ہزار تنگے اور بعض کو دو ہزار ہر شخص کی حیثیت کے مطابق وظائف عطا فرمائے۔

صفحہ ۹۰

بادشاہ نے تمام چشم و لشکر کو تنخواہ دار مقرر کیا۔ یہ وضع بھی خاص طور پر فیروز شاہ کے لئے مخصوص تھی جو ہندوستان میں اُس کے نام کو تازہ کرتی ہے اس لئے کہ قدیم سلاطین و فرمانروایان دہلی کے عہد حکومت میں یہ قانون نہ تھا۔

کوئی موضع تنخواہ کی مد میں نہ دیا جاتا تھا اور اس راز سے کہ موضع کا عطا کرنا رائج نہ تھا کسی شخص کو بھی آگاہ نہیں کیا جاتا تھا۔

معتبر راویوں نے اس مرتخ عنیف سے نقل بیان کی ہے کہ سلطان علاء الدین نے بارہا اس معاملے میں فرمایا ہے کہ تنخواہ کی مد میں سواضعات نہ دینے چاہئیں اس لئے کہ ہر موضع میں تقریباً دو سو تین سو افراد آباد ہوتے ہیں اور اس طرح یہ تمام افراد ایک وجہ دار کے ماتحت ہو جائیں گے۔

اگر اس قسم کے چند وجہ دار غرور و فخر کی وجہ سے ایک جا جمیع ہو جائیں اور کسی خیال پر متفق ہوں تو اندیشہ ہے کہ اُن کے قلوب میں فتنہ و فساد کا خیال پیدا ہو جائے گا۔

یہی وجہ تھی کہ سلطان علاء الدین نے کسی فرد کو بھی تنخواہ میں موضع نہیں عطا کیا بلکہ لشکر کو ہر سال خزانہ شاہی سے تنخواہ عطا کی جاتی تھی۔

فیروز شاہ کا عہد حکومت آیا اور چونکہ یہ فرمانروا اولیاء اللہ میں داخل تھا اس بادشاہ نے چالیس سال کامل ملک پر حکومت کی اور تمام خلقت کو اپنے انعام و احسان سے شاد و مطمئن کیا۔

بادشاہ نے اس قسم کے تمام خطرات دل سے دور کر کے خدا کے رحم و کرم پر سکیہ کیا اور مسلمانوں کے فتنے و رسانی کے لئے تمام قریات و تہذبات لشکر کو تنخواہ میں تقسیم کر دئے۔

چونکہ بادشاہ دل و جان سے خدا کا بندہ مقرب تھا، اللہ تعالیٰ نے چالیس سال کامل اُس کے قصور و گناہوں کو مستحکم و برقرار رکھا اور اُس کے انوار سے

مملک روشن و منور ہو گیا۔

بادشاہ اس قاصدے کی بنا پر ملک کو اہل حشم میں تقسیم کر کے دوسرا امین مرتب کیا اور وہ یہ کہ اگر اہل حشم میں کوئی شخص فوت ہو تو اُس کی وجہ معاش اُس کے فرزند پر منتقل کیا جائے اور اگر اولاد نہ ہو تو داماد وارث ہو۔ اگر نہ ہو تو زائد داماد ہر دو موجود نہ ہوں تو میت کا غلام اُس کا وارث تسلیم کیا جائے۔ اگر متوفی غلام بھی نہ رکھتا ہو تو اُس کے دیگر اعزہ کو میراث پہنچے اور اگر یہ کبھی نہ ہو تو عورات میت وارث قرار پائیں۔

بہر نوع فیروز شاہ کے چہل سالہ دور حکومت میں شہنشاہِ مطلق و خوشحال رہا۔ کہتے ہیں کہ ایک روز بیستہ شیخ الاسلام شیخ مہاء الدین ذکریا رحمۃ اللہ علیہ یعنی شیخ صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ بادشاہ کی مجلس میں تشریف فرما تھے اور وجہ معاش وغیرہ کا ذکر ہو رہا تھا۔

اس موقع پر حضرت شیخ نے فرمایا کہ رحلت کے وقت بندہ مومن کے قلب پر دو رنج و الم طاری ہوتے ہیں ایک اندوہ دینی اور دوسرا رنج دنیاوی۔

ازلیتہ دینی سے یہ مراد ہے کہ آخر وقت بندہ مومن اپنی فطری خصلت و کیفیت کے مطابق رنج و غم میں مبتلا ہوتا ہے کہ ایسے نازک وقت میں اُس کو نجات کی بشارت ہوتی ہے یا عذاب آخرت کی اس لئے کہ کسی شخص کو حسن خاتمہ کی خبر نہیں ہے اور خیر باد نبیاء علیہم السلام و نیز عشرہ مبشرہ کے کوئی فرد عصمت یابان کا مرتبہ نہیں رکھتا۔ دوسرا اندوہ جو بندہ مومن کے قلب پر طاری ہوتا ہے وہ دنیاوی رنج و الم ہے۔ ہر شخص سکرات کے عالم میں اسی فکر و الم میں مبتلا ہوتا ہے کہ اُس کے بعد اُس کے ذل و فرزند و خرد و سال بچے کس عالم میں زندگی بسر کریں گے۔

جہاں پناہ نے جواب مجازی ہیں اچھے عہد مدد ملت میں ہر مومن کو دنیاوی فکر و رنج سے نجات دے دی ہے یعنی یہ کہ بادشاہ نے یہ حکم صادر فرمادیا ہے کہ اہل حشم میں جو شخص وفات پائے اُس کی وجہ معاش و رتبا پر منتقل کر دی جائے جس کے معنی یہ ہیں کہ اس شخص کی مدد معاش ہر حال میں اُس کے لئے برقرار رہے۔

جہاں پناہ کا یہ فعل بچید معنی خیر و احسن ہے اور اس حکم میں مخلوق کے لئے
بچید فوائد اور خود حضرت کے لئے بیشمار ثواب ہے اس لئے کہ جب جہاں پناہ
نے جو مخلوق کا درجہ رکھتے ہیں، بندہ مومن کے قلب کو دنیاوی رنج و غم سے نجات
دلوادی تو پروردگار عالم جو خالق مطلق ہے اور جس کا رحم و کرم بیشمار و لا محدود ہے،
بندے کو دینی فکر سے بھی مطمئن فرمادے گا اور ایمان کی سلامتی کے ساتھ دارالسلام
میں جگہ دے گا۔

صفحہ ۹۰

اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو ایمان نصیب کرے۔
غرض کہ جس روز کہ شیخ الاسلام نے الہام ربانی سے مستفید ہو کر بادشاہ دین پناہ
سے یہ تقریر فرمائی اور اس طرح کے نصائح کئے تو تمام حاضرین دربار نے
سر پر سجدہ ہو کر دعا مانگی۔

اس موقع پر خود فیروز شاہ نے چشم پُرباب ہو کر حضرت شیخ سے عرض کیا کہ
شیخ الاسلام آپ کو معلوم ہے کہ قدیم سلاطین نے صرف چند روز دنیا میں
حکمرانی کی اور اس کے بعد دنیا سے چل بسے ہم بھی ایک روز جہان فانی سے
سفر کر جائیں گے۔ بادشاہ نے یہ کہا اور مندرجہ ذیل شعر فرمایا۔
چوں بزم ماہی یعنی خالی زماں کوئی روزے دریں محلت غوغا زدنے حسابی

سولھواں مقدمہ

حضرت فیروز شاہ کا حکم خدا رعیت پر نوازش کرنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ کو خدا کی توفیق و امداد سے رعیت پر درمی میں بچید
انہماک تھا۔ بادشاہ نے اس بات میں بچید کو خوش کی اس لئے کہ قدیم سلاطین
کے عہد میں بے شمار قوانین جاری تھے جن کی عدم خبی سے تمام ممالک کی رعایا
اور خلقت خدا ہلاک و تباہ ہوتی تھی۔
بعض معتبر ادیبوں نے مورخ عنیف سے بیان کیا ہے کہ قدیم سلاطین کے

عہد میں رعیت کے لئے یہ قاعدہ مقرر تھا کہ اگر ایک عامل رعایا کے لئے ایک مادہ گاؤں چھوڑ دیتا تھا تو دوسرا اس کو بھی ضبط کر لیتا تھا۔

سلطان فیروز شاہ نے اپنے عہد مہدلت میں شریعت اسلام کو اپنا راہنما بنا کر رحم و کرم سے کام لیا اور تمام غیر مشروع امور کو قطعاً منسوخ کر دیا۔
بادشاہ نے جائز طور پر مال حاصل کرنے کی بھی کئی کو دی۔

فیروز شاہ نے دیوانی کے تمام مطالبات کے وصول کرنے میں یہ قاعدہ جاری فرمایا کہ ایک تنگے کے عوض دو معتدل وصول کئے جائیں۔

اگر کوئی عامل بادشاہ کے مقرر کردہ محصول سے زیادہ وصول کرتا تو اس سے شدید عداوت کیا جاتا تھا، اگر اسباب و اجناس وغیرہ کارخانوں میں خرید کئے جاتے تھے تو انصاف و عدل کے قوانین کا لحاظ کر کے ان کو قیمت و لاہی و کامل ادا کی جاتی تھی۔

اہل بازار تمام غرور و بزرگ بید خوش تھے اور حسن مقام پر بھی عہدہ اسباب و نفیس اشیاء موجود ہوتیں ان کو کارخانوں کے لئے فراہم کر لیتے تھے۔

اس کا مقصد یہ تھا کہ اگر نرخ میں بے اعتدالی پیدا ہوا اور مال ایک ہی وقت میں خریدار کے حوالے کریں تو ہر شخص مطمئن و شاد ہو۔

سلطان فیروز شاہ محض خدا کے خوف سے عال پر تاکید کرتا تھا کہ کسی شخص پر طمع و حرص کی وجہ سے جبر و ظلم نہ ہونے پائے۔ بادشاہ کی اس تاکید و حکم سے رعایا کی تعداد میں اضافہ ہوا اور ہر شخص آسودہ و مطمئن ہو گیا۔

رعایائے سلطنت میں اس درجہ اضافہ ہوا اور آبادی میں اس قدر ترقی ہوئی کہ ہر قطعہ اور ہر ملک اور ہر پرگنہ میں ہر چار کوں پر ایک گاؤں آباد ہو گیا۔

رعایا کے مکان میں اس قدر فائدہ و مال و اسب و اسباب فراہم ہو گئے کہ ان کی تفصیل حد بیان سے باہر ہے۔ ہر شخص کے پاس زر و نقرہ بیشمار جمع ہو گیا۔

اور رعایا میں کسی شخص کی عورت بھی بغیر زیور کے نظر نہ آتی تھی۔

ہر رعایا کے مکان میں پاکیزہ بستر و عمدہ پلنگ و بیشمار اسباب راحت و ملل جمع ہو گیا۔ ہر شخص کثیر مال و اسباب کا مالک ہوا اور تمام مملکت دینی کا ہر فرد

خدا کے فضل و کرم سے بے غم و بغیر بے زنج کے زندگی بسر کرنے لگا۔

تسرواں مقدمہ

خسر و ملک و خداوند زادہ دختر سلطان تغلق کا خدا ہی کرنا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ خدا کی مدد و عنایت سے شہر دہلی میں اچھا کام حکومت و آئین سیاست کے نافذ کرنے میں مشغول تھا۔

خداوند زادہ دختر سلطان تغلق و خسر و ملک اُس کا پسر اور داور ملک اس کا شوہر ہر سہ افراد محرم شاہی میں خوش و مطمئن زندگی بسر کرتے تھے۔

فیروز شاہ نے یہ قاعدہ مقرر کیا تھا کہ ہر جمعے کو نماز کے بعد خاص طور پر خداوند زادہ سے ملاقات کرنے کے لئے جاتا تھا۔

فیروز شاہ جب خداوند زادہ کو دیکھتا تو بے حد تواضع و تعظیم کے ساتھ کھڑا ہو جاتا اور اُس کی خدمت گزار ہی کرتا تھا۔ فیروز شاہ اور خداوند زادہ ہر دوار اکین شاہی جاہلانے میں بیٹھتے تھے اور داور ملک خداوند زادہ کے پس پشت بیٹھتا۔

صفحہ ۱۱۱

قاعدہ تھا کہ اس طریقہ نشست کے بعد باہم و گرد گرد سے گفتگو ہوتی اور اس کے بعد خداوند زادہ فیروز شاہ کو بیان دیتا اور اس کے بعد بادشاہ خیرت ہوتا تھا۔ فیروز شاہ کا قاعدہ تھا کہ ہر جمعے کو اس طرح خداوند زادہ سے ملاقات کرتا اور اتحاد و محبت کی گفتگو کے بعد واپس ہوتا تھا۔

چونکہ انسان کی سرشت میں حسد کا مادہ موجود ہے، خسر و ملک نابکار اور خداوند زادہ نے بادشاہ کے خلاف سازش کی اور یہ طے کیا کہ اب باطنی عداوت کو ظاہر کریں۔

غرض کہ بادشاہ اپنی عادت کے موافق جمعہ کے روز اسی مقام پر نشست اختیار کرتا اور خداوند زادہ نے یہ طے کیا کہ بادشاہ کو اسی جگہ قتل کرے۔

خداوند زادہ و خسر و ملک ہر داور و پسر نے بادشاہ کے قتل کرنے پر

کرمیت باندھی۔

اس مقام پر ایک ستف خانہ تھا جس کے پہلو میں دو حجرے بھی تھے۔
خسرو ملک نے ان حجروں اور ستف خانہ میں چند افراد زرہ پوش جو
سر سے پاؤں تک لہو سے میں غرق تھے، خفیہ طور پر پنہاں کر دئے اور ان افراد سے
وعدہ لیا کہ جس وقت خداوند زادہ اشارہ کرے، یہ زرہ پوش گر وہ باہر آکر فیروز شاہ پر
تیغ زنی کرے اور اس کا سرتن سے جدا کر دے۔

خسرو ملک بے وفائے چند افراد زرہ پوش دروازوں کے تختے کے عقب میں
بھی پنہاں کر دئے کہ اگر بادشاہ اندرون خانہ سے سلامت نکل کر باہر جائے تو یہ اشخاص
دروازے پر بادشاہ کا کام تمام کر دیں۔

خسرو ملک نے ان افراد کو یہ ہمائش کر دی کہ بادشاہ کے دروازے سے
برآمد ہوتے ہی یہ گر وہ برق کی طرح فیروز شاہ پر گر پڑے اور اس کا سرتن سے
جدا کر دے۔

غرض کہ اس قرار داد کے موافق خسرو ملک اور خداوند زادہ اپنے کام میں
مصرف ہوئے اور فیروز شاہ نے نماز جمعہ کے بعد جب دستور خداوند زادہ سے
ملاقات کی۔

ملاقات کے بعد فیروز شاہ اور خداوند زادہ ستف خانہ سے نیچے اترے
اور حسب قاعدہ داور ملک بادشاہ کے عقب میں بیٹھا۔

معتبر ادویوں نے موقع خفیف سے بیان کیا ہے کہ خسرو ملک داور ملک
کے صلب سے نہ تھا بلکہ خداوند زادہ کے دوسرے شیخ پر کا نطفہ تھا اور یہی وجہ تھی کہ
خداوند ملک اس قدر و مکاری سے پرہیز کرتا تھا۔

غرض کہ اس موقع پر داور ملک سعید انلی نے بادشاہ کو دیکھتے ہی حیرت سے
انجلی دانست کے نیچے دو بائی اور آنکھوں سے اس امر کا اشارہ کیا کہ اس مقام سے جلد
چلا جانا اور دربار آراستہ کرنا مناسب ہے۔ غرض کہ فیروز شاہ الہام الہی سے اس وقت
کھڑا ہو گیا۔

پھر چند خداوند زادہ نے اصرار کیا کہ پانے تک توقف کرنا لازم ہے،

صفحہ ۱۰۳

لیکن بادشاہ یہ جواب دے کر کہ فتح خاں کا مزاج "اسانہ" ہے، میں نہیں رک سکے گا، انشا اللہ روز دیگر آؤں گا اور دیر تک بیٹھ کر حکمہ و کلام کروں گا، جلد سے جلد واپس ہوں۔

فیروز شاہ خداوند زادہ کے مکان سے صبح و سالم واپس آیا اور زرہ پوش گروہ کو چھپلو کے محروں میں یہاں تھا، اس گفتگو سے قطعاً واقف نہ ہوا۔

فیروز شاہ صبح و سالم مکان سے باہر آگیا اور وہ گروہ جو دروازے کے تختوں کے عقب میں یہاں اور بادشاہ کے مکان میں داخل ہونے سے آگاہ تھا، فیروز شاہ کے باہر نکل آنے سے واقف نہ ہوا اور فیروز شاہ خدا کے لطف و کرم سے صبح و سالم خداوند زادہ کے مکان سے باہر نکل آیا۔

بادشاہ ان بدبختوں کے مکان سے صبح و سالم باہر آگیا اور یہ آواز بلند ہو رہی خواہ کہ طلب کیا۔ چونکہ یہ جیسے کا دن تھا، ملوک و امرا میں ہر شخص اپنے مکان کو واپس جا چکا تھا۔ اُس وقت رائے بھیر و بھی حاضر تھا اور فیروز شاہ نے شائد آواز میں اُس سے کہا کہ بھیر و جو تلوار تیرے ہاتھ میں ہے مجھ کو دے۔

بھیر و نے یہ دریافت کر کے کہ کام ہاتھ سے نکل چکا ہے، عرض کیا کہ خداوند عالم اشریف علیٰ جلیس، فدوی تیغ کشیدہ حضرت کے عقب میں آئے گا، اور حضرت شاہ بدولت و اقبال قصر شاہی کو روانہ ہوں۔

صفحہ ۱۰۴

فیروز شاہ نے یہ معروضہ قبول نہ کیا اور بھٹو کے ہاتھ سے تلوار چھین لی اور تنہا کو نیام سے نکالا۔ قصر کے درمیان پہنچ کر فیروز شاہ سلطان محمد کی حرم کے ہمراہ قصر کے بالائی حصے میں پہنچ گیا۔

بادشاہ نے اُس وقت تمام ملوک، خوانین کو طلب کیا۔

ان امیروں نے خسرو ملک و خداوند زادہ کے مکان کو گھیر لیا اور زرہ پوش گروہ کو بادشاہ کے حضور میں لے آئے۔

اس جماعت سے حقیقت حال کا استفسار کیا گیا اور انہوں نے ہر شے کو تفصیل وار بیان کر دیا۔

اس موقع پر فیروز شاہ نے ان زرہ پوشوں سے سوال کیا کہ تم کو میرے حال سے واقفیت ہوئی تھی یا نہیں۔ اس جماعت نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے

قتل چشم پر دے ڈال دئے، ہم کو بادشاہ کے مکان میں داخل ہونے کا ترہاں
معلوم ہے لیکن حضرت کے باہر تشریف لانے سے ہم قطعاً بخیر رہے۔
غرض کہ اس واقعے کے ثبوت کے بعد سلطان فیروز شاہ نے خداوند زادہ کا
خلیفہ مقرر کر کے اُس کو گوشہ نشین ہونے کا حکم دیا۔

خداوند زادہ کے قبضے میں بیشمار مال تھا جو تمام وکمال ضبطہ کے خزانہ شاہی
داخل کیا گیا۔

واضح ہو کہ خسرو ملک نے اسی خزانے کی توث پر بادشاہ کے مقابلے میں
خداوی کا ارادہ کیا تھا۔

خسرو ملک جلاوطن کیا گیا اور قانون جہانداری و روش شہریاری کی بنیاد پر
داد و ملک کی بابت حکم ہوا کہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ بارانی اوڑھ کر اور کفش پہن کر بادشاہ کے
سلام کو حاضر ہوا کرے۔

یہ امر قطعاً صحیح ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اپنے
خلفہ و امان میں رکھے اُس کو کس کی طاقت ہے کہ ضرر و نقصان پہنچائے۔

انصار مصول مقدمہ

فیروز شاہ کا جمعہ و عیدین کی نماز کے خطبے میں قدیم سلاطین کا

صفحہ ۱۰

نام داخل کرنا و سگہ ہائے سلاطین کا ذکر

یہ امر تمام متوفین کی رائے میں صحیح و متفق علیہ ہے کہ فیروز شاہ نے
پچاس سال کامل آئین جہانداری و قوانین شہریاری کو منظور و روشن کیا۔

تمام متوفین کو اتفاق ہے کہ سلطان فیروز شاہ پر رسوم تاجداری کا خاتمہ ہوا۔
اس کے علاوہ فیروز شاہ نے آئین خیم و فراست سے اپنے ہر حکومت میں
سلاطین کے اس خطبے میں داخل کئے اور تقریباً پچاس سال اسی خطبہ سے متاثر رہا۔

بادشاہ نے چالیس سال کے عہد حکومت میں اکیس سگے جوتا جداری کے آٹھ میں اور اکیس علامات و آداب جہانداری کو روشن و مستور کیا۔
 مسوخی عقیف جس نے چالیس سال کامل فیروز شاہ کو دیکھا اور جو اکثر اوقات اصحاب دیوان و وزارت کے ہمراہ آداب گاہ میں حاضر ہو کر سعادت معرخی سے سرفراز ہوا، حال و استقبال کے دستور کے لئے اُن سگہ جات و آداب کو تین ذکر میں مفصل بیان کرتا ہے۔

ذکر اول۔ بادشاہ کا سلاطین قدیم کا سال کو جمعہ و عیدین میں اختیار کرنا

یہ امر زمانہ قدیم سے مقرر تھا کہ سلاطین دہلی کے عہد میں جمعہ و عیدین کے خطبوں میں یہ حرف فرما کر اُسے زندہ کا نام پڑھا جاتا تھا۔
 قدیم سلاطین کا ذکر خطبوں میں قطعاً نہ ہونا اور اُن کے لئے دعا کی جاتی تھی سلاطین فیروز شاہ پہلا فرماں روا ہے جس نے خدا کی توفیق و امداد سے اس میں ترمیم کی۔

واقع ہو کہ سلطان فیروز شاہ نے تخت حکومت پر جلوس کیا اور وہ وقت آیا کہ بادشاہ کے نام کا خطبہ جاری ہو۔

فیروز شاہ نے حکم دیا کہ اس کے نام کا خطبہ پڑھنے سے یہ مراد نہیں ہے کہ قدیم بادشاہوں کا نام خطبے سے نکال دیا جائے۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ اول قدیم سلاطین کے نام کا خطبہ پڑھا جائے اور بعد اس کے خود بادشاہ کا تذکرہ ہو جیسا کہ حضرت شیخ سعدی نے گلستان دیوتاش میں ذکر فرمایا ہے کہ اُس شخص کو بزرگ نہیں کہتے جو بزرگوں کا نام عزت سے نہ لے۔

فیروز شاہ نے تمام سلاطین ماضی میں سے جو تخت دہلی پر ٹھکن ہوئے، جن بادشاہوں کا نام خطبے میں اختیار فرمایا وہ حسب ذیل ہیں۔

اول حضرت شہاب الدین محمد بن سام (۶) حضرت سلطان شمس الدین لقمش (۲) حضرت سلطان ناصر الدین محمود (۴) حضرت سلطان غیاث الدین بلبن (۲)

(۵) حضرت سلطان جلال الدین (۶) حضرت سلطان علاء الدین (۷) حضرت سلطان قطب الدین (۸) حضرت سلطان غیاث الدین تغلق (۹) حضرت سلطان محمد تغلق (۱۰) حضرت سلطان فیروز شاہ۔

فیروز شاہ کے بعد دو بادشاہوں کے نام اور خلیے میں داخل کئے گئے، اول سلطان محمد بن فیروز شاہ دوم سلطان علاء الدین بن سلطان محمد شاہ۔ غرض کہ تمام دور فیروز شاہی میں ان تاجداران نامدار کے اسما خلیوں میں پڑھے جاتے تھے اور خلیب و شیریں کلام و اعظان حضرات کے لئے دعائے مغفرت کرتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ بادشاہ دیں پناہ فیروز شاہ نے الہام الہی و فراست و دانائی کی بنا پر وہ کام کیا کہ اس کا نام نیک و قیام قیامت زندہ رہے گا۔ اب متورخ سکھائے تاجداران کا حال معرض تحریر میں لاتا ہے۔

ذکر دوم در بیان سکھ ۴ در قسم تاجداری

تمام جہان و اہل جہان کو معلوم ہے کہ فیروز شاہ نے الہام الہی کی بنا پر بنا سبست ملک و طریقہ جہاداری میں اکیس سکے وضع کئے۔

متورخ عفیف ان کے اسما تفصیل کے ساتھ ذیل میں درج کرتا ہے تاکہ ناظرین اُس سے آگاہ ہو جائیں۔ یہ اکیس سکے حسب ذیل ہیں۔

خطبہ تخت جنت علی جہر بر عقیق۔ قطرا و رتیج و تبلیغ گیس راں باہگ پاں مدد غافیر پارہ۔ سلاج بروقت و تجریش در نول۔ در نول بوقت در سواری بھلاہک چتریاہ۔ ترکش سفید۔ کتابت تواریخ بآر بر سیلاں۔ آمدن بلوک در سرا اول وقت۔ باہگ جبرس بوقت بر آمد و ترہ بید گوش۔ مختصر یہ کہ یہ اکیس سکے قانون آئین تاجداری میں داخل ہیں۔

فیروز شاہ نے اپنے ہمد میں دو سکے اپنے اور اک صمیع سے اور ایجاد کئے۔ ایک طاس گھڑیاں جو ٹٹھ سے و البسی کے بعد وضع کیا گیا اور دوم نثار چتر جس کو فیروز شاہ نے بعد میں وضع کیا۔

غرض کہ فیروز شاہ تخت حکومت پر متمکن ہوا اور اس نے اسن و امان کے قواعد جاری کر کے تمام خاک کو مطمئن و مسرور کیا۔
 فیروز شاہ نے حکم دیا کہ سلاطین و غیر سلاطین کے چتر میں فرق ہونا چاہیے اس لئے کہ بہتر میں بہترین رموز جاہ و جلال کے اسرار مضمر ہیں۔
 درگاہ فیروز شاہ کی بلندی و مراتب کا کیا کہنا جس نے نشاۃِ پیر کی ہم الہام الہی کی بنا پر وضع کر کے تمام ممالک و ملی کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔

قسم دوم

لکھنوتی کا بیان اور بادشاہ کا دو مرتبہ جاج نگر و نگر کوٹ کا سفر
 اس قسم میں آغاز ہوتا ہے۔

اول مقدمہ

سلطان فیروز شاہ کا لکھنوتی روانہ ہونا

اول مرتبہ بادشاہ نے اپنی سواری کے ہمراہ سنجری روانہ کیا اور ایک ہزار کشتیاں رواں ہوئیں اور بند کش کہاروں کے دوش پر روانہ کیا گیا۔
 اس مقام پر صادق البیان و راست گفتار راوی نقل کرتے ہیں کہ بادشاہ نے بیدشان و شوکت کے ساتھ سفر کیا۔

ان راویوں نے مؤرخ عقیف سے بیان کیا کہ خانان و ملوک و دریا کی ستر سواریاں تیار ہوئیں اور اس طرح پر بادشاہ ان امرا کے ہمراہ نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ جگالہ روانہ ہوا۔

فیروز شاہ اس سفر میں بار بار امراء مقرب اہل دربار کی طرف متوجہ ہوتا اور

اپنی محاسن پر ہاتھ پھیر کر ان کو یہ شعر سناتا تھا۔

بہیں گویم و باز گویم ہیں
مختصر یہ کہ فیروز شاہ خدا کے فضل و کرم سے لکھنؤتی پہنچا اور خان جہاں
دہلی میں مقیم رہا۔

دوسرا مقدمہ

فیروز شاہ کا لکھنؤتی پہنچ کر شہر کا محاصرہ کرنا

نقل ہے کہ فتح مند بادشاہ تمام ممالک کی سیر کرتا ہوا بید جاہ و جلال کے ساتھ
بنگالہ پہنچا۔

سلطان شمس الدین کا لشکر بھی ساحل دریا پر بید شان و شوکت کے ساتھ
نمودار ہوا۔

دریائے سترہ و گنگ و گوبی کے ساحل پر لشکر نے مقام کیا۔

فیروز شاہی لشکر نیک کشتیوں میں ستارہ پر دین کی طرح تھا اور پہلوان و بزرگوار
غیر گراں و درفشان سان کے ساتھ کشتیوں میں نمودار ہوئے اور دشمن کو تیروں اور تیر کے
بینظیر ناوک کے زخموں سے پسپا کرنے لگا۔

فیروز شاہ اپنے لشکر کے ہمراہ دریائے کوسمی کے ساحل پر پہنچا اور بادشاہ نے
قدرے آرام کیا۔ بادشاہ نے اس لئے گھوڑے کی باگ روکی کہ دریائے دوم کے کنارے
سلطان شمس الدین بے شمار لشکر کے ہمراہ امٹا رہا تھا اور اس دریا کو عبور کرنا عیس
مشکل تھا۔

فیروز شاہ دریائے کوسمی سے سو کوس کے فاصلے پر پہنچا

جس مقام پر کہ دریائے کوس کا دبانہ پیڑ سے نکلا ہے اس مقام پر دریا
پایاب تھا۔

راست گفتار اشخاص نے مؤرخ عقیف سے بیان کیا ہے کہ اس مقام پر
پانی زور سے رواں تھا۔ دریا اس قدر زور پر تھا کہ پانچ سو من کا پتھر سفال کی طرح

سطح آب پر غلطان بہتا تھا۔

اس موقع پر فیروز شاہ نے حکم دیا کہ باہاب مقام کے فرودست و بالا دست ہر دوسروں پر ہاتھی استادہ کئے جائیں تاکہ مخلوق آسانی کے ساتھ دریا کو عبور کر سکے۔ بالا دست اس لئے جانور استادہ کئے گئے تاکہ پانی کا زور کم ہو جائے۔

ان جانوروں کے جسم میں طنابیں باندھی گئیں اور فرودست کی جانب اس غرض سے استادہ کئے گئے کہ اگر اہل لشکر میں کوئی شخص غرق ہونے لگے تو جانوروں کی طناب پکڑ کر اپنے کو محفوظ رکھ سکے۔

غرض کہ سلطانی لشکر نے خدا کی عنایت و مہربانی سے دریائے گوسی کو عبور کیا اور کہہ گراں کی طرح سلطان شمس الدین کی طرف بڑھا۔

سلطان شمس الدین کو معلوم ہوا کہ لشکر بالا دست دریائے گوسی کے ساحل پر پہنچ گیا اور شمس الدین پر اس قدر خوف و ہراس طاری ہوا کہ حاکم بنگالہ مع اپنے بے شمار لشکر کے اگدہ روانہ ہو گیا۔

بعض راویوں نے مورخ عصف سے بیان کیا ہے کہ جس وقت بادشاہی لشکر دریا کو عبور کر رہا تھا فیروز شاہ نے رائے جیار من کو چتر عطا کیا۔

غرض کہ سلطان شمس الدین نے شہر پنڈ وہ کو خالی کر کے اگدہ میں پناہ گزین ہوا اور سلطان فیروز نے اُس کا نفاقب کر کے سجدہ اہتمام کے ساتھ اگدہ کا محاصرہ کر لیا اور اپنے لشکر کے گرد اگر دشمن تیار کر آئے اور خندق کھدوائے۔

سلطان شمس الدین کی فوج ہر روز اگدہ سے باہر آکر نمودار ہوتی تھی اور اس جانب سے فیروز شاہی فوج تیر کے زخم سے حریف کو پسپا و پامال کرتی تھی۔

سلطان شمس الدین باوجود لالچینی و غرور آمیز کلام کے سجدہ اضطرار و خوف کی وجہ سے جزائر اگدہ کے اندر حصار می ہو گیا۔

راؤ وراہان و زمینداران بنگالہ فیروز شاہ کے حضور میں حاضر ہو کر امان کے طلبکار ہوتے تھے اور اس طرح بنگالے کے باشندوں کا بہت بڑا حصہ فیروز شاہ کے لشکر کا جزو بن گیا۔

طرفین سے ہر روز فوج کا ایک حصہ نمودار ہو کر اپنی اپنی قوت و جرات کا اظہار

کرنا تھا۔

مختصر یہ کہ چند روز بعد بادشاہ اسی طرح ایک دوسرے کے مقابلے میں صف آرا ہوتے رہے یہاں تک کہ آفتاب برج سرطان میں داخل ہوا۔ سلطان فیروز شاہ نے اپنے امرا و اہل دربار سے مشورہ کیا اور جمیع قیل و قال کے بعد امرائے دربار نے عرض کیا کہ سلطان شمس الدین حصار بند ہو گیا ہے اور ظاہر ہے کہ جو ان کا دباہ کے گرد تمام پانی ہی پانی ہے۔

سلطان شمس الدین نے یہ طے کیا ہے کہ موسم برسات آجائے گا اور تمام بنگال سیلاب سے گھر جائے گا اُس وقت فیروز شاہ مجبور ہو کر اس ملک سے وہیں جائے گا۔ اس وقت یہ مناسب ہے کہ ہم اپنی فرود گاہ سے چند کوس عقب میں ہٹ جائیں اور دلیلیں کہ پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے اور دیرانی قنف کا کیا منشا ہے۔

فیروز شاہ نے امرا و متریان بارگاہ کی رائے کو پسند کیا۔ دوسرے روز بادشاہ نے دہلی کی سمت کوچ کیا اور سات کوس کے فاصلے پر مقیم ہوا اور چند قلندروں کو اکدا بہ کی جانب روانہ کیا۔ بادشاہ نے قلندروں کو ہمائش کر دی کہ اگر تم کو حریف گرفتار کر کے شمس الدین کی بارگاہ میں لے جائے اور حاکم بنگال تم سے ہمارا حال دریافت کرے تو تم یہ جواب دینا کہ فیروز شاہ فراریوں کی طرح مع تمام لشکر چشم کے بھاگ رہا ہے۔ قلندران مذکور اکدا بہ پہنچے اور حریف کے ملازم ان کو گرفتار کر کے سلطان شمس الدین کے حضور میں لے گئے۔ ان قلندروں نے بیان کیا کہ فیروز شاہ نے مع تمام لشکر و فوج کے راہ فرار اختیار کی ہے۔

سلطان شمس الدین نے قلندروں کی گفتگو کو راست خیال کیا اور عارضین مجلس سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ فیروز شاہ فراریوں کی طرح بھاگ رہا ہے اس کا تعاقب کرنا اور مثل شان عالی مرتبہ کے اُس کو قہر و ظلم سے زیر کرنا ہمارا فریضہ ہے۔ سلطان شمس الدین نے یہ طے کیا اور اپنے حسبِ ارشاد لشکر کے ساتھ اکدا بہ سے باہر آیا۔

تیسرا مقدمہ

فیروز شاہ اور سلطان شمس الدین کی جنگ، فیروز شاہ کا پچاس

ہاتھی حال کرنا اور ایک لاکھ اسی ہزار بنگالیوں کا قتل

نقل ہے کہ سلطان شمس الدین کو معلوم ہوا کہ فیروز شاہ نے دہلی کی سمت راہ فرار اختیار کی۔

اس موقع پر بعض اشخاص نے شمس الدین سے بیان کیا کہ فیروز شاہ نے تمام اسباب و سامان کو چھوڑ دیا اور بعض نے بیان کیا کہ بادشاہ نے لشکر کا وہیں آگ لگا دی اور دہلی واپس ہوا۔

غرض کہ سلطان شمس الدین دس ہزار سواروں اور دو لاکھ پیادوں اور پچاس ہاتھیوں کے ہمراہ اکد ابہ سے باہر نکلا اور فیروز شاہ کے تعاقب میں روانہ ہوا۔

فیروز شاہ اپنی فوج کے ہمراہ سات کوس کے فاصلے پر مقیم تھا اور حسرتیف کی آمد کا انتظار کر رہا تھا۔ اس مقام پر جہاں کہ ساحل دریا غرقاب تھا اور اب پایاب ہو چکا تھا فیروز شاہ نے دریا کو عبور کیا تھا کہ ناگاہ سلطان شمس الدین حاکم بنگالہ بھٹی اور اس نے بغیر ساعت و وقت کا انتظار کئے ہوئے فیروز شاہ کی طرف دوڑا۔

فیروز شاہ کو اس واقعے سے اطلاع ہوئی اور اخبار رسال افراد نے بادشاہ سے عرض کیا کہ شمس الدین الوندی کا رئیس ہشمار لشکر ہے انہما سواروں اور کچھ پیکر ہاتھیوں کے ہمراہ مثل افسر بہنران کے نمودار ہوا ہے۔

فیروز شاہ نے مثل تاجداران عالی مرتبہ کے اپنے لشکر کو درست و آراستہ کیا اور دشمن سے مقابلہ کرنے پر تیار ہوا۔

بادشاہ نے بھی اسی محلے میں سسی بلینج کی اور اپنی فوج کو تین حصوں میں اس طرح تقسیم کیا کہ سینے پتلاک دیلان میر شکار کو تیس ہزار سواروں کے ہمراہ مقرر کیا اور میسرے پر

مع تیس ہزار سواروں کے ملک حسام نور کے سپرد کیا اور قاب لشکر میں تاتار خاں کو تیس ہزار ناسور و بہادر سواروں کے ہمراہ متعین کیا۔
فیروز شاہ نے خود اپنی فرج کے ہر حصے میں گشت لگایا اور بادشاہوں کی طرح اہل لشکر سے کلمات تسکین بیان کئے۔

اس فرج میں ہر شخص فولاد میں غرق تھا اور ہر حصہ لشکر میں سیلان مست بھی استاد تھے اور تمام نشانات ظاہر نمودار تھے۔
تمام خاندان و ملک دربار اس روز فیروز شاہ کے برابر جمع تھے اور اسی طرح پانچ سو نشان بادشاہ کے گرد جمع ہو گئے۔

اس وقت فیروز شاہ نے عالمی مرتبہ سلاطین کی طرح ہتھیار باندھے اور چتر بادشاہی کو اپنے سے دور کر دیا۔ غرض کہ تمام طبل و دماے یکبارگی بجائے گئے اور ہر دو لشکر میں شور برپا ہو گیا۔

سلفان شمس الدین نے فیروز شاہی لشکر و فرج کو دیکھا کہ سمندر کی طرح لہریں لے رہا ہے اور اس بجزار عظیم الشان لشکر کو دیکھ کر بید خوف زدہ ہو کر اس اپنے مائتین سے کہا کہ ان قلندروں نے ہم کو دھوکا دیا اور فریب سے ہم کو حصار سے باہر لے آئے لیکن اب کیا ہوتا ہے خدا کا جو حکم ہو گا وہی ظاہر ہو گا۔
شمس الدین نے تقدیر الہی پر تکیہ کر کے جنگ آزمائی شروع کی اور ملک جام نوا اور اہل بنگالہ میں لڑائی شروع ہوئی۔

میسرے سے ملک جام نوا نے بھی قدم آگے بڑھایا اور سوار نے ہتھیار ہاتھ میں لیا اور لڑائی کا بازار گرم ہوا، شمس فرج اور ملک جام نوا نے لشکر میں آویزش شروع ہوئی تھی کہ میسرے کی جانب سے ملک جام نوا نے بھی جنگ کا ارادہ کیا۔
غرض کہ ہر شخص نے اہل غزاک کی طرح کمر زنت باندھی اور دشمن کو قتل کرنے پر مستعد ہوا۔

خدا کے حکم سے فریقین میں شدید و خونریز معرکہ آرائی ہوئی۔
جنگ آزمائی کا یہ عالم تھا کہ تلوار کے بیار ہونے کے بعد چاقو سے کام لینے لگے اور ہر فریق نے دوسرے کی کمرش اتھاڑ کر اسی طرح آویزش کی۔ میدان کا رزار

نمود قیامت بن گیا۔

جنگ ربدال کی انتہانہ رہی اور صین معرکہ کارزار میں تاتار خاں نے فیروز شاہ سے عرض کیا کہ شہیت الہی نے بدخواہ دشمن کو حضرت کی فتح کے لئے ہمارے روبرو پیش کر دیا ہے۔

فیروز شاہ نے جواب دیا کہ اللہ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ شمس الدین اسی وقت ہمارے ہاتھ میں گرفتار ہو جائے گا۔

غرض کہ بے شمار قتال و خون ریزی کے بعد شمس الدین نے راہ فرار اختیار کی اور خدا کے حکم سے براہ راست اپنے ملک کو روانہ ہو گیا۔

صحیح روایت یہ ہے کہ جب قلب گاہ سے خان اعظم تاتار خاں نے غلبہ کیا اور میندیسرو سے ملک جام نوا اور ملک ویلان نے حملہ کیا تو بنگالے کا لشکر پٹوا سے اکدایہ تک تمام و کمال فراری ہو گیا۔

تاتار خاں نے اہل بنگالہ کا تعاقب کیا۔

ہر چند تاتار خاں یہ آواز بلند یہ کہتا تھا کہ اسے شمس سیاہ رو کہاں جانا ہے مرد کو چاہیے کہ پشت نہ دکھائے ایک لمحے توقف کر کہ تجھ کو فیروز شاہی خستہ دم کی جرات و قوت کا اندازہ ہو جائے، لیکن سلطان شمس الدین ایسا فراری ہو گا کہ اس نے ایک نہ سنی

غرض کہ سلطان فیروز شاہ خدا کی عنایت و کرم سے فتح مند ہوا اور تمام خاندان و ملک نے بادشاہ کی درازی عمر و اقبال کی دعا کی۔

اس محرکہ میں سینا لیس ہاتھی فیروز شاہ کے ہاتھ آئے اور تین جاں نور مارے گئے۔

شاہ بنگالہ موجود قوت و شوکت کے فراری ہوا اور صرف سات سو اوروں کے ہمراہ بھاگا اور اس کا بقیہ لشکر پرانگندہ ہو گیا۔

کہتے ہیں کہ اس ساحل دریا پر جہاں کہ فیروز شاہ مقیم تھا اور جو اکدایہ سے سات کوس کے فاصلے پر واقع تھا فیروز شاہی فرج نے حریف کا تعاقب کیا۔

شاہ بنگالہ بے عمد وقت و حرابی کے ساتھ فراری ہوا اور اس کے مواریہ پادے

اس قدر قتل کئے گئے کہ غرن غلہ کی طرح کشتوں سے میدان بھر گیا بلکہ بعض راویوں نے یہ بیان کیا ہے کہ بچہ سخی و کوشش کرنے کے بعد جو طرفین سے ظہور میں آئی اس قدر افراد قتل کئے گئے کہ میدان کارزار کی زمین نظر نہ آتی تھی۔ اس کے علاوہ سلطان مس اللہین فراری ہو کر حصار کے نیچے آیا اور کو تو ال حصار نے بچہ کوشش کے ساتھ دروازہ حصار کھولا۔ شہر اکد ابہ کے اندر فیروز شاہ کا خیمہ نصب کیا گیا۔

اس مقام پر صحیح روایت یہ ہے کہ تمام عورات و مستورات نے جو اندرون حصار مقیم تھیں فیروز شاہ کی آمد کی خبر سنی اور بالائے حصار پہنچ کر بادشاہ کے دیکھنے کے لئے اپنے سر مل سے دامن کو اٹھایا اور سر پر ہنہ ہو کر بچہ پریشانی کے عالم میں آہ و زاری شروع کی۔

فیروز شاہ نے عورات کو اس قدر پریشان و مضطرب دیکھ کر اور ان کی گفتگو کو سُن کر فرمایا کہ میں نے تسلیم کیا کہ میں شہر کے اندر داخل ہو گیا اور چند مسلمانوں کو گرفتار بھی کیا اور اس ملک کو فتح کر کے اپنے نام کا خطبہ بھی جاری کر دیا لیکن جب میں حصار کے اندر داخل ہوں گا اور اہل قلعہ کو جو تمام و کمال مسلمان ہیں، زیر کر لوں گا تو یہ عورات پر وہ نشین نا اہل افراد کے ہاتھ میں گرفتار ہو کے بے عزت ہوں گی ایسی حالت میں میرے اور مغلوں کے درمیان کیا فسق باقی رہے گا اور میں خدا کو کیا منہ دکھاؤں گا۔

بادشاہ کی تقریر سُن کر تاتار خاں نے عرض کیا کہ فتح شدہ ملک سے دست بردار ہونا مناسب نہیں ہے۔ فیروز شاہ فرشتہ خصلت نے فرمایا کہ اکثر سلاطین دہلی اس ملک پر حملہ آور ہوئے اور انھوں نے بنگالے کو فتح کیا لیکن ان میں سے کسی شخص نے اپنی فراست کی وجہ سے اس سرزمین میں قیام نہ کیا جس کی وجہ یہ ہے کہ بنگالے کا ملک رذیلوں کی ہستی ہے اور یہاں کے تمام امرا اپنی سخی و کوشش سے جو اڑ کے اندر رہتے ہیں اس لئے سلاطین دہلی کی رائے و تعلیق کی مخالفت کرنا مصلحت سے بعید ہے۔

فیروز شاہ الہام الہی کی وجہ سے اسی اندیشے پر واپس ہوا آزاد بدور کے نام سے موسوم کیا۔ اس مقام پر خاں اعظم تاتار خاں سے اور فضل رائے سرحد دہوئے

کہ ان کی وجہ سے فیروز شاہ خان اعظم سے بید خوش ہوا۔
کہتے ہیں کہ خان اعظم نے شیر کی طرح سلطان شمس الدین کا تعاقب کیا اور اس
امر میں جید سہی کی کہ حریف تک جلد پہنچ جائے۔

سلطان شمس الدین نے تاتار خاں کے خوف سے راہ فرار اختیار کی اور
خان اعظم نے حریف کے سر پہنچ کر ارادہ کیا کہ اُس پر تلوار کا وار کرے۔
خان اعظم کے دل میں ایک خیال پیدا ہوا اور اُس نے سلطان شمس الدین پر تلوار
نہ چلائی اور اُس کے تعاقب سے دست بردار ہو گیا۔

جنگ کے بعد فیروز شاہ نے تاتار خاں سے دریافت کیا کہ تم نے
حریف پر اس قدر قابو پا کر تلوار نیام سے نکالی لیکن عقل کام نہیں کرتی کہ بغیر تلوار کا
وار کئے تم کیوں واپس آئے۔

تاتار خاں نے جید خوب وعدہ جواب دیا اور عرض کیا کہ میں نے یہ خیال کیا
کہ تاجداران عالم پر مجھ کو تلوار چلانا مناسب نہیں ہے اور اس خیال و فعل کے اسرار و
آثار کو واضح کرنا میرے ذمے ہے غرض کہ تاتار خاں نے اپنے فعل و خیال کو توضیح سے
بیان کیا جس کو فیروز شاہ نے جید پسند کیا۔

چوتھا مقدمہ

فیروز شاہ کا دہلی واپس ہونا

نقل ہے کہ فیروز شاہ نے خدا کی مدد سے بنگالے کو فتح کیا اور ہر خاص و عام کو
راحت نصیب ہوئی

بادشاہ نے حکم دیا کہ بنگالے کے تمام مقتول افراد کے سر جمع کئے جائیں۔

فیروز شاہ نے وعدہ کیا کہ جو شخص مقتول بنگالیوں کے سر لائے گا فی
ایک تنگہ نقرہ انعام پائے گا۔ اس حکم کی بنا پر تمام لشکریوں نے اس حکم کی تعمیل میں کمر بستہ
ہو گئے اور کشتوں کے سر لاکر انبار کرنے لگے۔ ان سرول کا شمار کیا گیا اور معلوم ہوا کہ

ایک لاکھ اسی ہزار سر بلکہ اس سے زیادہ جمع ہوئے اس لئے کہ سات کوس کے فاصلے تک یہ کوشش جاری رہی۔

فیروز شاہ نہایت جاہ و جلال کے ساتھ انبار کے قریب تھا اور ان سردوں کا ملاحظہ کر رہا تھا۔

بادشاہ بچشم عبرت ان سردوں کو دیکھتا اور اپنے مقرب اہل دربار سے دو کراہ بھر کر کہتا تھا کہ ان غریبوں نے تعلق نان کی وجہ سے یہ روز سیاہ دیکھا اگر شکم کا تعلق اور اہل خیال و افعال کا خیال نہ ہوتا تو اس روز بدیں گرفتار نہ ہوتے۔

اس واقعے کے بعد بادشاہ بیدشان و شوکت کے ساتھ دارالملک دہلی واپس ہوا۔

بادشاہ پنڈ واپنچا اور اس شہر میں اُس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

فیروز شاہ نے پنڈ وہ کو فیروز آباد کے نام سے موسوم کیا۔

چونکہ فیروز شاہ نے اکدایہ کو آزاد پورا اور پنڈ وہ کو فیروز آباد کے نام سے موسوم کیا اس لئے اب تک ان شہروں کے سلاطین یمن و برکت کے لحاظ سے ان ممالک کو انھی ناموں سے یاد کرتے ہیں اور سرکاری دفاتر میں اب تک یہی لکھتے ہیں آزاد پور عرف اکدایہ اور فیروز آباد عرف پنڈ وہ۔

فیروز شاہ دریائے کوس کے کنارے پہنچا اور برسات کا موسم آگیا اور بادشاہ نے حکم دیا کہ شاہی لشکر مثل حبش شاہ فغفور کے بندکش کشتیوں میں دریا کو عبور کرے۔

غرض کہ تمام غنم و خدم سے بندکش کشتیوں کے ذریعے دریا کو عبور کیا۔

سلطان شمس الدین اکدایہ میں داخل ہوا اور اُس کو تو ال کو جس نے شہر کا دروازہ بند کر دیا تھا قتل کیا۔ فتنہ یہ کہ سلطان فیروز شاہ فتمند واپس آیا اور فتح نامہ دہلی روانہ کیا۔

اس زمانے میں خواجہ جہاں مقبول یعنی وزیر پرتو تدبیر دہلی میں نائب غیبت تھا اور شہر کی حفاظت میں سید کوشش کر رہا تھا۔

یہ فتح نامہ دہلی پہنچا اور خان جہاں و تمام اہل دہلی کو دو دسترت حاصل ہوئیں ایک خوشی تو فتح بنگالہ کی اور دوسری اس امر کی کہ فیروز شاہ صبیح و سالم واپس آ رہا ہے۔

فتمند لشکر نے دہلی میں اکیس روز طبل شادیانہ بجوائے۔

اس درمیان میں فیروز شاہ دہلی کے قریب پہنچا اور خان جہاں نے بے شمار

اسباب و خدمتی جتیا کئے، شہر میں چھ قیے بنائے گئے اس لئے کہ اب تک فیروز آباد آباد و مسمور نہ ہوا تھا۔

جس روز کہ بادشاہ دہلی میں داخل ہوا اس قدر برقی جمع ہوئیں کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔ واضح ہو کہ برقی بھی فیروز شاہ کی ایجاد ہے، سلاطین گزشتہ کے عہد میں اس کا نام و نشان نہ تھا۔

بادشاہ شہر میں داخل ہوا اور سینتالیس ہاتھی جو لکھنؤتی میں حاصل ہوئے تھے اس طرح لشکر کے آگے آگے تھے کہ جانور مختلف رنگوں سے رنگے ہوئے تھے۔ اور ان پر نہ منیہ کی عماری اور جھولیں بڑی ہوئی تھیں۔

بادشاہ کے داخلے کے وقت ہر صنف و کیر نے فیروز شاہ کا استقبال کیا اور ہر مرد و عورت جوان و ضعیف فیروز شاہ کی ترقی عمر و اقبال کے لئے دعا کر رہا تھا۔

معتبر اشخاص نے مورخ عقیف سے روایت کی ہے کہ فیروز شاہ مرتبہ اول جب کہ اُس نے لکھنؤتی کی ہم کو سر کر کے شاہ بنگالہ کو زیر کیا، گیارہ ماہ لکھنؤتی کی طرف رہا اور اس مدت کے بعد دہلی واپس آیا۔

پانچواں مقدمہ شہر حصار فیروزہ کی بنا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ خدا کی عنایت سے شہر میں آیا اور چند سال متواتر شہر دہلی میں مقیم رہا۔

بادشاہ لکھنؤتی سے واپس ہو کر ڈھائی سال حصار فیروزہ کی طرف رہا اور ملک کے انتظام میں اُس نے بجد کوشش کی اور تمام عالم کو اپنے احسان سے شاد و خوش کیا۔ اس زمانے میں بادشاہ نے حصار فیروزہ آباد کی بنیاد رکھی۔

جب کبھی کہ فیروز شاہ شہر میں آتا تو چند روز تو پائے تخت میں قیام کرتا اور بعد اس کے حصار فیروزہ کو واپس جاتا۔

بادشاہ کے دل میں حصار فیروزہ آباد کرنے کا خیال ہوا اور اس مقام پر جہاں کہ اب فیروز آباد واقع ہے قبل سے دو بڑے مواضع آباد تھے۔

یہ موضع کہ اس بزرگ و کہ اس خرد کے نام سے مشہور تھے۔ کہ اس بزرگ میں سچاس کھڑک اور خرد میں چالیس داخل تھے اس لئے کہ اس ملک میں کوئی موضع ایسا نہیں ہے جس میں کھڑک موجود نہ ہو۔

فیروز شاہ نے کہ اس بزرگ کی زمین کو بھی پسند کیا اور یہ فرمایا کہ کیا خوب پڑتا کہ اس مقام پر ایک عمدہ بزرگ شہر آباد ہو اس لئے کہ خدا کی مشیت و حکمت سے یہ مقام بے آب تھا بلکہ موسم گرما میں جبکہ عراق و خراسان سے راہرو اس مقام پر آتے تو ایک کوزہ آب کی قیمت چار جیتل ادا کرتے تھے۔

فیروز شاہ نے اس مقام پر فرمایا کہ مجھ کو خدا کے رحم و کرم سے امید ہے کہ جب میں مسلمانوں کے نفع رسانی کے لئے اس مقام پر جدید شہر آباد کروں گا تو خداوند کریم بھی اپنے رحم و کرم سے اس سرزمین کو پانی سے سیراب فرمادے گا۔

فیروز شاہ نے اس سرزمین میں قیام فرمایا اور اس کام میں مجید سخی و کوشش کر کے شہر کا سنگ بنیاد رکھا۔ فیروز شاہ نے چند سال تمام خانان و ملک درگاہ کے آس پاس کا حیرت من مصروف را اور پتھروں کو کوہ زم سے لاکھ پختہ چوہ کپور سنگ میں ملا کر ایک مجید طویل و عریض و بلند حصار تعمیر کرنا شروع کیا، بادشاہ کے تمام اہوان و انصار کے لئے اس شہر میں خاص خاص فرو دکاہیں تجویز کی گئیں اور ہر امیر اپنی فرو دکاہ میں مجید سخی و کوشش کے ساتھ پختہ و جدید عمارت تعمیر تیار کرنے میں مصروف ہوا۔

غرض کہ حصار مرتب ہو گیا اور ایک مدت اس کی تکمیل و تعمیر میں صرف ہوئی اور بادشاہ نے اس حصار کو فیروز آباد کے نام سے موسوم کیا۔

حصار کے مرتب ہونے کے بعد خندق کھودنا شروع کیا۔ خندق اس طرح کھودا گیا کہ اس کی تہ اور بازو سے ریختہ اٹھایا گیا اور خندق کے بازوؤں کے اوپر کنگرہ باندھا گیا۔

اس کے علاوہ ایک بیظیر حوض حصار کے اندر بنایا گیا جس کا پانی خندق میں گرتا تھا۔

ہر سال یہ ہوتا کہ ایک برس کامل اس حوض کا پانی خندق میں جاری رہتا تھا۔
 حصار کے اندر ایک کوشک بھی تیار کیا گیا۔ یہ کوشک ایسا بے نظیر تھا
 کہ باوجود سجدہ سجدہ کوشش کے اس کی نظیر دریافت نہ ہو سکتی تھی۔
 اس کوشک میں بے شمار محل تعمیر کئے گئے اور محل میں سجدہ مختلف و آراستگی پیدا
 کی گئی اور ان میں میٹھا رکھتیں رکھی گئیں۔
 اس کوشک میں ایک حکمت یہ تھی کہ اگر کوئی صاحب فہم و فراست شخص کوشک
 کے محل کے اندر آتا تو اگرچہ محل کی سیر کرے تو اس کوشک کے درمیان پہنچ جاتا۔
 کوشک کا زیرین حصہ قطعاً تاریک تھا کہ اگر نگہبان راہنمائی نہ کرے تو اس
 تاریکی سے باہر آنا محال ہو جائے۔
 کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک فرّاش تنہا اُس مقام پر آیا اور چند روز غائب رہا
 بعد اس کے نگہبان بھی اُس مقام پر پہنچے اور فرّاش کو تاریکی سے باہر لے آئے۔
 مختصر یہ کہ فیروز شاہ نے شان عالی مرتبہ کی طرح حصار فیروز آباد تعمیر کیا
 اور ایسا کوشک عجیب و پر اسرار تیار کیا۔
 اس کے بعد حرم شہر میں حصار فیروز آباد واقع تھا اور اس کے اطراف میں
 تمام خانان و ملوک و امراء اعیان و دولت نے اپنے اپنے مکان تعمیر کئے اور بیٹھیں و عہدہ
 محل بقصور تیار ہو گئے۔ فیروز شاہ کو معلوم تھا کہ یہ مقام بے آب ہے۔ بادشاہ نے ارادہ
 کیا کہ یہاں پانی پہنچائے۔ بادشاہ نے خود اس کام میں کوشش کی اور دو دریا کے ساحل
 نہر حصار فیروزہ میں لے آیا۔ ایک نہر دریائے جہنا اور دوسری دریائے ستلج سے۔
 دریائے جہنا کے ساحل سے جو نہر لائی گئی وہ نہر مثل نہر حبواہ و انھانی کے تھی۔
 ان نہروں کا دھانڈا کرناں کے سنگم سے کھلا لایا اور اسی کوں کے فاصلے تک
 حصار فیروزہ میں لایا گیا۔

موترخ عصف کے والد نے جو اُس زمانے میں بادشاہ کے مخصوص اہل دربار میں
 داخل اور عہدہ شب نویسی پر ممتاز تھا خاکسار مولف سے بیان کیا کہ حضرت فیروز شاہ
 نے حصار فیروزہ کی تعمیر میں اُمّانی سال صرف کئے اور بادشاہ کے ساتھ تام رعایا
 و خلعت نے بھی اس کام میں سجدہ کوشش کی۔ فیروز شاہ نے سجدہ غوثی و دستر کے ساتھ

حصار فیروز آباد کیا اور حصار میں باغات و اشجار لگائے، چنانچہ ان باغات میں بہرہ قسم کے میوے پائے جاتے ہیں۔

سد پھل و خیری و نارنگ اسکنہ پھل اور ہر قسم کے پھول و غیش کر بے شمار و ہر قسم و ہر جنس کے اس باغ میں پائے جاتے ہیں۔

نیشکر سیاہ و پونڈا ہر دو قسم کے اس باغ میں پائے جاتے ہیں اور یہ نیشکر اس قدر عمدہ و نرم تھے کہ اگر کوئی شخص ان میں دانت لگاتا اور ان کا پھلکا دانتوں سے چباتا تو ایک بارگی سرے سے اخیر تک پھلکا علحدہ ہو جاتا۔ یہ امر البتہ تھا کہ حصار فیروزہ میں فصل خریف تو عمرہ ہوتی لیکن فصل ربیع خوب نہ ہوتی اس لئے کہ گندم بغیر پانی کے پیدا نہیں ہوتا

فیروز شاہ کے ان نہروں کے حصار میں لے جانے سے ہر دو فصل عمدہ ہونے لگیں۔

اس سے قبل سلاطین گزشتہ کے عہد حکومت میں اس حصے کو ملک کے دفاتر سرکاری میں شوق لائسی تحریر کرتے تھے، لیکن جب حصار فیروزہ آباد ہوا تو اس تاریخ سے اس نوع کو شوق فیروز آباد لکھنے لگے اور لائسی و اکدودہ و فتح آباد و سرستی سامورہ و جھڑ آباد و دیگر اقلعات تک تمام و کمال حصار فیروزہ آباد کی شوق میں داخل ہو گیا۔

غرض کہ ایک عظیم الشان شہر بن گیا جس میں آبادی و زراعت کی کثرت ہوئی۔

حصار فیروزہ کی مشقہ رسی مالک و یلان کے سپرد ہوئی۔

جب پانی کی کثرت ہوئی اور متعدد نہریں حصار میں آگئیں تو بیشمار پانی جمع ہو گیا

اور ہر شخص اپنی خواہش کے مطابق باغ و کھیت کے قریب کنواں کھود سکتا تھا۔

پانی اس قدر کثرت سے جمع ہو گیا کہ اگر چار گز زمین کھودی جاتی تو پانی برآمد ہو جاتا تھا۔

چھٹا مقدمہ

استقامت املاک کے بیان میں

نقل ہے کہ فیروز شاہ نے ہر دو شہر و بجر کے طریقے پر آباد کئے ایک فتح آباد

جس کی ایک قسم اہل میں تکرار ہو چکا اور دوم حصاد فیروزہ جس کی شرح سابق میں کی جا چکی
 اہل ہر درہ مقامات میں بیشمار و بکثرت نہیں جاری کی گئیں اور تمام ہسپتالوں
 یا قوت کے کوس تک جاری ہوئیں۔

ہندوؤں کے درمیان تمام تر قصبات و قریات آیا دتھے، چنانچہ قصبہ جمنیدہ و
 قصبہ دھارتھ و شہر ہانسی و تعلق پور عرف سیدم وغیرہ حصہ ملک اہل ہندوؤں سے سیراب
 ہوتے تھے۔

ہر قصبہ و موضع میں نہیں جاری تھیں اور اہل ہندوؤں کے پانی سے رعایا و خلقت کو
 بیشمار نفع حاصل ہوتا تھا۔

اس موقع پر فیروز شاہ نے فرمایا کہ مملکت محروسہ کے تمام علماء و مشائخ کو جمع کیا جائے
 اور ان سے یہ فتویٰ طلب کیا جائے کہ اگر کوئی شخص اپنی ذاتی کوشش اور ذاتی مال کے
 صرف سے آب و غرقاب کے کنارے سے پانی کی نہروں جاری کرے اور یہ نہریں
 حدود و قصبات و قریات میں جاری ہوں اور ان مقامات کے باشندے ان نہروں سے
 نفع حاصل کریں تو آیا اس جاری کرنے والے کو بھی حق سہی حاصل ہے یا نہیں۔

علماء نے جواب دیا کہ سہی کنندہ کو حق خرب حاصل ہے یعنی یہ کہ قریات و
 قصبات کی آمدنی میں دسواں حصہ اس شخص کا ہے۔

اس کے بعد فیروز شاہ نے اہل ہندوؤں کا حق خرب اپنی مملکت میں داخل کیا۔
 اسی طرح بادشاہ دیں پناہ نے بیشمار مردہ زمین کو آباد کر کے ان کے محاصل
 اپنی مملکت میں شامل کئے۔ بادشاہ نے ان مقامات کی آمدنی علماء و مشائخ کے ہاتھ کر لی
 اور اس کو بیت المال سے خارج تصور فرمایا۔

بادشاہ نے ان رقوم کو ہام ہستی حصوں میں تقسیم کیا۔
 واضح ہو کہ اس زمانے میں دو چیزیں مملکت میں داخل تھیں ایک مال حق خرب
 اور دوسرے آباد قصبات کے محاصل اور اس طرح تقریباً دو لاکھ تنگے فیروز شاہ کی
 یک قرار پائے تھے۔

سلطان احمد من قدار ملک فیروز شاہ کے قبیضہ میں نہیں کسی بادشاہ وہی کو مقرر
 نہ ہوئی بلکہ شاہی مملکت کی بکثرت اس درجہ پہنچ گئی کہ ایک خاص کے تحت وہاں

علیہ مقرر کئے گئے اور اس کا طرہ جہاں قائم کیا گیا۔

اگر برسات کا موسم آتا اور بارش شدید ہوتی تو بادشاہ اپنے بعض مخصوص اہل دربار کو اس امر پر مقرر کرتا کہ یہ امر ہر نہر کے دلانے کا دورہ کریں اور بادشاہ کو مطلع کریں کہ سیلاب کس مقام تک پہنچ گیا ہے۔ بار بار ایسا ہوا ہے کہ موترخ عقیف کے پدم و برادر اس امر کی تشخیص کے لئے دربار شاہی سے مقرر کئے گئے ہیں کہ نہروں کے گرد سفر کر کے اس امر کا اندازہ لگائیں کہ سیلاب کہاں تک پہنچا ہے۔

اگر بادشاہ کو معلوم ہوتا کہ سیلاب نے ایک بہت بڑے حصہ ملک کو سیراب کر دیا ہے اور نہروں کا پانی مشرق سے مغرب تک پہنچ گیا ہے تو بادشاہ عید خوش ہوتا اور اپنے جانے میں پھولانہ سلانا۔ اگر کوئی قریہ یا قصبہ ویران و تباہ ہو جاتا تو اس مقام کے عہدہ داروں سے شدت و سختی کے ساتھ باز پرس کی جاتی تھی۔

ساتواں مقدمہ

فیروز شاہ کا موترخ کے پیرومرشد سے ہانسی میں ملاقات کرنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ حصار فیروزہ سے خالص موترخ کے پیرومرشد سے ملاقات کرنے کے لئے ہانسی حاصر ہوا۔ وہاں ہو کہ اس زمانے میں حضرت شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز موترخ کے مرشد کے پیرومرشد نے آنجناب فانی سے ملت فرمائی اور میں کے پیرومرشد مجاہد طلیق پر رونق افروز تھے۔

فیروز شاہ حضرت کی خانقاہ کے قریب پہنچا اور جناب شیخ نے ارادہ کیا کہ بادشاہ کی تعلیم کے لئے مسجد ارشاد پر کھڑے ہوں لیکن فیروز شاہ نے حضرت کو قسم دے کر اس تعلیم سے منع فرمایا۔

ملاقات کے بعد مصافحہ ہوا اور ہر دو بادشاہ بگزیہ و خلافت ایک ہی جگہ بیٹھے اور حضرت شیخ نے قاعدے کے مطابق و غلط نصیحت شروع کی۔

مقررہ گفتگو کے بعد فیروز شاہ نے شاہد اہل ایمان میں کلام شروع کیا اور حضرت شیخ سے عرض کیا کہ میں نے محض بندگان خدا کی آسائش و امن کے واسطے اسلام کو راجست

پہنچانے کی غرض سے حصار فیروزہ تعمیر کیا ہے، اگر جناب شیخ بھی رحمت و شفقت کے لحاظ سے اس حصار میں قیام فرمائیں تو بھید مناسب ہوگا۔

حضرت کے قیام کے لئے خانقاہ تعمیر کر دی جائے گی اور مصارف خانقاہ کے لئے ہر صار و دار کو کھانا سے اخراجات مقرر کر دئے جائیں گے۔

حضرت شیخ اگر حصار میں قیام فرمائیں گے تو امید ہے کہ حضرت کے قدم کی برکت سے اہل حصار تمام بلیات و گردش رو و حکار سے محفوظ رہیں گے۔

حضرت شیخ نے فرمایا کہ دعا گو کا حصار میں قیام کرنا فرمان شاہی خیال کیا جائے گا یا خود دعا گو کا اختیاری فعل ہوگا۔ فیروز شاہ نے فرمایا کہ خدا ایسا نہ کرے کہ میں حضرت کو کسی قسم کا حکم دوں، اگر حضرت شیخ خود قیام اختیار فرمائیں تو حصار کی سعادت اور اہل حصار کی خوش قسمتی ہوگی۔

جناب شیخ نے فرمایا کہ دعا گو کا اختیاری مقام ہی شہر ہانسی ہے جو دعا گو کے جد و پدر کا مسکن ہے اور حضرت شیخ الاسلام فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمۃ و حضرت محبوب الہی نے اسلاف کو یہ مقام عطا فرمایا ہے۔

فیروز شاہ نے حضرت شیخ کے جواب کو بھید پسند فرمایا اور کہا کہ مناسب یہی ہے کہ حضرت اسی شہر ہانسی میں قیام فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم سے امید ہے کہ حضرت کی برکات سے حصار فیروزہ تمام آفات ارضی و سماوی سے محفوظ و آباد و مسمور رہے گا۔

سبحان اللہ جو حکم کہ فیروز شاہ کی زبان پر جاری ہوا آخر میں اس کا ظہور ہوا یعنی اسی آخری دور میں جبکہ سنگ دل گروہ نے خدا کی مشیت کے مطابق دہلی کو تاخت و تاراج کیا اور اہل اسلام و دینی افراد کا مال و اسباب تباہ و برباد ہوا تو حضرت شیخ کے قدم کی برکت سے اہل ہانسی قطعاً محفوظ رہے بلکہ حصار فیروزہ کا وہ حصہ بھی جو حصار ہانسی کے مضافات میں داخل ہو چکا تھا تمام بلیات سے محفوظ و مامون رہا۔

انشاء اللہ تعالیٰ شہر ہانسی کا تمام حوادث سے محفوظ رہنا اور حضرت شیخ کی کرامت سے اہل شہر کا محفوظ رہنا جس کا مفصل بیان اس تصنیف کا ایک اہم ترین مقصد ہے آخر کتاب میں شرح و بسط کے ساتھ مدیہ ناظرین کیا جائے گا۔

واضع ہو کہ مورخ ضعیف کا ایک مقصد اس تاریخ کی تالیف سے یہ ہے کہ اس واقعے کو منفصل بیان کرے۔

انکھوائ مقصد

فیروز شاہ کا دریائے جہن کے سال پر فیروز آباد آباد کرنا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ کو خیال پیدا ہوا کہ شہر فیروز آباد بسائے بادشاہ نے اس امر کے لئے کوشش شروع کی اور دہلی کے حواریں اکثر مقامات کی محض انتخاب کی غرض سے سیر کی۔

آخر کار بادشاہ نے دریائے جہن کے ساحل پر ایک قطعہ زمین اختیار فرمائی۔ واضح ہو کہ فیروز آباد کی بنیاد شاہ کے بار دوم لکھنؤ کی روانہ ہونے سے قبل کی گئی۔

مختصر یہ کہ منتخبہ زمین میں کو خشک کی تعمیر شروع ہوئی اور عمارت کے عہدہ دار دامہرہ تجربہ کار کارگیر تعمیر میں مصروف ہوئے۔

تمام خانان و ملک بارساہ نے بھی اس کو خشک میں اپنے محل تعمیر کرائے۔ کہتے ہیں کہ فیروز آباد کی بنائیں انکھارہ مواضع کی زمین شہر میں داخل ہو گئی چنانچہ قصبہ اندر بہت دسرا کے شیخ مکہ یار پانی و سرائے شیخ ابو بکر طوسی و زمین موضع کاویں و زمین کیشواڑہ و زمین اندھا دلی و زمین سرائے ملک و زمین مقبرہ سلطان ضمیمہ زمین بہاری و زمین ہرولہ و زمین سلطان پور و غیرہ مواضع شہر میں داخل ہو گئے۔

فیروز آباد میں خدا کی عنایت و مہربانی سے اس قدر آبادی میں اضافہ ہوا کہ قصبہ اندر بہت سے کو خشک بیکار تک تمام حصہ ملک آباد و معمور ہو گیا۔

واضح ہو کہ اندر بہت سے کو خشک بیکار تک پہنچ کر اس کا فاصلہ ہے جس میں ایک کوس سے دوسرے کوس تک مسلسل آبادی پائی جاتی ہے۔

مطلوق نے شہر میں کئی کے پختہ سکانات تعمیر کرائے اور اس قدر کثرت سے مساجد

نمبر سلطان پور

تعمیر کرائیں کہ اُن کا شمار مشکل ہے۔

شہر میں ہر قسم کے طویل بازار قائم ہوئے اور یہاں کے باشندے خوش حال و فارغ البال ہوئے۔

اسی طرح شہر میں آٹھ مساجد تعمیر کی گئیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ ایک مسجد خاص، مسجد نائب بارک، مسجد ملک بھر خٹہ، مہنبی مسجد ملک نظام الملک، مسجد جعدہ درکشک شکار، مسجد اندر پت۔

یہ آٹھوں مسجدیں سید بزرگ اور اس قدر بڑی تھیں کہ ہر مسجد میں دس ہزار نمازی نماز پڑھ سکتے تھے عجیب بات یہ ہے کہ سلطان فیروز شاہ کے چل سالہ دور حکومت میں شہر دہلی و فیروز آباد میں ہمیشہ پانچ کوس کا فاصلہ رہا۔

خلافت شہر اپنی ضروریات کے پورا کرنے اور نیز اپنے دیگر تعلقات کی وجہ سے دہلی سے فیروز آباد آتے اور اسی طرح فیروز آباد سے دہلی جاتے تھے۔

غرض کہ اس پانچ کوس کی مسافت میں جو دہلی و فیروز آباد کے درمیان میں تھی خلافت کی آمد و رفت شبانہ روز مورد ملح کی طرح جاری تھی۔

اس پانچ کوس کے فاصلے میں خلعت مورد ملح کی طرح آمد و رفت رکھتی تھی۔ آمد و رفت کے لئے بیگناریوں کا گروہ، سواریاں و جانور اور گھوڑے تیار رکھتے تھے۔

جس وقت بھی کوئی شخص دہلی سے فیروز آباد یا فیروز آباد سے دہلی کی روانگی کا ارادہ کرتا تو کھاڑی، بیل یا گھوڑا، جو سواری وہ پسند کرتا، اختیار کر کے چند جیتل مقررہ کرایہ ادا کرتا تھا اور ایک سہی دہلی میں اپنی منزل مقصود کو پہنچ جاتا تھا۔

اس کے علاوہ کہا روں کا ایک گروہ ڈولہ لئے ہوئے ہر وقت حاضر رہتا تھا اور جو شخص چاہتا ڈولے پر سوار ہوتا تھا۔

فی کس کرایہ کھاڑی کا چار جیتل اور بیل کا چھ جیتل اور گھوڑے کا بارہ اور ڈولے کا نیم تنگہ مقرر تھا۔ غرض کہ اسی طریقے پر چالیس سال کا دل یہ راہ جاری رہی اور مزید روں کا ایک گروہ شہر سے نزدیک و دور کرائے میں مشغول ہوتا تھا اور اُن کی زندگی بخوبی بسر ہوتی تھی۔

سبحان اللہ آیا آباد و مہمور شہر آسمان کیود کے نیچے دار الملک پہلی کے نام سے مشہور ہے، خدا کی مشیت اور اُس کے حکم سے اس درجہ تباہ و برباد ہو گیا اور اس شہر کی خلقت و رعایا مرضی و تقدیر الہی کے مطابق مغلوں کے ہاتھ سے تباہ و تاراج ہوئی اور باقی ماندہ اطراف میں آوارہ وطن ہو گئی۔ سچ ہے کہ خدا کی مشیت و مرضی میں دم مارنے کی مجال نہیں ہے۔

نواں مقدمہ

ظفر خاں کا سنار گاؤں سے فریاد سی کے لئے بادشاہ کی قدیموبی کو حاضر ہونا

نقل ہے کہ فیروز شاہ حصار فیروزہ کی تکمیل میں حد سے زیادہ کوشش کر رہا تھا کہ خان اعظم ظفر خاں سنار گاؤں سے قدیموبی کے لئے حاضر ہوا۔

اس امیر کی حاضری کا قصہ معتبر روایت کے مطابق یہ ہے کہ شمس عقیف سے راست گفتار اشخاص نے یہ بیان کیا کہ ظفر خاں بادشاہ سنار گاؤں سے ہی سلطان فخر الدین کا داماد تھا۔

واقع ہو کہ سنار گاؤں تخت گاہ پنڈوہ سے قبل کا آباد کیا ہوا ہے اور اس لئے غاصل ہے۔

فیروز شاہ کی اول واپسی کے بعد سلطان شمس الدین کشتی میں سوار ہو کر چند روز میں سنار گاؤں پہنچا۔

سلطان فخر الدین جس کو عام اشخاص فخر کہتے ہیں سنار گاؤں میں مطمئن زندگی بسر کر رہا تھا۔

سلطان شمس الدین نے فخر الدین کو زندہ گرفتار کر کے اُسی دم قتل کیا اور سنار گاؤں پر قابض ہو گیا۔

سلطان فخر الدین ان حوادث میں مبتلا ہوا اور اُس کے احوال و انصار متفرق و پراگندہ ہو گئے۔ ظفر خاں اس زمانے میں تمام ممال کے کارناموں کی تحقیقات

اور تحصیل مال کے لئے مملکت سنار گھاؤں میں دور مکر رہا تھا۔
ظفر خاں نے یہ داستان سنی اور بید کی مانند خوف سے لرزنے لگا۔
خان مذکور سنار گھاؤں سے فراری ہو کر جہان میں سوار ہوا اور دریائی مشکل و
خطرناک راہ طے کر کے ایک مدت کے بعد بے شمار حیلہ و تدبیر سے جہاز میں دیر کا
سفر طے کیا۔

خان مذکور بہزار وقت و خرابی ٹھٹھ میں وارد ہوا اور ٹھٹھ سے وہلی پہنچا۔
مختصر یہ کہ ظفر خاں نے بادشاہ کی قدیم بوسی حاصل کی اور اس امیر کے حالات کا
معروضہ بادشاہ کے حضور میں پیش ہوا۔

فیروز شاہ اُس زمانے میں حصار فیروزہ میں مقیم تھا۔
بادشاہ نے نہایت شان و شوکت کے ساتھ دربار عام آراستہ کیا اور
ہر شخص کو بار عطا ہوا۔

تمام خاندان و لوگ بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور ہر شخص اپنے مناسب
مقام پر استادہ ہوا۔

موترخ حنیف نے ظفر خاں کی حاضری و پائے بوسی کا قصہ اپنے والد ماجد کی
زبان سے سنا جو اُس زمانے میں بادشاہ کے خادم خاص تھے۔

موترخ کے والد ماجد نے بیان کیا کہ ظفر خاں بادشاہ کے حضور میں لایا گیا
اور خان مذکور نے محل حجاب سے آداب بجالایا۔

ظفر خاں داب بادشاہی و رعب دربار سے بے ہوش ہو گیا، اس لئے کہ
اُس نے لکھنؤ میں کبھی ایسا دربار نہ دیکھا تھا۔ غرض کہ ظفر خاں نے ایک خدمتی
سیل بادشاہ کے حضور میں پیشیں اور شرف قدیم بوسی حاصل کیا۔

مختصر یہ کہ بادشاہ دس پر در نے رحم و کرم سے کام لیا اور ظفر خاں کی طرف
مخاطب ہو کر فرمایا کہ اب تم مطمئن رہو اور کسی طرح کا اندیشہ و خوف دل میں نہ لاؤ۔

اگرچہ تم نے جید شدائد برداشت کئے اور بے انتہا خوف و خطر کی وجہ سے تم پر
خواب و خور حرام رہا ہے لیکن خدا کا شکر ادا کرو کہ تم اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئے
اور تمہاری سنار گھاؤں کی افلاک سے دو چند تم کو یہاں عطا کی جائیں گی۔

غزکہ ظفر خاں نے خاص بند بنگان بادشاہی کی طرح سرزمین پر رکھا اور فیروز شاہ کی تعریف میں چند کلمات عرض کئے۔ ظفر خاں نے عرض کیا کہ بندہ بمسکین اپنے وطن میں اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرتا اور اہل اسلام کی حفاظت کر رہا تھا کہ سلطان شمس الدین زیدی نے جو بادشاہ کا ضرب خوردہ و طمانچہ زدہ و نیزامیران بارگاہ سے شکست خوردہ ہے، برکتاری سے کام لیا اور یکایک سنار بھاگلوں میں وارد ہو کر سلطان فخر الدین کو زندہ گرفتار کر لیا۔ پروردگار عالم نے اس بندہ درگاہ کو دشمنوں کے شر سے نجات دی۔

فدوی نے اپنے دل میں خیال کیا کہ سلطان شمس الدین سے میرا انتقام دُنیا کا کوئی تاجدار نہیں لے سکتا صرف اگر خداوند عالم و بادشاہ گیتی پناہ توبہ فرمائیں تو ممکن ہے کہ فدوی اپنی مراد کو پہنچے۔

یہ بندہ تمام عالم میں سرگردان و پریشان پھر کر خداوند عالم کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہے تاکہ حضرت شاہ اپنی مہابت بادشاہی سے اس مظلوم و مغموم کا انتقام دشمن سے لیں اور انصاف فرمائیں۔

ظفر خاں نے اپنی تقریر ختم کی اور بادشاہ نے نہایت عزت و جاہ کے ساتھ جواب دیا کہ تم مطمئن رہو اور دیکھو کہ خدا کی مرضی کیا ہے۔

ظفر خاں اور اُس کے رفقاء نے شرف قدیموسی حاصل کیا اور اُن کو زور دوزی اور لغبت خلعت عطا ہوئے۔

ظفر خاں کو اہل ہی روز بادشاہ نے بصیغہ جامہ شوقی تیس ہزار تنگہ مرحمت کئے اور آئین سلطانی کے مطابق اُس کو ظفر خاں کا خطاب بھی عطا کیا۔

فیروز شاہ نے ظفر خاں اور اُس کے اعلان و انصار کے لئے چار لاکھ کی رقم بطور انعام مقرر کی۔

ظفر خاں کے ہمراہ ہزار سوار اور بے شمار پیادے تھے۔

خان مذکور کو نائب وزیر کا عہدہ بھی عطا ہوا لیکن آخر میں یہ امیر مرتبہ وزارت پر فائز ہوا جیسا کہ مورخ حقیق اس سے پیشتر تحریر کر چکا ہے۔

غزکہ ظفر خاں بادشاہ کے حضور سے بیحد خوش و کامیاب واپس آیا اور

اور فارغ البال و مرقد الحال اپنے مقام پر زندگی بسر کرنے لگا۔

دوسرے روز آفتاب افق مشرق پر طلوع ہوا اور فیروز شاہ نے بے حد شان و شوکت کے ساتھ دربار عام کیا۔ ظفر خاں غلین و رنجیدہ حاضر ہوا اور بے حد پریشانی کے عالم میں اُس نے تین بار زمین ادب کو بوسہ دیا۔

فیروز شاہ نے ظفر خاں کو دیکھ کر اُس سے دریافت کیا کہ میں تجھ کو تمام حاضرین میں زیادہ نکر مند پاتا ہوں۔ ظفر خاں نے بار در زمین ادب کو بوسہ دے کر عرض کیا کہ بادشاہ کو معلوم ہے کہ اہل غم سکون سے عاری اور مظلوم صبر سے متبرہ ہوتے ہیں اور مضبوط وثبات کو ہاتھ سے کھو بیٹھتے ہیں۔ اگر بادشاہ اپنی عنایت خاص سے اس بندے پر رحم و کرم فرمائیں اور میرے احوال پر متوجہ ہو کر فریاد رسی کریں تو البتہ میری خاطر پریشان کو تسلی ہو سکتی ہے۔ ظفر خاں نے بادشاہ کے حضور میں یہ تقریر کی اور فیروز شاہ نے اُس سے کہا کہ تم اس وقت دہلی میں خان جہاں کے پاس جاؤ، ہم بھی تمہارے عقب میں روانہ ہوتے اور خدا کے حکم کا انتظار کرتے ہیں۔

ظفر خاں نے بادشاہ سے رخصت ہو کر خان جہاں سے ملاقات کی اور اس امیر نے بھی خان مذکور پر فوازش فرما کر بے حد تسکین و تسفی کی۔ خان جہاں نے ظفر خاں کو چتر ستر میں جو علانی بارہ کا مقام تھا فروکش ہونے کی دعوت دی۔

چند روز کے بعد فیروز شاہ بھی دہلی سے برآمد ہوا اور خان جہاں سے ظفر خاں کے متعلق گفتگو کی۔

فیروز شاہ نے خان جہاں سے کہا کہ ظفر خاں اپنا انتقام لینے ہمارے پاس حاضر ہوا ہے اس معاملے میں تمہاری کیا رائے ہے۔

خان جہاں نے عرض کیا کہ سلطان شمس الدین بادشاہ دین پناہ سے خائف ہوا اور چونکہ یہ فرماں روا صاحب قوت و شوکت تھا، اُس نے خیال کیا کہ جزائر اکدالہ میں قیام کرنا مناسب نہیں ہے۔

اس فرماں روا نے پہلے کر کے کہ سناڑ گاؤں تمام ملک بنگالہ کے متعلق ہیں قلب میں واقع ہے اس لئے اسی شہر میں قیام کرنا اور دشمن سے اپنے کو محفوظ رکھنا

بہتر و مناسب ہے۔

اس خیال کی بنا پر شمس الدین نے سارے گھاؤں پر حملہ کر کے اُس ملک کو فتح کیا اور شہر پر خود قابض ہو گیا۔

سارے گھاؤں کی رعایا پریشان و آوارہ وطن ہو کر بادشاہ عالم پناہ کی درگاہ میں فریاد رسی کے لئے حاضر ہوئی۔

اگر حضرت شاہ ملک بنگال میں تشریف لے جا کر اُس ظالم کو سزا دیں گے تو حضرت کا نام نیک دُنیا میں باقی رہے گا اور تمام مخلوق ہمیشہ یہی کہے گی کہ فریاد رس فیروز شاہ نے مظلوم افراد کی فریاد رسی فرمائی۔

دنیر نے اپنی رائے عرض کی اور فیروز شاہ نے فرمایا کہ تم خدا کی عنایت پر بھروسہ کر کے بنگال کے سامان سفر کا انتظام کرو۔

دسوال مقدمہ

فیروز شاہ کا بار دوم لکھنؤ کی جانب روانہ ہونا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ نے بار دوم لکھنؤ کی کا سفر کیا۔ اس مرتبہ بادشاہ نے آئین جہاندارمی و مراسم بادشاہی کے مطابق چشم و شکر کو انعام و اکرام سے ملایا مال کیا اور ہر خاص و عام پر نوازش فرمائی۔ غرض کہ بادشاہ کے جو دو عطا سے ہر شخص رنج و غم سے آزاد ہو کر طعن و مفسر کی منزلیں طے کرنے لگا۔

بار اول کی طرح اس مرتبہ بھی اسی ہزار سوار و بے شمار پیادے اور چار سو تیرہ ہاتھی اور بند کشتیاں فیروز شاہ کے ہمراہ تھیں۔

اس کے علاوہ اس مرتبہ بادشاہ کی سعی و کوشش سے بید اشخاص دہلی میں جمع ہوئے اور یہ گروہ بھی لکھنؤ کی مہم پر روانہ کیا گیا۔

اسی طرح دو دہلیز اور دو بارگاہ و دو خواجگاہ و دہلیز ملخص و مراتب اور

ایک سواستی نشان ہر قسم کے اور شتری و غری واپسی چو اسی دامہ او طبل بادشاہ کے ہمراہ تھے۔

غرض کہ بادشاہ اس شان و شوکت و جاہ و جلال کے ساتھ روانہ ہوا اور اُس کے ہمراہ ہزار لشکر جس میں نامور و مشہور جنگجو و بہادر سپاہی شامل تھے بھٹالے کے سفر کو راہی ہوئے۔

خان جہاں جو صاحب فہم و فراست وزیر تھا بادشاہ کی نیابت میں دہلی میں مقیم رہا۔

خان اعظم تاتار خاں چند منزل بادشاہی نشان کے ہمراہ سفر کرتا رہا اور اس کے بعد بادشاہ نے اُس کو واپس کر دیا اور حصار فیروزہ کی جانب روانہ ہونے کا حکم دیا۔

اُس زمانے میں مورخ عصف کے والد نے جو بادشاہ کے مقرب ملازم و اہل دربار تھے، خاکسار عصف سے بیان کیا کہ تاتار خاں کو واپس کرنے کی وجہ یہ ہے کہ فیروز شاہ آغا ز جلوس میں گاہ گاہ مشغل شراب کرتا تھا اور اس بادہ نوشی میں احتیاط برتنا تھا۔

فیروز شاہ نے ایک مقام پر نزل فرمایا اور امور جہاں اسی ہر قسم کی ہوشیاری و بیداری سے کام لیتا تھا۔

اتفاق سے ایک روز نماز صبح کے بعد بادشاہ کے لئے شراب لائی گئی۔ عجیب و غریب شراب تھی جس سے بادشاہ مشغل کرتا تھا۔

یہ شراب مختلف رنگ کی ہوتی اور زعفرانی و لال و سفید ہر طرح کا بادہ بادشاہ کے حضور میں پیش ہوتا تھا جس کا مزہ بیدہ شیریں و خوشگوار ہوتا تھا۔

بادشاہ کی طرح شاہی امرا و اہل دربار بھی مختلف قسم کی شراب استعمال کرتے تھے۔

فیروز شاہ نے نماز و وظائف سے فراغت حاصل کر کے بادہ نوشی کا ارادہ کیا ہی تھا کہ اس وقت پاسبان نے تاتار خاں کی حاضری کی اطلاع دی۔

فیروز شاہ تاتار خاں کے درود سے بیدہ ناخوش ہوا اور شاہزادہ فتح خاں کو

روانہ کیا کہ تاتار خاں سے معذرت کر کے اُس کو واپس کر دے۔
فتح خاں نے ہر چند اصرار کیا کہ تاتار خاں واپس ہو لیکن اس امیر نے واپسی
سے انکار کیا۔

تاتار خاں بارگاہ شاہی کے روبرو بیٹھ گیا اور کہا کہ مجھ کو ایک ضروری ضرورت
پیش کرنا ہے میری حاضری ضروری و لا بدی ہے۔
فیروز شاہ کو اس داتے سے اطلاع ہوئی۔

بادشاہ اُس وقت شیر کی طرح پلنگ پر بیٹھا ہوا تھا لیکن تاتار خاں کو اپنے
حضور میں طلب کرنے کے بعد پلنگ سے اُترا اور نہالچے پر بیٹھ گیا اور شراب
کے ظروف پلنگ کے نیچے پناہاں کر دئے اور پلنگ پر ایک چادر بچھا دی۔
تاتار خاں حاضر ہوا وہ اُس نے پلنگ سے نیچے نظر کی اور دیکھا کہ علامات بادشاہی
موجود ہیں۔

خان مذکور اپنے دل میں سجدہ فکر مند ہوا اور قلیل مدت تک سر در گریبان
بادشاہ کے روبرو بیٹھا رہا۔

اس مدت میں نہ بادشاہ نے ایک لفظ کہا اور نہ تاتار خاں نے کچھ عرض کیا۔
تھوڑی دیر کے بعد تاتار خاں نے ہنر سکوت توڑی اور پہی خواہموں کی طرح
عرض کیا کہ ہم اس وقت حریف سے مقابلہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں اس وقت
خلوص قلب سے توبہ کرنا لازم ہے۔

یہ وقت توبہ و استغفار کا ہے اس محل برکات سے فائدہ اٹھانا ضروری ہے
اور ہر لمحہ خدا کی بارگاہ میں دعا کرنا مناسب و یقینی ہے۔

فیروز شاہ نے فرمایا کہ شاید میری ذات میں تم نے ناپسندیدہ اوصاف
ملاحظہ کئے ہیں جو اس قسم کی تقریر کر رہے ہو ورنہ اس موقع پر اس گفتگو کا کیا محل ہے۔
تاتار خاں نے عرض کیا کہ بندے کو پلنگ کے نیچے مجھے علامات سحراری
نظر آتے ہیں۔

فیروز شاہ نے جواب دیا کہ ظفر خاں مجھ کو گاہ بگاہ می نوشی کا خیال ہوتا ہے
اور کبھی کبھی اس کا شغل کرتا ہوں۔ تاتار خاں نے بار دیگر عرض کیا کہ میں توبہ و استغفار کرتا ہوں

اس وقت ان مکروہات میں وقت ضائع کرنا مناسب نہیں ہے۔
 اس موقع پر فیروز شاہ نے تاتار خاں سے فرمایا کہ میں قبضہ ہمدکرتاہمیں کب تک
 تم لشکر شاہی میں رہو گے میں ہرگز می نوشی نہ کروں گا۔
 تاتار خاں نے خدا کا شکر ادا کیا اور وہاں سے واپس آیا۔
 فیروز شاہ نے تاتار خاں کو رخصت کرنے کے بعد اس گفتگو پر غور کیا۔
 بادشاہ کو خیال ہو کہ تاتار خاں نے شاہی رعب و داب و بادشاہی ملت و جلال
 کا لحاظ نہ کیا اور بے ادبانہ گفتگو کی۔
 غرض کہ چند روز اس گفتگو کو گورے اور فیروز شاہ نے کہا کہ چونکہ حصار فیروزہ
 دور ہے اور اس نواح میں اشرار کا مجمع بہت ہے، اس لئے اس حصہ ملک
 کی حفاظت بحد ضروری ہے۔
 بادشاہ نے تاتار خاں کو حصار فیروزہ پر متعین کیا تاکہ وہاں کی مخلوق اطمینان و
 آرام کے ساتھ زندگی بسر کرے اور تاتار خاں بادشاہ سے رخصت ہو کر حصار فیروزہ
 روانہ ہوا۔
 مختصر یہ کہ فیروز شاہ خدا کی اعانت و کرم سے بہرہ اندوز ہو کر اودھ اور قنوج کے
 درمیان سفر کرتا ہوا جہاں پر پہنچا۔
 اس زمانے تک جو پور آباد نہ ہوا تھا۔ بادشاہ اس مقام پر پہنچا اور خوش گو اور
 مقامات و دلفشیں صحرا دیکھ کر فیروز شاہ نے ارادہ کیا کہ اس مقام پر ایک بزرگ شہر
 آباد کرے۔
 فیروز شاہ نے چھ ماہ یہاں قیام کیا اور وہاں کو مٹی کے کناست پر شہر آباد کیا اور
 سلطان محمد بن تغلق شاہ کے نام پر شہر کو موسوم کیا۔
 چونکہ سلطان محمد کا نام جو نانی تھا شہر بھی جو نان پر مشہور ہوا۔
 بادشاہ نے خاں جہاں کو دہلی میں اس واقعے سے اطلاع دی اور شہر کی حکومت
 خواجہ جہاں یعنی سلطان اللہ شہر کو عطا کیا۔
 مورخ خواجہ جہاں کے ابتدائی و انتہائی حالات سلطان محمد کے تذکرے میں
 معرض بیان میں لائے گا۔

جو شہر

غرضکہ فیروز شاہ نے چھ ماہ کے بعد جلن پور سے بھگلے کا رخ کیا اور مستواتر کوچ کرتا ہوا جلد سے جلد بھگالہ وارد ہوا۔

اس زمانے میں سلطان شمس الدین نے وفات پائی اور اس کا فرزند سلطان سکندر باپ کا جانشین ہوا۔ سلطان سکندر نے فیروز شاہ کی آمد کی خبر سنی اور بادشاہی لشکر و شمشیر کے خوف سے سب اپنی تمام فوج کے جزائر اکدالہ کے درمیان روپوش ہو گیا۔

فیروز شاہ نے نہایت شان و شوکت کے ساتھ تمام جزیرے کا محاصرہ کر لیا۔ بادشاہ نے تمام لشکر کو آراستہ کر کے جنگ و جہل کا منتظر تھا اور بیحد ہوشیاری کے ساتھ فوج و شمشیر کی حفاظت کر رہا تھا۔

گیا رھواں مقدمہ

سلطان سکندر کا فیروز شاہ کے خوف سے قلعہ بند ہونا اور

قلعے کے ایک برج کا گرنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ بھگلے میں وارد ہوا اور حاکم بھگالہ بادشاہ کے خوف سے جزائر اکدالہ میں پناہ گزیں ہوا۔

فیروز شاہی لشکر نے جزیرے کا محاصرہ کر لیا اور جنگ و قتال کا انتظار کرتا رہا۔ ہر جانب سے عداوت و بغیض کے ذریعے سے حصار کے رد و تیر و نواک کی بارش ہونے لگی۔

غرضکہ فریدوں و کٹے کے مانند ہر روز متواتر جنگ ہونے لگی۔ چونکہ سلطان فی لشکر حصار کے اندر سے باہر نہ آسکتا تھا اس لئے شب و روز باہنیں کے جنگجو سپاہی قتال کا انتظار کر رہے تھے۔

تھوڑے ہی دنوں میں ایک روز حصار سکندر کے ایک برج گر آ جس کی وجہ یہ تھی کہ بالاحصار کے پناہ گزیں افراد بہ کثرت جمع تھے جن کا باریج نہ سمجھتا تھا اور گر پڑا۔

برج حصار کے گرتے ہی فیروز شاہی فوج درمیان میں آگئی اور ہر دو لشکر میں شور برپا ہو گیا۔

طغین نے جنگ کی تیاری کر کے معرکہ آرائی کا ارادہ کیا۔ اس شور و بے شمار غوغا کی آواز فیروز شاہ کے کان تک پہنچی اور فیروز شاہ نے حاضرین درگاہ کی طرف نظر کی۔ اس درمیان میں شاہزادہ فتح خاں نے عرض کی کہ ممکن ہے کہ جنگ لائے کا لشکر ہماری فوج پر حملہ آور ہو۔

فیروز شاہ نے فرمایا کہ شاہی جامہ لائیں اور بادشاہ خود سوار ہو گا۔ غرض کہ فیروز شاہ نے جامہ وچوالیس پر کالہ اسلحہ جسم پر لگائے اور گھوڑے پر سوار ہو کر شور گاہ کی طرف چلا۔ اس اثنا میں میدان کا رزار کا شیر یعنی ملک حسام الملک ابن نوادہ سے نمودار ہوا اور جلد سے جلد بادشاہ کے قریب پہنچ گیا۔

اس امیر نے عرض کیا کہ غلامی کی کثرت کی وجہ سے حصار کا شہر بچ کر گیا ہے، اگر بادشاہ ارشاد فرمائیں تو ہماری فوج فوراً بالائے حصار پہنچ کر حریف پر غالب آئے اور اس کو تباہ و تاراج کرے۔

فیروز شاہ نے یمن کو نال کیا اور اس کے بعد جواب میں فرمایا کہ حسام الدین بغیر ہمارے لشکر کے حصار میں داخل ہونے کے یہ قلعہ فتح ہو جائے تو بہتر و مناسب ہے اس لئے کہ اہل حصار کو تاراج کرنے میں اس امر کا احتمال ہے کہ ہزار بابت ویرانی و بے نشین عورت بدکار و نا اہل افراد کا شکار ہوں گی، تم آج صبر کرو اور خدا کے حکم کے منتظر رہو۔ اُس روز تمام فوج سلطانی بالائے حصار جانے کی منتظر تھی، لیکن بادشاہ کا یہ حکم سننے ہی ہر شخص اپنے مقام پر رک گیا۔

غرض کہ دن تمام ہوا اور شب کے وقت ماہتاب طلوع ہوا اور اہل حصار نے شباب باہم درگمشت و مشقت کر کے برج کو درست کر لیا اور کارزار کے لئے مستعد ہوئے۔

معتبر و راست گستاخ را دیوں نے مورخ عنیف سے بیان کیا ہے کہ حصار کا کالہ گھیرنے کے لئے تیار کیا گیا تھا اور جانبین کا لشکر جنگ و جہال میں مشغول تھا۔ غرض کہ چند روز بعد وہاں سے معرکہ آرائی میں مصروف رہے جیسا کہ امیر

بیان ہو چکا ہے لیکن آخر میں حصار کے اندر چارہ و غلہ کم ہوا اور اہل جنگ کا کوئلہ لاق ہوئی۔
 اور فریقین کے پیادہ و پیادے جنگ و جدال سے تنگ آئے، لیکن
 آخر میں اللہ تعالیٰ نے صلح کی راہ پیدا فرمائی جیسا کہ خواجہ نظامی نے فرمایا ہے۔

بارہواں مقدمہ

سلطان سکندر کا فیروز شاہ سے صلح کرنا اور چالیس عدد تاجی عطا کرنا

نقل ہے کہ سلطان سکندر محاصرے سے بید پریشان ہوا اور اپنی جان سے
 بیزار ہو گیا۔

سکندر شاہ نے اپنے نال کا پر غور کیا اور وزیر سے مشورہ طلب کیا۔
 سکندر شاہ نے کہا کہ ہماری رعایا سخت مشغول ہیں گرفتار ہے ایسی حالت میں
 غور و فکر سے کام لے کر اس اثر دہے کو ملک سے باہر کرنا چاہیے۔

سلطان سکندر کے اہل دربار نے عرض کیا کہ عالم اسباب کا مقررہ قاعدہ ہے
 کہ زیر دست کبھی بلا دست افراد پر غالب نہیں آئے اور ظاہر ہے کہ خدا کی مشیت و
 پروردگار کی مرضی کا تقاضا یہی ہے۔ اگر بادشاہ ارشاد فرمائیں تو ہم کسی مصحت شریف کو
 وزیرائے فیروز شاہی کے دربار میں گفتگوئے صلح کے لئے روانہ کریں اور جہاں تک
 ممکن ہو نرمی و نصائح سے خلعت کو محفوظ رکھیں۔

سلطان سکندر نے اس تقریر کا جواب نہ دیا اور خاموش ہو رہا۔
 وزیرائے سکندر ہی بادشاہ کے دربار سے رخصت ہوئے اور باہم مشورہ کیا۔
 ان و تر میں یہ طے پایا کہ بادشاہ نے اگرچہ صراحتہ ہماری تقریر کا جواب
 نہیں دیا ہے لیکن ہماری گفتگو سن کر سکوت فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ سکوت ہی
 رضامندی کی علامت ہے۔

غرض کہ سلطان سکندر کے و دیروں نے ایک صاحب فہم و فراست شخص کو
 وزیرائے فیروز شاہ کی خدمت میں روانہ کر کے نہایت نرم و نصیحت آمیز پیغام سے

صلح کی گفتگو ان الفاظ میں شروع کی کہ ہماری عقل میں نہیں آتا کہ اس جنگ و جدال کا جس میں طرفین سے اہل اسلام قتل و ہلاک ہوں سبب کیا ہے۔

یہ امر مسئلہ ہے کہ اگر بادشاہان صاحب جاہ کینہ وری یا کسی دوسرے سبب سے دشمنی سے معرکہ آرائی کریں اور اس جنگ و جدال میں مسلمانوں کو جانی و مالی نقصان پہنچے گا اندیشہ ہو تو وزرائے صاحب عقل کا فریضہ ہے کہ اپنی فہم و فراست و سیر غوثی سیاست سے بادشاہ کو ایسی معرکہ آرائی سے باز رکھیں۔

ظاہر ہے کہ سلطان فیروز شاہ نے دیگر سلاطین جہاں کشاکش کی تقلید کی اور اس ملک پر حملہ آور ہوا۔ بادشاہ کے حملہ کرتے ہی شمشیر زنی شروع ہوئی اور اہل اسلام و ذمی و آفاقی غرض کہ ہر گردہ کو شدید مضرت و نقصان پہنچنا شروع ہوا۔

آپ حضرات کو جو فیروز شاہ کے دربار و ندیم ہیں لازم ہے کہ بادشاہ کو نصائح کر کے اس ملک سے واپس فرمادیں۔ ہم یہ بھی عرض کر دیتا ضروری خیال کرتے ہیں کہ سلطان سکندر کی جانب سے سوا خیال صلح کے اور دوسرا ارادہ نہیں ہے۔

غرض کہ شاہ بھگالہ کے وزرائے فیروز شاہی مقرب اہل دربار کو ان الفاظ میں اور مثل دوستان بھی خواہ کے نصیحت کی اور فیروز شاہی دربار مثل نیک خواہ اجاب کے ایک مقام پر جمع ہوئے اور اپنی فہم و فراست و عقل و سیاست کی بنا پر اس رائے پر متفق ہوئے کہ عقل و ایمان کا نقصان یہی ہے کہ ہم سلطان سکندر کے وزیر کی نصیحت اور ان کے پیغام صلح کو قبول کریں اور بادشاہ کے حضور میں اس پیغام صلح کو مناسب الفاظ میں عرض کر کے انتظار کوں۔ غرض کہ وزیر و مقرب اہل دربار فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ سلطان سکندر کے وزرائے بادشاہ کے جان نثار گردہ کو پیغام دیا ہے اگر بادشاہ کا حکم ہو تو یہی خواہ دولت پیغام مذکور حضرت کے حضور میں عرض کوں۔

فیروز شاہ نے فرمایا کہ ضرور بیان کرو اور حتی الوسع راست گفتاری سے کام لو۔

وزیر نے عرض کیا کہ حریف نے عاجز واد طریقہ اختیار کیا ہے اور بے حد منت و دداری کی ہے ایسی حالت میں اس کے عجز کا لحاظ رکھنا مناسب ہے اور

اور اُس کے الفاظ و پیغام کو قبول کرنا ضروری ہے۔

ظاہر ہے کہ سلطان سکندر صلح کا خواہاں ہے اور اگر حضرت شاہ بھی جنگ سے کنارہ کشی فرمائیں تو اہل اسلام کے درمیان جو جنگ و جدال ہو رہی ہے وہ قطعاً موقوف ہو جائے۔

فیروز شاہ یہ تقریریں کرنا موش جوا اور غرور و فکر کرنے لگا۔

بادشاہ نے سید تامل کے بعد فرمایا کہ تم دُور کی رائے معاملات سلطنت و امور جہان داری میں عین میری رائے ہے اس لئے کہ تم سلطنت کے ویسے ہی پی خواہ ہو جیسا کہ میں۔ لیکن صلح کی شرط یہ ہے کہ خان اعظم ظفر خاں کو سنار گھاؤں کا تخت حکومت عطا کیا جائے۔

فیروز شاہ نے مشروط صلح کو منظور فرمایا اور مقریان شاہی بادشاہ سے رخصت ہوئے اور انھوں نے مشروط صلح سے وزیرائے سلطان سکندر کو اطلاع دی۔

سکندری وزیرانے سید عاجزی کے ساتھ تحریر کیا کہ ایک معتبر شخص بطور قاصد روانہ کیا جائے تاکہ ہرد و فرمانروا کے درمیان صلح بخوبی طے پا جائے۔

غرض کہ اس جانب سے خان اعظم ہیبت خاں بطور قاصد صلح کا پیغام لے کر شاہ بنگالہ کے دربار میں حاضر ہوا۔

غرض کہ ہیبت خاں حصار اکہ الہ کے اندر سکندر خاں کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہیبت خاں نے پیشتر سلطان سکندر کے وزیران سے ملاقات کی اور تمام وزیران جمع ہو کر خان مذکور کو سکندر خاں کے حضور میں لے گئے۔

اگرچہ سکندر خاں کو جاہنیں کے وزیران کی گفتگو کا بخوبی علم تھا لیکن قصداً اپنے کو جیغہ ظاہر کیا۔

ہیبت خاں نے سلطان سکندر کے حضور میں حاضر ہو کر سید نصیح و شیر القاد میں بادشاہ کی تعریف کی اور زمین خدمت کو برسہ دے کر انہیوں کی طرح مودب استاد ہو گیا۔

صحیح روایت یہ ہے کہ ہیبت خاں خود بھی بنگال کا باشندہ تھا اور اُس کے

دو فرزند سکندر خاں کے ملازم تھے۔

ہمیت خاں نے بید غفل و فراست کے ساتھ صلح انگیر و محبت خیر گفتگو کی۔
اس موقع پر سلطان سکندر نے کہا کہ حضرت فیروز شاہ میرے مخدوم و ولی نعمت
و میرے عم بزرگوار ہیں، میری یہ مجال نہ تھی کہ میں مدوح کے مقابلے میں معرکہ آرائی کروں۔
ہمیت خاں نے قاصدانہ انداز میں جو کچھ بادشاہ سے عرض کیا بے حد
مناسب و مجمل تھا۔

خان مذکور نے نرم و گرم ہر قسم کے الفاظ میں تقریر کی۔
ہمیت خاں نے یہ معلوم کر کے کہ سلطان سکندر نے بھی الفنا صلح انگیر میں
تقریر کی، عرض کیا، سلطان فیروز شاہ کے اس سفر کا مقصد یہ ہے کہ حضرت شاہ
سنار گاہوں کی حکومت ظفر خاں کو عطا فرمائیں۔

اس تقریر میں سلطان سکندر نے اور زیادہ محبت انگیر جواب دیا اور فرمایا کہ اگر
عم نامداد کا یہ منشا ہے تو میں بھی اُس کو قبول کرتا ہوں اور سنار گاہوں ظفر خاں کو
عطا کرتا ہوں۔

اگر حضرت شاہ کا مہر یہی مقصد تھا تو اس کے لئے اس قدر مشقت
کیوں گوارا فرمائی، حضرت شاہ دہلی سے اس مضمون کا فرمان صادر فرماتے اور حضرت
کے حکم کی تعمیل میں سنار گاہوں ظفر خاں کو حوالے کر دیا جاتا۔

ہمیت خاں بید خوش و مطمئن واپس ہو کر سلطان فیروز شاہ کی خدمت میں
حاضر ہوا اور سلطان سکندر کی گفتگو حرف بحرف بادشاہ سے عرض کی۔

فیروز شاہ نے دریافت کیا کہ سنار گاہوں کے بارے میں سکندر خاں نے
کیا گفتگو کی۔

ہمیت خاں نے عرض کیا کہ سلطان سکندر نے جواب دیا ہے کہ اگر
حضرت شاہ کی مرضی یہی ہے کہ ظفر خاں سنار گاہوں کی حکومت پر فائز ہو تو مجھ کو
کوئی حذر نہیں ہے۔ حضرت اسی وقت ظفر خاں کو سنار گاہوں کی حکومت عطا
فرما سکتے ہیں۔

فیروز شاہ اس تقریر سے بید خوش ہوا اور فرمایا کہ آج کے بعد سے خدا کے

فضل و کرم سے ہمارے درمیان تلوار فیصلہ کن نہ ہوگی۔

فیروز شاہ نے فرمایا کہ سلطان سکندر میرا برادر زادہ ہے اور امید ہے کہ ہمیں ہر دو فرماندہ کے دائرہ حکومت میں خدا کے فضل و کرم سے ہمیشہ امن و سکون رہے گا۔ غرض کہ یہیبت خاں فیروز شاہ کے حضور میں واپس آیا اور راز کی گفتگو شروع کی اور عرض کیا کہ حضرت شاہ کے رعب و جلال و بے انتہا خوف سے سلطان سکندر بید مضطرب و پریشان ہے۔ اگر حضرت شاہ شاہان نیک نام کی تقلید فرما کر کوئی شے بطور انعام عطا فرمائیں تو مناسب ہے۔ سلطان سکندر خدا کی عنایت و ہمدردی کا طالب ہے اور امید ہے کہ حضرت کی ایسی شاہانہ نوازش کے معاوضے میں سلطان سکندر بھی حضرت کی خدمت بجالائے گا۔

فیروز شاہ نے ایک بندہ درگاہ سہمی ملک قبول کر جو تور اباندہ کے عرف سے مشہور تھا، حصار اکدالہ میں روانہ کیا۔

بادشاہ نے تور اباندہ کی معرفت ایک کلاہ دولت قیمتی اسی ہزار تنگہ جو موقع و جواہر نگار تھی اور پانچ اسپ تازی ملک قبول کی معرفت بطور تحائف روانہ کئے۔ فیروز شاہ نے ملک قبول کو ہدایت کر دی کہ سلطان سکندر سے کہہ دے کہ آئندہ سے ہمارے اور اُس کے درمیان تلوار نہ چلے گی۔

غرض کہ سلطان فیروز شاہ نے سفر کر کے دو منزل پر قیام کیا۔

ملک قبول حصار کے اندر گیا اور معتبر روایت کے مطابق خندق حصار کے کنارے جس کا عرض میں گز تھا کھڑا ہوا۔

اس موقع پر ملک قبول نے اپنی حیرت کا اظہار کیا اور بجد سہمی و کوشش سے اپنے گھوڑے کو کوا دے کر چابک ماری اور گھوڑا کو در خندق کے اُس پار آگیا۔ ملک قبول کے اس فعل سے تمام اہل بنگالہ حیران و تعجب ہوئے۔

مختصر یہ کہ ملک قبول شاہ بنگالہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور زین بوس ہو کر سات مرتبہ اُس کے تخت کے گرد گھوما اور کلاہ و دولت جو فیروز شاہ نے رعانہ کی تھی سلطان سکندر کے سر پر رکھی اور خلعت پہنایا۔

ملک قبول نے عرض کیا آپ اور سلطان فیروز شاہ ہر دو نیک نفس تاجدار ہیں

کیونکہ دشمنی ہو سکتی ہے اس لئے کہ فیروز شاہ اس کا ہم نامدار اور آپ اس کے برادر زادہ ہیں۔ اگر بادشاہ اپنی تاثیر محبت سے آپ کے ملک میں بطور مہمان تشریف لائے تو کیا مضائقہ ہے۔

جو شخص آپ حضرات کے درمیان کسی قسم کی عداوت و مخالفت کی گفتگو کرے اس کا چنداں اعتبار نہیں ہے۔ اور آپ ہر دو فرماں روا کو باہر گریک و جلال نہ کرنا چاہئے۔

سلطان سکندر نے سوال کیا کہ تمہارا کیا نام ہے اور ملک قبول نے ہندی میں جواب دیا کہ اس کو تورابا کہا جاتا ہے۔ سلطان سکندر نے کہا کہ تمہارے ایسے کس قدر غلام اس کے دربار میں موجود ہیں اور ملک قبول نے عرض کیا کہ میرا مرتبہ خلائی دویم ہے میرے ایسے دس ہزار بندگان دولت تیغ دار و دو مرتبہ کے موجود ہیں۔ سلطان سکندر اس گفتگو سے حیران ہوا اور اس صلح سے بید خوش ہوا اور اس کو اطمینان قلب حاصل ہو گیا۔

سکندر شاہ نے چالیس عدد ہاتھی اور دیگر بے شمار قیمتی اسباب بطور تحفہ روانہ کر کے یہ پیغام دیا کہ حضرت یقین رکھیں کہ اگر اس برادر زادے پر بادشاہ اسی طرح شفیق و مہربان رہیں تو ہر سال تحائف روانہ کرنے کی رسم جاری رکھی جائے۔

سبحان اللہ جب تک کہ ہر دو بادشاہ زندہ رہے کلاہ دولت و تیز ہر قسم کے تحائف ارسال کرنے کا طریقہ جانیبین سے جاری رہا۔ چنانچہ اس واقعے سے ہر دو مملکت کی رعیت واقف و آگاہ ہے۔

جبکہ ابن ہر دو بادشاہ نے رحلت فرمائی تو خلعت خدا نے اپنی راہ لی اور ہر شخص کا طریقہ بدل گیا۔

فرنگ سلطان سکندر نے چالیس ہاتھی مع دیگر نفائس کے روانہ کر کے اپنے حالات سے اطلاع دی۔ یہ تحائف فیروز شاہ کی خدمت میں پہنچے اور بادشاہ بید خوش ہوا اور ایک ہاتھی ملک قبول کو عطا کیا۔ فیروز شاہ ان تحائف کو دیکھ کر بید خوش ہوا اور ملک قبول نے عرض کیا کہ سلطان سکندر نے عرض کیا ہے کہ اگر بادشاہ ظفر خاں کو سارگاموں روانہ فرمائیں تو میں اس ملک سے کنارہ کش ہو جاؤں گا۔

فیروز شاہ نے ظفر خاں کو طلب فرما کر اس کو حقیقت حال سے اطلاع دی اور فرمایا کہ اگر تم مصلحت خیال کرو تو میں مع اپنے تمام لشکر کے ان حدود میں قیام کروں اور تم سنار گاؤں روانہ ہو۔

ظفر خاں نے اپنے یاران مجلس سے مشورہ کیا اور ہر شخص نے یہ جواب دیا کہ اگر آپ اس زمانے میں سنار گاؤں روانہ ہوں گے تو وہاں قیام کرنا مشکل ہو جائے گا۔ اس لئے کہ خیل خانے کے تمام آشنا و بیگناہ افراد تلف ہو گئے ہیں۔

ظفر خاں نے فیروز شاہ سے عرض کیا کہ خداوند عالم کی خدمت میں میں اور میرا تمام خیل خانہ دہلی میں اس قدر آرام و آسائش سے ہے کہ جانور سے سنار گاؤں تک تمام حصہ ملک قلوب سے فراموش ہو گیا ہے۔

یہ بندہ درگاہ قطعاً مطمئن ہے۔ ہر چند کہ فیروز شاہ نے اصرار کیا لیکن ظفر خاں نے انکار کیا اور سنار گاؤں نہ گیا۔

فیروز شاہ اس مقام سے اپنے ملک کو واپس ہوا اور فرمان مرصت و پروانہ جات شہقت خان جہان کے نام ارسال فرمائے۔ چند روز کے بعد فیروز شاہ جون پور پہنچا اور جون پور سے جاج نگر کی طرف روانہ ہوا۔

اس زمانے میں لکھنؤ آئی سے چالیس ہفتے پہنچ گئے اور بادشاہ تمام ہاتھیوں کے ہمراہ جاج نگر روانہ ہو گیا۔

تیرھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا جون پور سے جاج نگر روانہ ہونا

نقل ہے کہ فیروز شاہ خدا کے فضل و کرم سے بچکا لے سے جون پور وارد ہوا اور روانہ کیا کہ اب جاج نگر روانہ ہو۔

بادشاہ نے از سر نو فکر مرتب کیا اور بادشاہ کے ارادے سے دانت ہمک تمام محل درگاہ و تمام دولت نے سامان سفر درست کیا۔

ہر اہل لشکر نے تیاری اور برائی سامان میں بھید سی دکو شش کی۔
فیروز شاہ نے بنکما و کٹہ میں چھوٹی اور خود کڑا سے جاج مگر داسہ ۱۱۰ اور ہسکا
ملک لے کر کے جاج مگر ہیچا۔
ولایت جاج مگر سید خوش حال و محو ملک ہے اور یہاں کی رعایا مسلمان
دخوش حال ہے۔

بادشاہ کے اس سفر میں مورخ کے والد ماجد ہرکاب تھے اور ممدوح نے
اس ملک کا حال اور یہاں کی نعمتوں کی تفصیل مورخ سے اس طرح بیان کی ہے کہ
ملک جاج مگر تعجب خیز و بچہ سرسبز ہے۔
اس ملک میں غلہ و میوہ اس کثرت سے پیدا ہوتا ہے کہ تمام لشکر و جانور
سیر و اسودہ ہو گئے۔

جاج مگر میں وارد ہونے ہی لشکر کی تمام ماندگی و خشکی رفع ہو گئی اور بادشاہ
نہایت اطمینان و مسرت کے ساتھ بنارسی میں قیام کیا۔
اُس زمانے میں اوسیر (ادایہ) نام رائے جاج مگر نے کسی مصلحت ملک کی
بنیاد بنارسی کی سکونت ترک کر کے کسی دوسرے شہر میں سکونت اختیار کر لیا تھا۔
فیروز شاہ نے بنارسی میں قیام کیا۔
معتبر راویوں نے مورخ ضعیف نفس سراج عقیف سے اس طرح بیان
کیا ہے کہ حصار بنارسی کا دور میں کوس ہے۔

جاج مگر کے راجاؤں نے 'جو قوم کے بچھن تھے' اس امر کو بطور فال نیک اختیار
کیا تھا کہ ہر جدید فرماں روا اس حصار کے دور میں اضافہ کرے۔
غرض کہ ہر رائے جو تخت حکومت پر قدم رکھتا حصار بنارسی کی عمارت میں
کچھ نہ کچھ ضرور اضافہ کرتا تھا جس کی وجہ سے یہ قلعہ ایک بزرگ حصار بن گیا تھا۔
غرض کہ راجہ جاج مگر کو معلوم ہوا کہ فیروز شاہی لشکر اُس کے ملک میں آگیا اور
راجہ نے خائف ہو کر خجاری سوارسی اختیار کی اور درمیان کے درمیان ایک مقام طلب
میں پناہ گزین ہوا۔

راجہ کی تمام ولایت ہماگندہ ہوئی اور اُس کی رعایا کا بیشتر حصہ اسیر ہوا اور

اور بعض نے پہاڑ کے دامن میں سکونت اختیار کی اور بردے اور جانور بطور مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔

کہتے ہیں کہ اس قدر جانور تمام قسم کے جمع ہوئے کہ کوئی شخص اُن کو ہاتھ نہ لگاتا تھا۔

ایک بردہ کی قیمت ایک جیل تک پہنچ گئی اور جانوروں کو نو کوئی قیمت بھی نہ خریدتا تھا۔

موشی اس قدر کثرت سے جمع ہو گئے کہ اُن کا شمار مشکل ہو گیا۔ ہیر سنل میں جہاں کہیں کہ قیام ہوتا اہل لشکر کو منفذ لاتے اور اُن کو فروج کرتے اور جس قدر جانور باقی رہتے اُن کو فرود گاہ میں چھوڑ دیتے۔

دوسری منزل میں دوسرے جانور دستیاب ہو جاتے تھے۔

ان سطور کے تحریر میں لانے کا مقصد یہ ہے کہ خدا کی حکمت سے اُس سرزمین میں نعمت دُنیاوی کی اس درجہ کثرت تھی کہ حد بیان سے باہر ہے۔

معتبر راویوں نے مورخ عقیف سے بیان کیا ہے کہ اس ملک کی رعایا کے مکانات اس قدر وسیع و کشادہ تھے کہ احاطہ مکان میں باغات تھے جس میں بکثرت میوے پیدا ہوتے تھے۔

غرض کہ اندرون خانہ کثرت و زراعت بھی کرتے تھے اور جائے سکونت مکان و کشت و بلاغ ہر قسم کی زمین نظر آتا تھا۔ سبحان اللہ کیسی پر نعمت و سرسبز زمین تھی مگر اس کی تعریف محال ہے لیکن تقدیر الہی سے اس سرزمین میں ایک مسلمان کا بھی وجود نہ تھا اور تمام اہل ملک غیر مسلم تھے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح ارشاد فرمایا ہے کہ دُنیا مومن کے لئے قید خانہ اور غیر مسلم کے لئے باغ ہے۔

اگر بندہ مومن تاج شاہی صریح کہ نعمت بادشاہی سے بھی بہرہ اندوز ہو تو بھی یہ تمام دولت و آرام جنت کی نعمتوں کے مقابلے میں بیچ ہے اور اگر غیر مسلم نانِ خبثہ کو بھی محتاج ہو تو دُنیا اُس کے لئے بہشت ہے کیونکہ عذابِ آخرت جو در قیامت میں نصیب ہو گا اس کے مقابلے میں مخالف دُنیاوی کی کوئی ہستی نہیں ہے نہ کہ مومن کو دُنیا میں

نفر و فاقہ نصیب ہوا اور غیر مسلم طرح طرح کی نعمتوں سے مالا مال ہو۔
 غرض کہ مومنی کے لئے دنیا خوب و بہتر نہیں ہے بلکہ اس کے لئے آخرت ہی
 نیک و باقی ہے اور دنیا فانی و چند روزہ ہے۔
 غرض کہ فیروز شاہ نے رائے جالنگر کے تعاقب کے ارادے سے بنارس سے
 کوچ کیا۔

راجہ خوف و خطر کی وجہ سے اس سے قبل ہی فراری ہو چکا تھا اور دریا کے
 درمیان پناہ گزین تھا۔

راجہ نے ایک مست ہاتھی اپنے دربار کے روبرو چھوڑ دیا تھا کہ قلعہ اس تماشے میں
 مصروف ہو کر اس کے عقب میں نہ آسکیں۔

یہ ہاتھی اس قدر عیب تھا کہ کوئی دوسرا شخص جانور اس کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔
 تین روز فیروز شاہی لشکر نے اس ہاتھی کو گرفتار کرنے میں محنت و مشقت برداشت کی
 چونکہ اس جانور کو زندہ گرفتار کرنا ممکن نہ تھا تین روز کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ ہاتھی
 ہلاک کیا جائے۔

اس جانور کے ہلاک ہونے کے بعد فیروز شاہ نے اپنی فوج و لشکر کے حصار
 کے اندر داخل ہوا۔

اس درمیان میں معلوم ہوا کہ اس مقام سے متصل ایک جنگل ہے جس میں
 بیشمار پتے مثل کوہ کے موجود ہیں اور اس جنگل کے اندر سات خونخوار ہاتھی اور ایک
 مادہ ذیل موجود ہیں۔

فیروز شاہ نے اس واقعے کو سن کر ارادہ کیا کہ اول ہاتھیں کاٹا کرے اور
 اس کے بعد راجہ کا تعاقب کرے۔

چودھو ال مقدمہ

فیروز شاہ کا ہاتھیں کو گرفتار کرنا اور راجہ کی اطاعت

قل ہے کہ فیروز شاہ کو ان جنگلی ہاتھیں کا مال معلوم ہوا اور بادشاہ بیحد

شان و شوکت و جرات و مردانگی کے ساتھ اس جنگل کی طرف روانہ ہوا۔ بادشاہ کو معلوم ہوا کہ جانوروں نے جنگل کے درمیان دس سے پندرہ کوس تک اپنی قیام گاہ ڈال لی ہے۔ مقرر کی ہے۔

فیروز شاہ کے حکم سے تمام نیک خواہ لشکر و نیز تمام غلام و ملوک و سرداران نامدار و اصحاب و دربار و افراد اہل بازار اس جنگل کے ہر چار جانب طویلہ دار اس طرح مقیم ہوئے کہ ان کی فرد گاہ ایک کٹہرہ بن گئی اور ہر دو طرف راہ سجد مضبوط و مستحکم ہو گئی۔ اس کٹہرے کا عرض دس گز اور بلندی سات گز کی مقرر کر کے تمام جنگل مستی سے پاٹ دی گیا اور درمیان میں دو راہ چھوڑ کر کٹہرے کو مضبوط و مستحکم کر دیا گیا۔ فیروز شاہ ہر روز خود سواہر موکر آتا اور کٹہرے کو مضبوط و مستحکم کرنے کی تاکید کرتا تھا۔

غرض کہ کٹہرہ تمام ہوا اور چند غوغا رہا تھی شاہی نیل قانے سے لائے گئے اور چالاک پیلان دامن چاک کر کے ان جانوروں پر سوار ہوئے۔ جنگل کے ایک جانب فہندا و ارغون و فیری بجانے والوں کا گروہ جنگل میں داخل ہوا اور یکبارگی باجوں کی آواز سے میدان کو بچنے لگا اور شور و غوغا بلند ہوا۔ وہ آٹھوں ہاتھی جو جنگل کے درمیان میں بھاگ گئے تھے ہیبت آوازیں سن کر صحرائی طرف بھاگے۔

بعض راہلوں کا بیان ہے کہ جب جنگلی ہاتھی صحرائی بھاگے تو ان کی ٹکڑے سے جو جید قوی تن تیار درخت بھی زمین پر گر پڑے۔

جنگلی جانور جنگل کے کنارے پہنچے تھے اور تمام خلق کٹہرے کے اوپر آکر شور و غوغا بلند کرتی تھی اور کٹہرے کے اوپر بھی ڈھول اور ارغون بجائے جاتے تھے اور ہاتھی شل شمال کے حیران ہو کر کنارے سے بارہ گز جنگل کے درمیان میں چلے جاتے تھے۔

مختصر یہ کہ بادشاہ نے چند روز اسی طرح جانوروں کو کشاکش میں رکھا اور اس کام میں جان و دل سے کوشش کی۔ چند روز کے بعد اقبال شاہی نے ان ہاتھیوں کو خستہ ماندہ کر دیا اور یہ چارہ کھانے سے باز رہے۔

جوان پیلیان جو بید قوی تھے جنگل کے اندر درختوں پر سوار ہوئے اور اچھی جو جنگل کے اندر بغیر چارے کے سست ہو گئے تھے آہستہ آہستہ قدم اٹھا رہے تھے۔ جوان پیلیان درختوں سے کود کر ان کی پیٹھ پر سوار ہو گئے اور ملنا بول اور زنجیروں سے ان کو مقید کر لیا۔ غرض کہ اس طلسمی کارروائی سے فیروز شاہ نے ان مہیب جانوروں کا شکار کیا۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ نے ان ہاتھیوں کے شکار سے فارغ ہو کر راجہ کی طرف توجہ کی۔

بادشاہ نے قوت شانہ سے کام لیا اور راجہ کے محل میں داخل ہوا اور ملاحظہ کیا کہ محل شاہی کی عمارت مختلف اقسام کی بچہ مضبوط و مستحکم ہیں جن کی خوبی و استحکام حد بیان سے باہر ہے۔

روایت ہے کہ حصار کے اندر پتھر کا ایک بت تھا جس کو ہندو جگناتھ کہتے ہیں۔

یہ بت ہندوؤں کا معبود تھا۔

فیروز شاہ نے بھی سلطان محمود غزنوی کی تقلید کی اور اُس بت کو بچ و بنیاد سے اکھاڑ کر دہلی میں لایا اور اس طرح اُس کو ذلیل و خوار کیا۔

ان واقعات کے بعد بادشاہ نے ارادہ کیا کہ جزائر کدالہ کے اندر راجہ کا تعاقب کرے۔

راجہ بادشاہ کے خوف سے بچہ پریشانی اور ہراس کے سبب بدحواس ہوا اور اُس نے چند پاتر بادشاہ کے حضور میں روانہ کر کے عاجزی کا اظہار کیا اور اپنے اصلی حال سے خبر دی۔

واضح ہو کہ جس طرح سلاطین نامدار کے حضور میں دُراہوتے ہیں اسی طرح رایان و رایگان و زمینداران ہند ہنتوں کو اپنا مقرب بناتے ہیں۔ انھی ہنتوں کو حاج نگوش پاتر کہتے ہیں۔

رائے حاج بگر کے دربار میں پاتر موجود تھے۔ غرض کہ راجہ نے بید خوف و خطر کی وجہ سے اپنے پانچ پاتر بادشاہ کی بارگاہ میں

روانہ کر کے اپنی عاجزی کا اظہار کیا۔

راجہ کے پاتر فیروز شاہ کے حضور میں حاضر ہو کر بادشاہ کے قدموں میں ہونے اور زمین خدمت کر بوسہ دے کر اطاعت کا اظہار کیا اور اپنے مالک کا حال بیان کر کے عرض کیا کہ رائے جاج نگر بادشاہ کا اطاعت گزار بندہ اور قدیم بندہ زادہ ہے۔ یہ بندہ مسکین ہمیشہ سے بادشاہ کا فرماں بردار رہے اب حضرت اپنے قدیم خانہ زاد کے لئے کیا ارادہ رکھتے ہیں۔

پاتروں نے یہ گفتگو کی اور بادشاہ نے فرمایا کہ اس حدود میں آنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ معتبر روایت کے ذریعے سے معلوم ہوا تھا کہ اس نواح میں یعنی راجہ کے ملک و قیام نگاہ کے متصل ایک جنگل ہے جس میں بے شمار پتے پیسڑوں کے پائے جاتے ہیں اور اس جنگل میں دھنسی دھنسی بکریوں کی طرح ہر جہاں طرف گشت کرتے ہیں۔

یہ خبر سن کر ہم ہاتھیوں کے شکار کے لئے اس نواح میں آئے تھے، لیکن راجہ کسی دہم میں گرفتار ہوا کہ چارے خوف سے راہ فرار اختیار کی۔

مختصر یہ کہ مقررہ گفت و شنید کے بعد راجہ نے پچیس ہاتھی بطور خدمت بادشاہ کے حضور میں روانہ کر کے اقرار کیا کہ ہر سال چیدہ و منتخب ہاتھی بطور خراج بارگاہ شاہی کو روانہ کرتا رہے گا۔

فیروز شاہ نے رائے کے لئے زردوزی جامہ و علم ہائے زربفت پاتروں کے ذریعے روانہ کئے۔

غرض کہ ہنستان مذکور کو جو بادشاہ کی بارگاہ میں بطور قاصد حاضر ہوئے تھے، خلعت عطا ہوئے۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ خدا کے فضل و کرم سے نعمند و بامراد لکھنؤئی و جاج نگر سے تہتر ہاتھیوں کے ہمراہ واپس ہوا۔

بادشاہ نے دو سال سات ماہ ان مالک میں بسر کی اور بادشاہ کی مزاحمت سے ہر شخص سرور و شادان ہوا۔

پندرھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا جاج نگر سے واپس ہونا اور راہِ قلب میں آنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ لکھنؤ سے واپس ہو کر دہلی کی جانب روانہ ہوا۔ راہبروں نے غلطی کی اور بادشاہ کو ہستان و دروازن کے ساحل پر پہنچا۔
موترخ کے والد ماہد بیان کرتے تھے کہ ہر کوس پر ایک بلند پہاڑ نمودار ہوتا تھا اور خلقت اُس پہاڑ سے اُتر کر دوسرے کوہ پر آتی اور نیچے اُترتی تھی۔
غرضکہ تمام اشخاص پہاڑوں اور جنگلوں میں حیران و پریشان پھر رہے تھے اور نشیب و فراز کی کثرت کی وجہ سے تمام مخلوق خستہ و ماندہ ہو گئی تھی۔
غلہ و کپڑا گراں ہو گیا اور خلقت جد آئلف و مٹاک ہونے لگی اور چھ ماہ کامل بادشاہ کی سلامتی کی خبر دہلی میں نہ پہنچی۔

خان جہاں جید فکرمند ہوا اور اس امیر نے ہر روز حوالی شہر میں سواری کرنا شروع کیا اور اُس کی ہمیت سے تمام ملک میں امن و امان رہا۔
چھ ماہ کے بعد خدا کے فضل و کرم سے راہ کا نشان پیدا ہوا اور بادشاہ نے سید فکر کی وجہ سے ارادہ کیا کہ دہلی میں اطلاعی فرمان روانہ کرے۔
بادشاہ کے حکم سے تمام لشکریں نکال کر دی گئی کہ ہر شخص اپنی خیریت و سلامتی کا خط اپنے اعزہ کے نام روانہ کرے اور دولت سر لائے شاہی تک پہنچا دے۔
اس نذر کو سن کر تمام خلقت خوش و شادان ہوئی اور تمام خلائق لشکر نے اپنے حالات کے مکتوب تحریر کئے اور سر لائے شاہی میں پہنچا دیئے۔

اس قدر خطوط جمع ہوئے کہ ایک خستر بار کیا گیا اور یہ تمام خطوط دہلی پہنچے۔
خان جہاں نے حکم دیا کہ شہر میں بلبل شادی بھمائے جائیں اور نذر دی جائے کہ ہر شخص حاضر ہو کر اپنا مکتوب لے جائے۔
اُستزبار دربار دہلی کے روبرو بٹھایا گیا اور خطوط زمین پر انبا کر دیئے گئے

ہر شخص آتا اور اپنا خط لے جاتا تھا۔

سبحان اللہ کیا شان الہی ہے کہ اس قسم کے حادثات مخلوق کو پیش آتے ہیں جن کی وجہ یہ ہے کہ الوہیت و عبودیت یعنی خدائی و بندگی میں فرق و امتیاز رہے۔

مختصر یہ کہ سلطان فیروز شاہ چھ ماہ کامل کوہ جنگل میں حیران و سرگرداں رہا اور اس مدت کے بعد خدا کے فضل و کرم سے اس مصیبت سے نجات پائی۔

بادشاہ نے اس سفر میں سید محنت و مشقت برداشت اور سید شداہد و لاہنہ تکالیف و مختلف تدابیر سے ان پہاڑوں اور دریاؤں کو عبور کر کے چھ ماہ کے بعد کوہستان سے صحرا میں آیا۔

بادشاہ اہل لشکر نے خدا کا شکر ادا کیا اور ہر شخص کو مسرت و شادمانی نصیب ہوئی۔ فیروز شاہ چند روز متواتر کوچ کر رہا ہوا کامیاب و بامراد اپنی بنگاہ میں پہنچ گیا۔ اس مدت میں جبکہ بادشاہ ولایت جاج نگ میں مقیم رہا۔ بنگاہ کٹڑہ میں جیسا کہ بادشاہ چھوڑ کر گیا تھا قائم رہی۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ صبح و سالم کوہستان سے نکل کر باہر آیا اور بادشاہ نے واپسی کا فرمان دہلی میں خان جہاں کے نام روانہ کیا۔

خان جہاں استقبال شاہی کی تیاری میں مصروف ہوا اور شہر میں ہر مقام پر انتظامات ہونے لگے۔

سولہواں مقدمہ

فیروز شاہ کا دہلی پہنچنا اور شہر میں قبول کا تیار ہونا

قل ہے کہ فیروز شاہ فہر کے قریب پہنچا اور ہر شخص اپنے اعزہ سے ملاقات کرنے کے لئے دوڑا۔ خان جہاں نے بادشاہ کے در و پر سید ساز و سامان کیا تھا اور جن طرح کہ فیروز شاہ کے سدا اول سے واپس آنے پر تہ تیہ کیا۔ لئے گئے تھے اسی طرح اس صبح بھی منتظر ہو ا اور ان قبوں میں سید تکلف کیا گیا جس کی وجہ سے تمام بلہ میں خاص و عام

ہر شخص مسرت و شادمانی میں سرشار ہوا۔
 ہر قبیلے میں رنگ برنگ کے کپڑے رنگیں و سفید رنگی کپڑے لگائے گئے تھے۔
 بعض معتبر راویوں نے مورخ عصف سے بیان کیا کہ اس زمانے میں فیروزنا بادشاہ
 ہو چکا تھا لیکن کو شک و حصار کی تعمیر مکمل نہ ہوئی تھی لیکن باوجود اس کے ایک قلعہ
 فیروز آباد کے درمیان باندھا گیا تھا۔

غرض کہ فیروز شاہ دہلی پہنچا اور تمام شریف و رزائل ہرق و نشان اقدیس لے کر
 بادشاہ کے استقبال کو حاضر ہوئے۔

تہتر ہاتھی جو لکھنؤ سے حاصل ہوئے تھے ان کو مختلف الزان سے رنگ کر
 اور ہر قسم کے نقش و نگار سے آراستہ کر کے چتر سلطانی کے روپر و قطار میں کھڑے
 کئے گئے اور بکریوں کی طرح شہر میں لائے گئے۔

اس آرائش کا مقصد یہ تھا کہ رعایا کو معلوم ہو جائے کہ بادشاہ نے اس قدر
 ہاتھی بنگالے میں شکار کئے ہیں۔

ان تمام ہاتھیوں کو بکریوں کی طرح گلہ کر کے بغیر فیلیانوں کے شہر میں داخل کیا۔
 غرض کہ تمام اہل شہر اپنے اہل و عیال سے ملے اور مجلس صحبت و محبت میں غم و فکر سے آزاد باہم گفتگو میں مشغول ہوئے اور اپنے سفر و محائب و غائب و نیز محنت
 و شدائد کا اپنے اعزہ سے تذکرہ کیا۔ غرض کہ تمام اہل لشکر نے اہل و عیال کے دیدار اور
 دوستوں کی ملاقات کی عیش و خوشی میں شدائد و مصائب سفر کو گوشتہ دل سے
 فراموش کر دیا۔

فیروز شاہ نے شہر میں قیام کر کے ملک کے انتظام کی طرف توجہ کی۔

حقیقت یہ ہے کہ بادشاہ نے عجیب حیرت انگیز کام انجام دیا۔

واقع ہو کہ فیروز شاہ کو فن تاریخ سے بید و بچسپی تھی جس زمانے میں کہ مولانا
 ضیاء الدین برنی صاحب تاریخ فیروز شاہی نے وفات پائی بادشاہ نے اپنے
 ہر حال سے اپنے دل کا راز بیان کیا اور بار بار یہ فرمایا کہ عہد دولت کے واقعات
 محنت و مصداقت و نیز حسن و خوبی سے معرض تحریر میں لانا عالی فہم کا کام ہے۔
 غرض کہ بادشاہ کو اپنے عہد حکومت کے واقعات کی کتابت سے اُمید ہی ہوئی۔

اور فیروز شاہ نے کو شک حصار و کو شک نزول کے گنبدوں اور منارہ سنگین کی عمارت پر جو کو شک شکار و فیروز آباد میں تعمیر ہوئی تھیں اپنی زبان سے یہ عبارت پتھروں پر نقش کرائی کہ میں نے اس قدر ہاتھیوں کا شکار کیا اور اس طرح ہاتھیوں کو شہر میں لایا اور یہ یہ عمدہ و خوب کام انجام دئے اور یہ سب اہتمام اس لئے کیا تاکہ یہ امور بطور سبق خلفائے کے رو برو رہیں اور بادشاہ کے یہ کارنامے یادگار نہ رہیں اور تمام خلق و اہل عالم ان واقعات سے عبرت حاصل کریں۔

سبحان اللہ بادشاہ مجید پسندیدہ و نیک کردار و فرماں روا تھا جس کے اخلاق مجید پاکیزہ و قابل تعریف تھے۔

فیروز شاہ نے چالیس سال کمال عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کی اور اس مدت میں اُس کی تمام تمنائیں پوری ہوئیں۔

سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فضل ہے جس کو چاہے عطا فرمائے۔
سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح ارشاد فرمایا ہے کہ پروردگار کا فضل و کرم خلقت سے پیشتر ہی انسان کے لیے مقدور ہو جاتا ہے۔

تشرحوں مقدمہ

عہد فیروز شاہی میں رعایا کی خوشی و خرمی کا تذکرہ

فصل ہے کہ کھمبوتی کے سفر سے واپس آکر فیروز شاہ نے تعمیر عمارت کی طرف توجہ کی۔

فیروز شاہ نے کو شک شہر فیروز آباد کی عمارت مجید سہمی و کوشش کے ساتھ تمام کی اور اس درمیان میں عمارت کو شک چندادری (ہندو لڑائی) کو بھی مجید حکومت کے ساتھ تعمیر کیا۔

چونکہ لشکر و صانی ہوس کے بعد واپس ہوا تھا ہر شخص اپنے وطن رحاب خواہ۔
فیروز شاہ نے اپنے عہد حکومت میں اپنے مددگار ہمت کے موافق ان تین

اشغال میں وقت صرف کیا۔

اصل یہ کہ فیروز شاہ نے ہر قسم کے شکار میں وقت گوارا اور جہند پر ہر قسم کے جانوروں کو شکار کیا۔

بادشاہ کبھی تو شکر کے کوہِ زندان ہوائی کے پچھے چھوڑتا اور کبھی جنگلی چرندوں کے عقب میں سوار می کرتا۔ غرض کہ بادشاہ کو ہر قسم کے شکار کا بید شوق تھا۔

بادشاہ کا دوسرا مشغلہ یہ تھا کہ فیروز شاہ سلاطین یا اقتدار کی طرح ملک و اہل ملک کے انتظام میں وقت صرف کرتا تھا اور یہ تمام خصائل بادشاہ کی اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے تھے۔ امر سوئم جس سے فیروز شاہ کو شغف تھا عمارات کی تعمیر تھا۔ انشاء اللہ تعالیٰ بادشاہ کے ان ہر سہ مشاغل کا مفصل حال ہر مشغلے کے محل تحریر میں بیان کیا جائے گا۔ اس مقام پر مورخ صرف اہل تشدد کے واقعات ہدیہ ناظرین کرتا ہے اور اس قوم کے حالات سے واقعات کا اظہار کرتا ہے۔

واضح ہو کہ فیروز شاہ نے جلوس کے بعد تین یا چار مہم متواتر حمل کیں یعنی دو بار لکھنؤ کی کا سفر کیا اور ایک مہم جاج مگر کی اور ایک تھٹھ کی سر کی۔

مختصر یہ کہ بادشاہ کے انتظام و حسن سیاست سے ہر سال ملک میں اضافہ ہوتا تھا اور سال بسال سلطنت کی آبادی میں ترقی ہو رہی تھی۔

فیروز شاہ کی محنت کی حرکت سے خلافت کو خوشی و غری بھید حاصل ہوئی تھی چنانچہ بادشاہ نے علما و مشائخ و صاحبین کو چھتیس لاکھ تنگے بطور مدد معاش عطا فرمائے تھے۔

اسی طرح فقرا و مسکین کے گروہ کو جو در ماندہ و عاجز تھے ایک کروڑ تنگے سالانہ محنت فرمائے تھے تاکہ یہ گروہ اطمینان قلب کے ساتھ دین پروری کرے اور عبادات و نیوی سے بے نیاز ہو کر آخرت کی نعمتیں حاصل کرے۔

بادشاہ کے عہد میں اس طرح خاندان و ملوک و نیرایان ملک کو بیکار اطمینان و آرام حاصل تھا۔ اہل تجارت کو ہر سال اپنے پیشے میں زیادہ نفع ہوتا تھا اور اہل بازار و اہل ہجرت کو ہر سال بے نسبت گزشتہ سال کے زیادہ رقم منافع کی حاصل ہوئی تھی۔ اسی طرح خدا کے فضل و کرم سے اضطرابی فقر و غریب کی تکالیف سے نجات پاتے اور ان کا شمار قاری الہال طبقے میں ہو جاتا تھا۔

اہل زراعت نے اپنے کام میں اس درجہ ترقی کی تھی کہ اگر یہ طبقہ ایک مشت تخم زمیں میں بوتا تھا تو ایک کے عوض ستر اور سات سو بلکہ اس سے بھی زیادہ حاصل کرتا تھا۔ غیر مسلم گروہ جس میں ذمہ داری داخل ہیں، فیروز شاہ کے عہد میں رفاہیت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے اور دارالحرب کے باشندے ہر سال تباہ و تاراج کئے جاتے تھے اور دارالحرب میں جس قدر ملک تاراج ہوتا تھا، بادشاہ کے فضل و کرم سے اُس سے زیادہ آباد و معمور ہو جاتا تھا۔

اسی طرح سادات و قضاہ و دیگر اعیان ملک فیروز شاہ کی جو دستاویز خرد سالی میں اپنی لڑکیوں کو بیابہنتے تھے اور لڑکیوں کو اُن کے شوہروں کے حوالے کر دیتے تھے۔ یہ تمام امور اس لئے تھے کہ لڑکیوں کے مادر و پدر خوش حال و مرفہ الحال تھے اور جن کے پاس رقم نہ تھی اُن کو خزانہ شاہی سے کار خیر کے لئے روپیہ دیا جاتا تھا۔

اسی طرح مسلمانوں کے نو عمر بچے علم دین کی تحصیل میں دنیاوی فوائد حاصل کرنے کے لئے مشغول ہوتے تھے اور عالم و ادیب و خطاط لڑکوں کو تعلیم دیتے تھے اور اُن کو اجرت خزانہ شاہی سے ادا کی جاتی تھی اور اس کام سے حد سے زیادہ فائدہ و خوش کرتے۔

سوداگر بھی بادشاہ کے قدموں کی برکت سے فارغ البال و خوشحال رہتے تھے۔ اور تین تین چار چار برس متواتر مشہور ممالک میں سفر کر کے بیشمار منافع حاصل کرتے تھے۔ تخت گاہ دہلی میں خدا کے فضل و کرم سے اس درجہ بے فکری تھی کہ اُس کی نظیر کسی اور دور میں نہیں ملتی، بلکہ فیروز شاہ کے خلوص و نیک نیتی سے تمام عالم کے سلاطین و حکمران کا یہی حال تھا۔

غرضیکہ بادشاہ نیک سیرت یعنی سلطان فیروز شاہ کا عہد بھی کس قدر بابرکت تھا کہ بے شمار نعمتیں خلق خدا کے لئے ہتیا و موجود تھیں اور اب امید نہیں کہ بعد یہ باخیز زمانہ میسر آئے۔

اس موقع پر بندہ ضعیف و ترخ عفیف کو ایک حکایت یاد آئی جو قدیم سلاطین و پیشوایان دین کی عجب سبق آموز یادگار ہے۔

حضرت بندگی شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ خیر المجاہدین میں فرماتے ہیں کہ

قدیم زمانے میں کسی ملک میں ایک بادشاہ تھا جو بے حد علیم و کریم نیک اعتقاد و خوش کردار تھا۔

اس بادشاہ میں تمام پسندیدہ صفات جمع تھے چنانچہ اس کے عقیدے کی برکت سے تمام ملک خوش حال تھا۔

ایک روز یہ بادشاہ یکاۓ شکار گاہ کو تشریف لے گیا اور ایک جانور کے عقب میں گھوڑا دوڑایا۔

جانور کے ایک تیر لگا اور بادشاہ فوج و لشکر سے جدا ہو کر حیران و تنہا ایک مقام پر پہنچا۔

بادشاہ نے قدم آگے بڑھایا اور ایک پر فضا باغ میں پہنچا۔
بادشاہ باغ میں داخل ہوا اور سایہ دار درختوں کے نیچے تھوڑی دیر آرام لیا۔
خدا کی قدرت سے ایک بوڑھی عورت جو نہایت بد حال و بد صورت تھی،
باغ کے اندر سے باہر نکلی۔

بادشاہ نے عورت سے باغ کے مالک کو دریافت کیا کہ کون ہے اور باغ میں کس قسم کے میوے موجود ہیں۔ ضعیف نے جواب دیا کہ باغ تمام و کمال میری ملکیت ہے۔

بادشاہ حیدر گرسنہ تھا اور اس عورت سے کہا کہ کوئی شے کھانے کے لئے لے آؤ۔

عورت نے جواب دیا کہ غذا کی قسم میں کوئی شے موجود نہیں ہے، اگر تم کہو تو چند خوشہ انگور لے آؤں۔ بادشاہ نے اجازت دی اور ضعیف باغ کے اندر گئی۔

اس عورت کو معلوم تھا کہ اس ملک کا بادشاہ سائل ہو کر اس کے در پر آیا ہے۔
غرضیکہ عورت باغ کے اندر گئی اور چند خوشہ انگور توڑ کر بادشاہ کے حضور میں لے آئی۔ بادشاہ نے انگور کھائے جو سید خیریں تھے۔

بادشاہ کو یہ میوہ سید پسند آیا اور اس نے ضعیف سے دریافت کیا کہ اس باغ محصول کیا ہے عورت نے جواب دیا کہ اس کا محصول چند تنگے مقرر ہیں۔

طعاب

بادشاہ کے دل میں یہ خطرہ گزر کہ تمام مملکت کے شہروں کے حالات کی تحقیق کرنی چاہیے، اس لئے کہ ملک کے کارکنان و حامل خزانہ شاہی کے محاصل و مال جمع کرنے میں غلطی کرتے ہیں ورنہ ظاہر ہے کہ ایسا معمور و آباد باغ کا جس میں اس قدر کثرت سے شیریں میوے اور انگور موجود ہیں محصول چند تنگے کیونکر ہو سکتے ہیں۔

اگر کارکن بھی و کوشش سے کام لیں اس قدر مال ضائع و تلف نہ ہو۔

بادشاہ نے عورت سے انگور لانے کی بارگزر فرمائش کی اور عورت نے بار دوم بھی چند خوشے انگور کے بادشاہ کے روبرو پیش کئے۔

بادشاہ نے انگور کھائے اور معلوم ہوا کہ یہ انگور بھید ترش ہیں۔

شاہ نے عورت سے دریافت کیا یہ انگور تو اُس مقام اُس درخت سے نہیں لائی جہاں سے کہ بار اول لائی تھی اور عورت نے جواب دیا کہ وہ ہر دو ترشہ انگور ایک ہی محل و مقام سے لائی ہے۔ بادشاہ نے یہ معلوم کر کے عورت سے کہا کہ بیشتر کے انگور شیریں تھے اور یہ ترش ہیں۔

یہ عورت بھید صاحب فہم و فراست تھی اُس نے سنتے ہی فوراً کہا کہ اے شخص ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج تک اس ملک کا بادشاہ خلق خدا پر بھید مہربان تھا اور اُس کے عقیدہ و نیک فیتی کا یہ ثمرہ تھا کہ ہر شے بابرکت تھی اور ہر میوہ شیریں و لطیف پیدا ہوتا تھا، لیکن اللہ کی مشیت نے بادشاہ کے قلب کو رعایا کی طرف سے برگشتہ کر دیا ہے اور کوئی مذموم و بدخطرہ اُس کے قلب میں پیدا ہوا ہے تاکہ رعایا کو باگزراں سے پریشاں خاطر کرے۔

ظاہر ہے کہ بادشاہ کے اس مذموم و بدخطرے کے شر نے ہر شے میں سراپت کی اور تمام ملک سے برکت اٹھ گئی اور اس وجہ سے کہ شیریں انگور ترش ہو گئے۔

اس کے بعد عورت نے بادشاہ سے کہا کہ اے شخص خدا خیر کرے اس لئے کہ جب بادشاہ کے قلب میں کوئی بدخطرہ گزرتا ہے تو ممکن ہے کہ وہ اُس کو عملی جامہ پہنائے کیا عجب ہے کہ بادشاہ کے ظالمانہ افعال کے بد اثرات سے یہ ملک چند ہی روز میں تباہ و برباد ہو جائے اور اُس کے ملک کے باشندے راہ غربت اختیار کر کے آوارہ وطن ہو جائیں۔

بادشاہ نے تقریر سنی اور پیر زال کے بیان کے مطابق اپنے ارادے پر خائف ہو کر بید کی مانند کانپنے لگا اور اپنے دل میں عہد کیا کہ اپنی قدیم روش و قاعدے سے سرسوتجا و زندہ کرے گا۔

موتوخ کا مقصود اس حکایت کے بیان کرنے سے یہ ہے کہ سلاطین دیں پرور کی خوش عقیدگی ہر شے کو بابرکت بناتی ہے اور بادشاہ کی نیت نیک رعایا پر نزل رحمت کا باعث ہو کر ملک کی نعمتوں میں اضافہ اور خلقت کے آرام میں زیادتی پیدا کرتی ہے۔

اسی طرح چونکہ فیروز شاہ جو برگزیدہ حق تھا خلقت کے فوائد میں اضافہ کرنے کی مجید کوشش کرتا تھا۔ اس بادشاہ نے چالیس سال کامل حکومت کی اور اُس کے عہد میں تمام خلقت خدا نے عیش و راحت کے ساتھ زندگی بسر کی اور ہر خاص و عام کے قلوب تمام خطرات سے خالی ہو گئے۔

فیروز شاہ کی وفات کے بعد دیگر فرماں روا بادشاہ ہوئے اور خدا کی مشیت و حکم نے تمام شیرازہ ملک کو پرگندہ کر دیا اور ہر شخص نے غربت و آوارہ و طبعی اختیار کی۔ تمام عالم زیر و زبر ہو گیا، بلکہ آخر میں نوبت یہاں تک پہنچی کہ دہلی کے تمام خرد و بزرگ مغلوں کی تانخت و تاراج کا شکار ہوئے جیسا کہ موتوخ ضعیف نے خرابی دہلی کے زیر عنوان اس واقعے کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

اکھارھوال مقدمہ

قلعہ نگر کوٹ کی فتح

فصل ہے کہ فیروز شاہ نے سفر لکھنوتی سے واپس ہو کر بھکار کے مشغلے میں دولت آباد کا رخ کیا۔

راست گنھار پڑھیں نے بندہ ضعیف شمس سراج ضعیف سے رہایت کی ہے کہ فیروز شاہ نے سفر کی تیاری کی اور تمام شتم و خدم کو دس گونہ انعام عطا فرمایا۔

بادشاہ نے دودھلینزد و دو بار گاہ و دو خواب گاہ و نیز تمام مراتب و حشم کے ہمراہ دولت آباد کا رخ کیا اور ستواتر کوچ کنہا ہوا بھیانہ تک پہنچا۔

بادشاہ نے بھیانہ کے حدود میں قدرے آرام کیا اور اس کے بعد لہام الہی سے بہرہ مند ہو کر مصالحت ملکی کے لحاظ سے دہلی کی جانب واپس ہوا۔

فیروز شاہ اپنے اطاعت شعار لشکر کے ہمراہ دہلی پہنچا اور دہلی سے نگر کوٹ روانہ ہوا۔ بادشاہ نانیچ نے زمینداروں کی سرکوبی کے ارادے سے نگر کوٹ کے

فواح میں وارد ہوا۔

فیروز شاہ کو معلوم ہوا کہ نگر کوٹ کا قلعہ بھی مضبوط و مستحکم ہے۔

نگر کوٹ کا راہ حصار کے بالائی حصے میں پناہ گزیں ہوا اور شاہی لشکر نے راہ کے تمام ملک کو تاخت و تاراج کیا۔ جو لاکھوں کا بت جو غیر مسلم افراد کا مشہور معبد ہے، راہ میں واقع تھا جس کی بابت معتبر ادیبوں نے مترج سے بیان کیا ہے کہ مذکورہ البت ایک حجرے میں نہاں تھا اور ہندو اس حالت میں اس بت کی پرستش کرتے تھے۔ بعض غیر مسلم روایت کرتے ہیں کہ فیروز شاہ اس مقام پر پہنچا اور بادشاہ بت کی زیارت کے لئے گیا اور اس کے سر پر ایک زریں چتر رکھا۔ لیکن یہ روایت غلط ہے اس لئے کہ مورخ کے والد ماجد جو بادشاہ کے مقرب اور اس مسخر میں فیروز شاہ کے ہمراہ تھے، بیان فرماتے تھے کہ غیر مسلم گروہ نے بادشاہ پر جو پسندیدہ اخلاق کا مجموعہ تھا، یہ افتر کیا ہے۔

ظاہر ہے کہ فیروز شاہ نے جو دیندار و دین پرور و خدا ترس فرماں روا تھا چالیس سال حکومت کی اور اس مدت میں کسی احکام شریعت و طریقت سے قطعاً تنہا و تنہا نہیں کیا، ایسے بادشاہ دیں پر در سے اس فعل کا صادر ہونا قطعاً بعید از قیاس ہے۔ والد ماجد فرماتے تھے کہ بادشاہ اس مقام پر پہنچا اور اس نواح کے تمام رائے و راجگان و نیز زمینداران نواح کو اپنے حضور میں طلب فرمایا۔

فیروز شاہ نے ان بندوں سے کہا کہ اے کم عقل تم کو اس پتھر کی پرستش کرنے سے کیا فائدہ ہو گا اور اس کے حضور میں اپنی التبا پیش کرنے سے تم کو کیا مل جائے گا۔

شریعت اسلام کی پیروی کرو، اس لئے کہ جو شخص اسلام کا مخالف ہے اس کی نجات

ملک نہیں ہے۔

جو تکہ فیروز شاہ نے خدا کے خوف سے اس سنگی بت کی اس قدر تحقیر کی تاکہ ہندو اپنے عقیدے سے باز آئیں اور غیر مسلم گروہ نے اپنے تعصب کی وجہ سے بادشاہ کی نصیحت پر توجہ نہ کی اس لئے انھوں نے بادشاہ کی بابرکت ذات پر اس قسم کا افترا باندھا ہے۔

بعض غیر مسلم انکار مذہب و فیذا اپنے تعصب کی وجہ سے یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ سلطان محمد شاہ بن تغلق شاہ نے بھی ایک چتر اس بت کے سر پر رکھا تھا حالانکہ یہ روایت ہی محض غلط ہے۔ اہل اسلام پر لازم ہے کہ اس قسم کی دروغ بیانی کو راست نہ خیال کریں اس لئے کہ فیروز شاہ و محمد شاہ ہر دو فرماں روا اہل سنت و جماعت میں داخل و دیندار حکمران تھے، ان فرماں رواؤں نے اپنی عقل و دانش کی وجہ سے اپنے عہد معدلت میں ہزار بابت خانے مسمار کئے ہیں ان سے اس قسم کے افعال کا صادر ہونا قطعاً محال ہے۔ ہندوؤں نے یہ افترا بندی کی ہے جس کی قطعاً اصلیت نہیں ہے۔ مختصر یہ کہ فیروز شاہ خدا کے حکم سے لنگر کوٹ پہنچا اور اُس نے دیکھا کہ قلعہ سجد مستحکم و مضبوط ہے۔

رائے لنگر کوٹ نے حصار کے بالائی حصے میں پناہ لی اور شاہی لشکر نے خدا کی عنایت و مہربانی سے قلعے کو ہر چار طرف سے گھیر لیا۔ فیروز شاہی فوج نے مختلف دائروں میں صف آرائی کر کے حصار کے گرد قیام کیا۔

فریقین نے متعین نصب کر کے عراوہ سنگ سے کام لینا شروع کیا چنانچہ جانبین کے پیچھے متعین کے بلوں سے اُلڑ کر ہوا میں باہم دھکا کھاتے تھے اور پاش پاش ہو کر زمین پر گرتے تھے۔

غرض کہ شاہی لشکر نے چھ ماہ کامل قلعے کا محاصرہ جاری رکھا اور طرفین کے بہادر سپاہیوں نے غالب آنے کی سیدھی و کوشش کی لیکن چھ ماہ کے بعد خدا کے فضل و کرم سے فیروز شاہ کی فتح کے آثار نمایاں ہوئے رائے لنگر کوٹ بالائے حصار سے نیچے آیا اُصں کی تفصیل یہ ہے کہ فیروز شاہ

قلعے کا دور دیکھنے اور غیر مسلموں پر فتح حاصل کرنے کے لئے ایک روز سوار ہوا۔
 رائے اُس زمانے میں بالائے قلعہ تھا اور اُس نے دیکھا کہ فیروز شاہ قلعے کا
 دور ملاحظہ کر رہا ہے۔

رائے کی نظر بادشاہ پر پڑی اور اُس نے اطاعت شعار ماتحت کی طرح دست بستہ
 ایستادہ ہو کر بادشاہ کو سلام کیا۔

فیروز شاہ نے ملاحظہ کیا کہ رائے الہار عاجزی کر کے بندگانِ محبوب کی طرح
 سر تسلیم خم کر رہا ہے، بادشاہ نے اپنا ہاتھ بیل کے اندر لے گیا اور دستارچہ بیل سے
 کھینچ کر رائے کی طرف رحم و کرم سے نگاہ ڈالی اور گویا یہ اشارہ کیا کہ میری بارگاہ میں
 حاضر ہو۔

رائے کے تمام پاتر ایک جا جمع ہوئے اور تمام افراد نے بالاتفاق کہا کہ سلطان
 فیروز شاہ تاجدارِ اس عالم کے درمیان صفات شاہی میں یگانہ روزگار ہے اور
 کسی ملک میں کوئی بادشاہ اس عظمت و جلال کا نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی ملک میں
 کوئی بادشاہ اس طرح دلدار ہی نہیں کرتا۔

جبکہ بادشاہ خود اس عنایت و مہربانی سے طلب کرتا ہے تو بلا توقف
 اُس کے حضور میں جانا چاہیئے۔

غرض کہ رائے مذکور نے غرور و تکبر کو اپنے سر سے دور کیا اور قلعے سے اُتر کر اپنے
 بادشاہ کے قدموں پر رکھا اور بیحدِ محنت کی۔

فیروز شاہ نے رائے کی پشت پر دستِ شفقت رکھا اور خلعت زر دوزی
 وزیرِ بیعت عطا کر کے ایک چتر عطا کیا۔

بادشاہ نے رائے کو شانِ نوازش سے سرفراز فرما کر واپس کیا اور رائے
 بیحدِ شاد و کامیاب اسپان لائی و ترک کی بطورِ انعام ہمراہ لے کر واپس آیا۔

عمالِ خزانہ نے مل کے توڑے بادشاہ کے حکم سے رائے کے ہمراہ کئے
 اور رائے مذکور بیحدِ مسرت و خوشی کے ساتھ واپس آیا اور خد کی مدد سے نگر کوٹ
 فتح ہوا۔

غرض کہ یہ تمام واقعات ٹھٹھہ کی مہم کے قبل رونما ہوئے اور ٹھٹھہ کی مہم کے بعد

فیروز شاہ نے جنگی مہمات سے قطعاً کنارہ کشی کر لی اور مصلحت ملکی کا تقاضا ہی خیال کیا کہ اب جنگ سے قطعاً دست بردار ہو جائے۔

غرض کہ فیروز شاہ نے ارادہ کیا کہ نگر کوٹ سے واپس ہوا اور رائے نے قطعے سے بیشمار اہل خدمت اور بیش قیمت اسباب بادشاہ کی خدمت میں روانہ کئے اور فیروز شاہ دہلی روانہ ہوا۔

قسم دوم کے اٹھارہ مقدمات ختم ہوئے اور اب مصنف قسم سوم کے مقدمات معروض تحریر میں لانا ہے۔

قسم نہم تھمھ کے حالات میں

بادشاہ کا جام و بانیفہ کو اپنے ہمراہ لانا اور طاس گھڑیاں کا وضع کرنا۔ اس قسم میں بھی اٹھارہ مقدمات ہیں۔

پہلا مقدمہ

بادشاہ کا ہمہ تھمھ کی بابت ناخبریاں سے اتفاق کرنا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ لکھنؤئی اور جلال نگر سے واپس ہو کر شکار کے لئے حوالی دہلی میں سیر کرتا اور کسی غیر مسلم راجہ پر حملے کا خیال دل میں نہ لاتا تھا۔ لیکن بادشاہ کی مصل میں گاہ بگاہ اہل تھمھ کا تذکرہ ہوتا تھا۔

جب کہیں کہ اہل تھمھ کا ذکر آتا تو بادشاہ اپنی بریش پر ہاتھ پھیر کر فرماتا کہ

افسوس ہزار افسوس کہ خدا نکان مغفور کے دل میں یہی ایک آرزو باقی رہی، یعنی یہ کہ سلطان محمد شاہ تھمہ کو فتح نہ کر سکا۔

بادشاہ کے کام سے اُن دربار کو اس امر کا شبہ ہوتا تھا کہ فیروز شاہ تھمہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتا ہے اور بادشاہ اس مہم کی جانب ضرور مائل ہے۔ اس کے سروراز کی بابت گفتگو فرمائی۔

بادشاہ نے خان جہاں سے سوال کیا کہ اہل تھمہ کس قسم کے جنگجو ہیں اور ان کا کیا حالیت ہے کہ حضرت خدا نکان مغفور اُن کے ملک پر حملہ آور ہوئے اور بادشاہ مرحوم نے اُن کے وطن میں پہنچ کر اُن کو مغلوب کرنے کا ارادہ فرمایا لیکن یہ گروہ مرحوم کے مقابلے میں صاف آراہم اور حضرت کی اطاعت قبول نہ کی اور نہ اس گروہ شوریہ نے طغی سرام غار کو اپنے ملک میں قیام کرنے دیا۔ چونکہ حضرت مرحوم کا پیمانہ بے عمل رہا یہ چکا تھا حضرت واپس آئے لیکن عین شدت مرض میں مجھ سے مخاطب کر کے فرمایا کہ افسوس ہزار افسوس اگر اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے اور مجھ کو اس مرض سے صحت حاصل ہو تو میں تھمہ کے باشندوں کو مغلوب کر کے اپنا مطیع و فرماں بردار بناؤں اور اگر خدا کی مشیت اس کے خلاف ہے اور قلم تقدیر نے کچھ اور تحریر فرمایا ہے تو یہی ایک آرزو دنیا سے لے جاؤں گا جس کا مجھ افسوس ہے۔

اس کے بعد فیروز شاہ نے خان جہاں سے فرمایا کہ خدا کی مشیت سے بادشاہ نے سفر آخرت اختیار فرمایا اور مرحوم کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی، چونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو مرحوم کا جانشین مقرر فرمایا مجھ کو یہ زیبا ہے یا نہیں کہ میں مرحوم کا انتقام حریف سے لوں۔ خان جہاں نے بادشاہ کی تقریر سن کر قدرے تامل کیا اور کچھ دیر غور کرتا رہا اور اس کے بعد نہایت صائب رائے دی اور عرض کیا کہ حضرت کا یہ ارادہ بے حد نیک ہے اس لئے کہ اس مہم میں دو فائدے ہیں۔

ایک یہ کہ بزرگان گزشتہ کی وصیتوں اور ان کی نفع کی تعمیل ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ دنیا کا دستور ہے کہ ہر شخص اپنے بزرگوں کے اعدائے انتقام لیتا ہے اور فرزند و برادر مرحوم مورث کی بجائے حریف کو زیر کرتے ہیں اور یہ نہیں

سلاطین کے حق میں بخوبی دیکھ رہا ہے۔ دوسرا نفع یہ ہے کہ بادشاہان عالم کا طریقہ یہ ہے کہ ہر سال اپنی قوت و طاقت کو ظاہر کرتے اور قلعہ کشائی کے لئے سعی و کوشش فرماتے ہیں۔

غرض کہ وزیر مذکور نے بادشاہ کے حضور میں صاف صاف عرض کیا کہ حضرت کا یہ ارادہ جو الہام الہی ہے، عید پسندیدہ و قابل عمل ہے۔
مختصر یہ کہ فیروز شاہ نے خان جہاں کو حکم دیا کہ قلعہ پر حملہ آور ہونے کے لئے لشکر کا سامان درست کرے۔

وزیر مذکور نے اسباب سفر کی تیاری شروع کی اور غائب و حاضر ہر قسم کے لشکر کا جائزہ شروع کیا۔

غرض کہ سوار و پیادے شمشیر گزار و جہدار و فیسر و جہدار ہر دو قسم کی فوج کا اندازہ کیا گیا اور بادشاہ کے حضور میں حقیقت حال سے اطلاع دی گئی۔
تمام خلق میں شہسوار ہو گیا کہ فیروز شاہ خدا کے فضل و کرم سے قلعہ روانہ ہو گا۔
سبحان اللہ ظاہر ہے کہ فیروز شاہ نے جلوس کے بعد متواتر چند سفر کئے چونکہ سلطنت کے تمام افراد جید خوشی و مسرت کے ساتھ مطمئن و قانع الیال زندگی بسر کرتے تھے۔ ہر شخص اس خبر کو سن کر بھی خوش ہوا اور تمام فوج میں رشاد مانی و مسرت کا دور دورہ ہوا۔

غرض کہ تمام لشکر کا جائزہ لیا گیا اور سوار و پیادوں کی عدد شماری کی گئی۔
بادشاہ نے اپنے جو دوست و سہا سے کام لیا اور لشکر کے ہر شخص کو انعام و اکرام سے سرفراز و مالا مال کیا۔ فیروز شاہ نے غیر چہی لشکر کو چار گنا انعام عطا کیا اور لشکر و جہدار مالی راحت و آرام اور نیز آسودگی کی وجہ سے اس پر دہتھیا رکھے ساتھ حاضر ہو گیا۔
فیروز شاہ نے آئین چہانداری کے مطابق مثل سلاطین نامہ دار کے قلعہ کا رخ کیا۔

ہر ایک خان و ملک جو درگاہ شاہی سے وابستہ تھا، اپنے اپنے جاہ و خشم کے ہمراہ بادشاہ کے ہمراہ ہو اور ہر امیر نے اپنی دولت و خشت کو کامل طور پر ظاہر و نمودار کیا۔

دوسرا مقدمہ

فیروز شاہ کا تھٹھ کی جانب روانہ ہونا

نقل ہے کہ بادشاہ نے ارادہ کیا کہ ساعت سعید و مبارک میں تھٹھ کی سمت روانہ ہو، بادشاہ نے اول اُن تمام بزرگان دین کی جو جو اردلی میں آرام فرماہیں، شل شانِ عظیم الشان کے کامل اعتقاد کے ساتھ زیارت کی۔

فیروز شاہ بزرگان دین کی زیارت سے فارغ ہو کر سلاطین ماضیہ کے مزارات پر حاضر ہوا۔

بادشاہ نے خدا کی بارگاہ میں تمام مشائخ و سلاطین کو واسطہ بنایا۔ واضح ہو کہ فیروز شاہ کا دستور تھا کہ جب کبھی شہر دہلی سے روانہ ہوتا تو تمام مشائخ و سلاطین کے مزارات پر حاضر ہوتا اور ہر ایک سے طالب امداد ہو کر اپنے کو ان حضرات کی پناہ میں دیتا۔

بادشاہ کو اس فعل میں اس قدر شغف تھا کہ اپنی عظمت و بزرگی کا خیال دل میں نہ لاتا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ صفت اولیاء اللہ کی ہے جیساکہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

اذا تخیرتم فی الامور فاستحیو من اهل القبور یعنی جب تم کسی امر میں حیران ہو، اہل قبور سے مدد کے طلبگار ہو۔

سبحان اللہ سلطان فیروز شاہ نے چالیس سال کامل مہندوستان چرکمرانی کی اور اس مدت حکومت میں ہر وقت وہ ان اس قانون کا پابند رہا کہ فیروز شاہ بزرگان و حاضری مزارات بادشاہ نے کبھی سفر نہیں کیا۔

بادشاہ جب کبھی کسی مزار پر حاضر ہوتا تو کمال اعتقاد سے قبر کی طرف بڑھتا اور سجدہ و عاجزی سے پیش آکر انارخسار زمین پر رکھتا۔

سورج عقیق نے بار بار لکھا ہے کہ سید بادشاہ سلطان الشاہ نظام الدین محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ

استانے پر حاضر ہوا ہے تو حضرت کے مزار مبارک کے پاس یعنی امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے بالین پر ادب کے ساتھ استادہ ہوتا تھا۔

بادشاہ رضائے الہی حاصل کرنے کے لئے اپنا سرچید ادب کے ساتھ زمین تک لے جاتا اور اس کے بعد دو یا تین مقامات پر اور سرزمین پر رکھتا۔
فیروز شاہ خاص معتقدین کی طرح حضرت کے مزار کے قریب ہیچیت اور خوشنودی الہی حاصل کرنے کے لئے قبر شریف کے نزدیک پہنچ کر سر کو زمین پر رکھ دیتا۔

بادشاہ سرزمین ہو کر اٹھتا اور تربت شریف کے متصل ادب کے ساتھ بیٹھ جاتا تھا۔

اس کے بعد بادشاہ حضرت شیخ کے مزار مبارک کے پاس نشست اختیار کرتا اور احکام شرع کے مطابق آیات قرآن پاک کی بخوبی تلاوت کرتا اور اس کے بعد قدم بڑھا کر جناب شیخ کی قبر شریف کا غلاف پکڑ کر اپنے حاجات بیان کرتا۔ فیروز شاہ زیارت سے فارغ ہو کر کچھ مدت تک وہاں قیام کرتا اور روضے کے تمام درگاہاں کے نام پر فاتحہ پڑھتا۔

زیارت سے فارغ ہو کر ہر مقبرے کے لئے جو رقم مقرر تھی ان کو کڑھوں میں رکھ کر عمال بیت المال لاتے اور فقراء مساکین کو تقسیم کرنے کے لئے بادشاہ کے رو برو ہر مقبرے کے متولی کے سپرد کرتے تھے۔

بادشاہ اس جو دوسخا کے باوجود ان فقراء مساکین کی تسلی کے لئے لوگ دربار میں سے ایک شخص کو مقرر فرماتا جو متولیان مقبرہ کے قریب کھڑا رہ کر قسم تقسیم کراتا تھا۔

موتیخ کے والد اور اس کے چچا بار اس خدمت پر مقرر فرمائے جا چکے ہیں اور بعض مقابر میں اس قسم کی خدمت انجام دے چکے ہیں۔ غرض کہ فیروز شاہ اس طریقہ پر مشائخ و علماء کی زیارت کرتا اور واپس آتا تھا۔

سبحان اللہ یہ تمام امور عطیۃ الہی و بخشش ربانی میں داخل ہیں و اگر نہ آدمی زادے سے جو خاک و باد کی ایک حقیر مخلوق ہے، الی عمدہ طریقوں پر یہ سنات کیونکر انجام پا سکتے ہیں۔

ہرمومن و مسلم اس امیں کمال سہی کرتا ہے کہ نیکی کرے اور نیک عمل بجالائے مگر حقیقت یہ ہے کہ عمل نیک اسی شخص سے صادر ہوتا ہے جس کو خدا توفیق عطا فرمائے۔ فرسنگہ سلطان فیروز شاہ نے جو ارشک و تجربہ کار مرد میدان دانا اور پہلوانوں و جہاں گرد و کشتی باز سواروں اور بہادروں و نیز کوہ پیکر یا قہودوں کے ہمارے ٹھٹھہ کا رخ کیا۔ ان کے علاوہ بندہ گال کا وہ گروہ جو مینار بادشاہ کے گرد جمع ہوا تھا اس کی تفصیل قسم چارم میں بیان کی جائے گی۔

مختصر یہ کہ متورخ عقیف کے والد بزرگوار اور اس کے عم نامدار دیوان ذرات میں صاحب اعتبار خدام کی طرح بادشاہ کے ملازم تھے۔

غرض کہ نو دہزار سوار اور چوراسی ہزار پیادے اور چار سو اسی ہاتھی بادشاہ کے ہنرکاب روانہ ہوئے۔

خان اعظم تھانہ خاں کی اس زمانے میں وفات ہو چکی تھی اور خان جہاں وزیر بطور نائب بادشاہ دہلی میں مقیم تھا۔

خان جہاں نے خسر خان عظام و شاہان ذوی الاکرام کے آئین و قانون کے مطابق دو دہلیز و دو بارگاہ و دو خواب گاہ و نو بیت سجری بادشاہ کے ہمراہ روانہ کر دیں۔

ان کے علاوہ ایک سو اسی نشان ہر جنس و ہر قسم کے روانہ فرمائے، اور چوراسی تھیل دامہ شتری و ایسی و خری اور اسی طرح کے اسباب کارخانہ فیروز شاہ کے ہمراہ روانہ کئے گئے۔

مختصر یہ کہ بادشاہ نے رکاب میں پاؤں رکھا اور ٹھٹھہ کی جانب روانہ ہوا۔ بادشاہ نے دل میں یہ نیت کی کہ منصبہ اجمودھن کے درمیان سے ہوتا ہو سفر کرے اور حضرت شیخ الاسلام و المسلمین بندگی شیخ فرید الدین شکر گنج کے مزار پر حاضر ہو کر حضرت سے طالب امداد ہوا اور اس کے بعد قدم آگے بڑھائے۔

فیروز شاہ مع اپنے تمام لشکر کے سفر کی منزلیں طے کر رہا تھا کہ چند روز کے بعد قصبہ اجمودھن کے حدود میں پہنچا۔ بادشاہ نے حضرت فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے درپر آستانہ بوسی کی اور اس کے بعد آگے بڑھا۔

فیروز شاہ بھکر و سیوستان کے نواح میں پہنچا اور ایک فرلان اس مضمون کا کھاد رکھ

اُس ملک کے تمام ہجرے اور کشتیاں بادشاہ کے ہزارہ روانہ ہوں۔
 دربان ساز و سامان و نیز کارکنان عملہ کے پانچ گروہ بنے اور ہر گروہ ایک
 امیر کبیر کے حوالے کیا گیا اور پانچ ہزار کشتیاں تمام قسم کی اُس ملک میں جمع ہو گئیں جن میں
 ایک ہزار کشتیاں مؤرخ کے پدر و عم کے حوالے کی گئیں۔
 فیروز شاہ نے حکم دیا کہ یہ تمام کشتیاں ساحل دریا کے سندھ پر رواں کی جائیں
 اور خود فیروز شاہ اپنے لشکر کے ہمراہ دریا کے مقابل روانہ ہوا۔
 بادشاہ چند روز کے بعد تھٹھہ کے حدود میں قیام پذیر ہوا۔

تیسرا مقدمہ

فیروز شاہ کا تھٹھہ کے فوان میں ورود

واقع ہو کہ اس زمانے میں تھٹھہ کی آبادی دو حصوں میں منقسم تھی۔
 ایک حصہ تو دریا کے سندھ کے ساحل پر آباد تھا اور دوسرا حصہ دریا کے مذکور
 کے گزر کے قریب واقع تھا۔
 تھٹھہ کے باشندے سید کثیر تعداد میں تھے اور ہر گروہ سید شان و شکوہ کے ساتھ
 جنگ آزمائی کے لئے ہر وقت تیار رہتا تھا۔
 تمام مرد جنگجو تھے، چنانچہ اُن کی مردی و مردانگی کا حال تمام عالم کو معلوم ہے
 اور اُن کے عادات و اطوار روز روشن کی طرح ظاہر ہو رہے ہیں۔
 اُس زمانے میں جام برادر حکمران اور اس کا برادر زادہ مسمیٰ بانیہ حاکم شہر تھا
 اور یہ افراد سید قوت و ظاہری شان و شوکت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے اور
 فیروز شاہ کے مقابلے میں نہایت غیر واجب جرأت کے ساتھ مقابلہ کرتے تھے۔
 ان باشندوں نے بہت بڑی جمعیت فراہم کر لی تھی اور چونکہ ان کا ملک سید
 وسیع و بیشمار تھا، انھوں نے بلا خوف و خطر زور و قوت میں اتحاد کیا اور سندھ
 کے اُس حصے کی آبادی میں جو دریا کے سندھ کے ساحل پر واقع ہے۔ انھوں نے

قتال و جدال پر کمر باندھی اور جنگ آزمائی کے لئے مصروف ہوئے
غرض کہ تھم کے باشندوں نے آبادی کے ہر درو حصوں میں تمام قلعے تیار کئے تھے
مختصر یہ کہ جام اور بانجھ ہر درو اشخاص جنگ آزمائی میں مشغول ہوئے اور
فیروز شاہ نے بھی عالمی ہمت و صاحب سیاست سلاطین کی طرح تھم کے حدود
میں نزول اجلال فرمایا۔

طرفین سے فرج و لشکر کے دستے جنگ کے لئے نمودار ہوتے تھے، لیکن
خدا کی مشیت سے فیروز شاہ کے لشکر میں اتنی بڑی پیدا ہوئی اور وہ بڑے جانوراں نے
اس قدر شدت اختیار کی کہ تمام خلافت شہر خرد و بزرگ قطعاً ناامید ہو گئے۔

نود ہزار سواروں میں جو بادشاہ کے ہمراہ تھے، ایک ریلج سواروں کے
گھوڑے بھی بمشکل زندہ رہے ہوں گے۔ اس کے علاوہ غلے کی گرانے سے بچد پریشانی
پیدا ہوئی اور غلے کی قیمت دو یا تین تنگے فی من تک پہنچ گئی۔

تھم کے باشندوں نے یہ معلوم کر کے کہ فیروز شاہی لشکر قحط و وبا کی مصیبت میں
گرفتار اور فرج کے جانور حد سے زیادہ تلف ہو گئے ہیں اور مخلوق خدا قطعاً ناامید
ہو گئی تو جام و بانجھ نے اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہا اور غرور و تکبر کے نشے میں سرشار ہو کر
بادشاہ سے جنگ آزمائی کرنے پر مستعد ہوئے۔

چھٹا مقدمہ

فیروز شاہ کے لشکر کا اہل سندھ سے جنگ کرنا

نقل ہے کہ جام و بانجھ جنگ آزمائی کے لئے مستعد ہوئے اور ہشیا سواروں
اور پیادوں کے ہمراہ حصار سے نکل کر فیروز شاہ کے مقابلے میں صف آرا ہوئے۔
فیروز شاہ کو بھی معلوم ہوا کہ جام و بانجھ نے جنگ کے لئے لشکر راسمہ
کیا ہے اور بادشاہ نے اپنے لشکر کا جائزہ لیا اور سواروں کی اعداد شماری کی گئی۔
بادشاہ کو معلوم ہوا کہ سواروں کا ایک ریلج حصہ بھی باقی نہیں ہے اس کے علاوہ

قوت کی وجہ سے کسی شخص میں جنگ وجدال کی قوت نہیں ہے لیکن باوجود اس کے بھی بادشاہ نے اپنی فوج آراستہ کی اور حریف کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوا۔

فیروز شاہ نے فوج کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور مہینہ دیمسرو و قلب کی فوج کو آراستہ کر کے ہاتھیوں کو ان میں حصوں میں متعین کیا۔

بادشاہ مجاہدات و شجاعت کے ساتھ میدان میں استاد ہوا اور مشکل عظیم الشان فرماں روایان عالم کے ہتھیار بسم پر لگا کر جنگ آزمائی کے لئے مستعد ہوا۔ فیروز شاہ ہاتھ میں لکڑی کے کرانوج کے درمیان گشت لگانے لگا اور اپنی فوج کو دلداری و دلہی کے ساتھ اذام و اکرام کے دل خوش کن وعدوں سے مطمئن کیا۔

فیروز شاہ جس حصہ فوج کے درمیان میں گزر کر نوازش و اکرام کے کلمات زبان پر لاتا تھا تو تمام فوج صدق دل سے بادشاہ کو دعا دیتی تھی اور سرزمین ہو کر فیروز شاہ کی مدح و ثنائیں ترزاں ہوتی تھی۔

فیروز شاہ اگرچہ سلاطین باہمت کی طرح اہل سندھ کے ہتھیار گروہ کا خیال دل میں نہ لاتا تھا اور نہ بظاہر حریف کی کثرت کو خاطر میں نہ آتا تھا لیکن لشکر کی کمزوری اور افسران فوج کی محنت و ضعف سے پریشان اور ان کی ایسی حالت پر انہوں نے کڑا اور لمحوہ بلحوہ دست و عاقلندہ کر کے خدا کی بارگاہ میں دعا کرتا تھا۔

باوجودیکہ قوم ٹھٹھہ کے ساتھ بیس ہزار جزا سوار اور چار لاکھ پیادے تھے اور ہر سوار اپنے زور و قوت کے اعتبار سے رستم زانہ تھا، لیکن بادشاہ نے خدا پر تکیہ کر کے جنگ شروع کر دی۔ طرفین سے تیرباری شروع ہوئی۔

غرض کہ جنگ کا بازار گرم تھا کہ خدا کے حکم سے جو تمام امور کا خالق مطلق ہے فیروز شاہی لشکر کے مقابلے میں ہوا کا سمت و شدید طوفان آیا۔

ہوا کے جھونکے اس درجہ سخت و تیز تھے کہ کسی فرد کو آنکھ کھولنے کی محال نہ تھی لیکن باوجود ان حالات و آزار کے جانبین سے جنگ آزمائی ہو رہی تھی اور طرفین کے پہلوان آویزش میں مصروف تھے۔

غرض کہ باوجود اس کے فیروز شاہ اتنا ہی سچی و کوشش میں مصروف تھا اور

اگرچہ شاہی لشکر قحط و نیزو بائے اسپ کی وجہ سے جید کمزور ہو چکا تھا، لیکن ہر مرتبہ حریف پر شدید ترین حملہ کرتا تھا اور ان کے اس مردانہ حملے سے باشندگان ٹھٹھہ اپنی بے پایاں قوت و طاقت کے حصار کے اندر پناہ گزین ہو جاتے تھے۔

بادشاہ اپنی شان و شان و شوکت کے ساتھ میدان جنگ میں موجود تھا اور اپنی فوج کی جرأت و انتظام دیکھ کر بار بار یہ کہہ رہا تھا کہ اپنی فوج باہمت و جہاد و جود اس کے کہ بلائے ارمی و مساوی سے کمزور و ضعیف ہو چکی ہے لیکن ہنوز کمر ہمت باندھ کر حریف سے مقابلہ کر رہی ہے

فیروز شاہی لشکر مثل غازیان نامدار کے حریف کے مقابلے میں استادہ تیغ و دست سے کام لے رہا تھا۔ مختصر یہ کہ جانبین سے جاں بازی میں انتہائی کوشش کی، لیکن آخر کار اہل سندھ بدحواس و پریشان ہو گئے اور جام اپنی جمعیت کے ہمراہ میدان جنگ سے واپس آیا۔

فیروز شاہ بھی اپنے لشکر کے ہمراہ اپنی قیام گاہ کو واپس آیا اور اعوان و انصار کی ایک مجلس مشاورت مقرر کی اور ان سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ بادشاہ نے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ اب اس مقام سے واپس ہو کر گجرات کا رخ کروں اور وہاں فوج و حشم کی تیاری کروں اور اگر حیات باقی رہے تو خدا کی اعانت پر سال آئندہ اس مہم کو سر کرنے پر توجہ کروں۔

پانچواں مقدمہ

فیروز شاہ کا ٹھٹھہ سے واپس ہو کر گجرات آنا

نقل ہے کہ شب کا وقت آیا اور اہل لشکر جنگ و جدال سے کنارہ کش ہو کر اپنی اپنی فروگاہ کو واپس آئے۔

فیروز شاہ نے مقرب اہل دربار کو اپنے حضور میں طلب فرما کر اپنے ارادے کا اظہار کیا۔

بادشاہ نے فرمایا کہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ شیت الہی یہ ہے کہ ملک ٹٹھ
اس مہم میں فتح نہ ہو اور مصائب و آلام و نیز حریف و اعدا ہر دو مخالفین کے لشکر ہماری
فوج پر حملہ آور ہوں۔

پروردگار نے اپنے قوت کاملہ سے آفات ارضی و سماوی کو ہم پر غلبہ عطا فرمایا
جس کی وجہ سے ہمارا لشکر بید ضعیف و کمزور ہو گیا۔

غالب رہنے کے قوط و دبا کے پے در پے حملوں نے ہمارے لشکر و حشم کو انتہائی زیادہ
کمزور کر دیا۔ اگرچہ ہماری فوج و لشکر نے ان بلیات و مصائب کا مقابلہ کیا ہے، اور
ہمت و جرات کے ساتھ دشمن کے مقابلے میں جنگ آزمائی کی ہے، لیکن کمزور
و بلا رسیدہ لشکر تباہ کے ہمت سے کام لے سکتا ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ اگر خیات
باقی ہے اور خدا کا کرم میرا مددگار ہے تو سال آئندہ اس ملک پر حملہ کروں۔

فیروز شاہ نے مقرران بازگاہ سے مکرریہ تقریر فرمائی اور کہا کہ جزا اس کے
دوسرا چارہ کار نہیں ہے کہ میں تا وقتیکہ بار دوم اس ملک میں نہ آؤں، دہلی کا
رخ نہ کروں۔

اہل دربار نے بادشاہ کی یہ تقریر سن کر زمین ادب کو بوسہ دیا اور تمام حاضرین
نے نہایت خلوص و پسندیدگی کے ساتھ بادشاہ کی رائے سے اتفاق کیا۔

اہل دربار نے عرض کیا کہ بادشاہ کی رائے بید مصائب ہے اس لئے کہ
فرماں روایان جہاں کشاکش آئین و قانون حملہ کشی یہی ہے کہ اگر ایک مقام کسی وجہ سے
کسی مہم میں فتح نہیں ہوتا تو چند روز اس ملک سے دست کش ہو جاتے ہیں لیکن اس
مہم کو گوشہ خاطر سے فراموش نہیں کرتے۔

بادشاہ اگر اس وقت اس ملک سے کنارہ کش ہو کر ملک گجرات تشریف
لے جائیں تو نہایت مناسب ہوگا۔

بادشاہ کی اس مصلحت سے غلبہ بھی لشکر کو میسر آجائے گا اور خستہ و ماندہ پیادے
گھوڑوں پر سوار بھی ہو جائیں گے۔

خلقت خدا تازہ دم ہو جائے گی اور ہم بار دوم اس ملک پر حملہ آور
ہو سکیں گے۔

بادشاہ کی روانگی کے بعد اہل ٹٹھہ کے باشندوں نے یہ خیال کیا کہ بادشاہ اپنے ملک کو واپس گیا، وہ ملہٹن ہو جائیں گے اور بھید سی و کوشش کے ساتھ زراعت میں مصروف ہوں گے جس کی وجہ سے ان کا تمام غلہ زمین کی نذر ہو جائے گا۔ اور تمام کھیت سرسبز ہو جائیں گے۔

جب ربیع کی فصل قریب ہو اُس وقت بادشاہ مع تمام لشکر دیپلان پر لشکرہ کے اُس نواح کا رخ فرمائے اور اس طرح امید ہے کہ تمام غلہ ہمارے قبضے میں آجائے گا اور اہل لشکر کو اطمینان و فراغت نصیب ہوگی۔

ایسی حالت میں امید ہے کہ سندھ کا ملک جلد سے جلد فتح ہو جائے گا۔ غرض کہ اہل دربار نے فیروز شاہ کو ایسی ہی رائے دی اور بادشاہ نے ان کے معروضے کو بھید پسند کیا۔

فیروز شاہ نے واپسی کا مصمم ارادہ کیا اور حکم دیا کہ کوچ کا داما سہجایا جائے۔ تاکہ اہل لشکر اپنا سامان درست کریں۔

غرض کہ بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی گئی اور دما مے کی آواز سن کر اہل لشکر بھید خوش و شاد ہوئے۔

ہر خاص و عام ضعیف و جوان نے سامان درست کیا اور بادشاہ نے اُسی وقت میدان سے کوچ کیا۔

فیروز شاہ نے خان اعظم ظفر خاں کو جس کے ماتحت بیشمار بنگالی لشکر تھا، اپنا قائم مقام کر کے ٹٹھہ میں چھوڑا۔

ٹٹھہ کے باشندوں کو بادشاہ کی روانگی سے اطلاع ہوئی اور یہ گروہ شوخ و خشم ہو کر فیروز شاہ کے تعاقب میں روانہ ہوا۔

بادشاہ نے اول روز دس کوس راہ طے کی اور ٹٹھہ کے باشندوں نے تعاقب کیا۔

چونکہ ظفر خاں موجود تھا اُس نے حریف سے مقابلہ کیا اور اسے ہل بنگالہ و باشندگان ٹٹھہ میں شدید معرکہ آرائی ہوئی۔

غرض کہ خدا کی شہادت کے مطابق میدان کارزار گرم راو اور خیز لڑائی ہوئی۔

لیکن آخر کار ظفر خاں نے اقبال بادشاہی سے حریف کو شکست دے کر اُن کا تعاقب کیا۔
ٹھٹھہ کے باشندے ظفر خاں کے خوف سے واپس ہوئے اور اس امیر نے
چند سندھی افسروں کے سرِ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کئے۔
واپسی کے وقت تمام اسبابِ سندیوں کے ہاتھ آیا اور بادشاہ نے گجرات کا
رج کیا۔

چھٹا مقدمہ

بادشاہی لشکر کا کوئچی رن میں مبتلائے مصیبت ہونا

نقل ہے کہ فیروز شاہی لشکر کے واپس ہونے کے بعد غلہ اور زیادہ گراں ہوا۔
غلہ کا نرخ روز بروز گراں ہونے لگا اور دبائے اسب نے اور زیادہ ترقی کی۔
غلہ کا نرخ ایک تنگہ یا دو تنگہ فی سیر ہو گیا اور مخلوق گر سنگی و برہنگی کی وجہ سے
پریشان ہونے لگی۔ مخلوق کو راہ طے کرنا مشکل ہو گیا اور ہر شخص سجدہ مشکل سے سفر کی
منزلیں طے کرنے لگا۔

اہل لشکر کا یہ حال تھا کہ اس کو غلہ نصیب نہ ہو تو مار اور مردار جانوروں کا
گوشت اور خام چمڑا کھا کر اپنا پیٹ بھرتے تھے۔
بعض اشخاص کا یہ حال تھا کہ شدتِ گرنگی کی وجہ سے خام چرم کو پانی میں جوش
دے کر کھاتے اور اُس سے شکم سیر ہوتے تھے۔

غرض کہ ایسا شدید قحط رونما ہوا کہ اہل لشکر زندگی سے بیزار ہو گئے اور تمام
سپاہیوں کے گھوڑے ضائع ہو گئے۔ اہل لشکر تو درکنار تمام ملک و امرا کے جانور بھی
تلف ہو گئے اور یہ گروہ بھی با پیادہ راہ طے کرنے لگا۔
اہل لشکر کے پاس کوئی سواری باقی نہ رہی اور خدا کی مشیت سے تمام فوج
بے سوار ہو گئی۔

چند سندھی اشخاص اہل لشکر سے چند قدم آگے تھے اور فوج کی راہ بوسی
کر رہے تھے۔

ان اشخاص نے اس لشکر کو کوئچی رن میں پہنچایا جہاں تمام پانی نپٹھا شور تھا اس مقام کے پانی کی شوریدگی کا یہ عالم تھا کہ اگر اُس کا ایک قطرہ بھی زبان پر رکھا جاتا تو زبان پاش ہو جاتی۔ اہل لشکر اس مقام پر پہنچ کر تہمت حیران ہوئے اور بادشاہ نے چند بدخواہ بہرہ رول کو گرفتار کر کے اُن کو ہلاک کیا۔

ان اشخاص کے قتل ہونے سے باقی راہبروں نے اقرار کیا کہ انھوں نے مکاری و غداری سے لشکر کی غلط رہنمائی کی۔

اس گروہ نے اقرار کیا کہ ہم دیدہ و دانستہ شاہی لشکر کو ایسے مقام پر لے آئے جہاں زندہ سلامت رہنا مشکل ہے۔

ان اشخاص نے بیان کیا کہ ہر ایک طرح اُن نے یاد دہانے سے بھی اس مقام سے نجات پانا محال ہے اور اس زمین کو کوئچی رن کہتے ہیں جو کہ اس مقام سے دریا قریب ہے اس لئے پانی میں اس قدر شوریدگی پائی جاتی ہے۔ اس مقام میں انسان کے لئے بجز ہلاکت کے اور دوسرا چارہ کار نہیں ہے۔ راہبروں نے بادشاہ سے یہ لشکر کی اور ان کا بیان سُن کر تمام فوج نے جان سے ہاتھ دھویا اور ہر شخص کو قطعاً تانا امیدی ہو گئی۔

فیروز شاہ نے حکم دیا کہ خود اُس کے اور تمام اہل لشکر کے لئے آب شیریں مہیا کیا جائے اور آب شور سے کنارہ کشی اختیار کی جائے۔

اس آب شیریں عید شورش تھی اور تمام خلعت خدایہ فکوند جو حیران تھی اور جہاں تک بنگاہ کام کرتی تھی صرف آب شور ہی نظر آتا تھا۔

اہل لشکر نے عید محنت و دشواری کے ساتھ آب شیریں قدم رکھا اور آب شیریں کی تلاش میں سرگرداں ہوئے۔ یہ آب شور اس درجہ تیز تھا کہ آب شیریں کا ظرف اس شور پانی میں گر جاتا تھا تو اس کی تاثیر سے آب شیریں بھی شہر ہو جاتا تھا اور پھر اس شیریں پانی کو کوئی شخص زبان پر نہ رکھ سکتا تھا۔

فرض کہ اہل لشکر بھی غرابی و مشقت کے ساتھ اس آب شور سے گزرے اور آگے قدم بڑھایا۔ اس پانی کو طے کرنے کے بعد ایک ایسے جنگل میں وارد ہوئے جہاں کوئی پرندہ اڑتا نہ دے سکتا تھا اور نہ کسی جانور کا نام و نشان نظر آتا تھا۔

اس جنگل میں کسی مقام پر گھسا یا درخت نظر نہ آتا تھا، ان اشیاء کا ایسا قحط تھا کہ خلال کے لئے تنگہ نصیب نہ ہوتا تھا۔

غرض کہ یہ جنگل ایسا ہولناک تھا کہ نہ اُس میں مور کا گڑ تھا اور نہ کوئی جانور آواز دیتا تھا۔
قحط کی شدت اور ضعف و بیماری کی وجہ سے پیادہ پانی و بیجبارگی
مصیبت کے سبب سے تمام لشکر جان سے تنگ آ گیا اور ہر شخص کا یہ حال ہوا کہ
بوڑھا باپ خستہ و جان بلب ہو کر درخت کے سائے میں بیٹھ جاتا اور غریب پیر سے
جو اس کی باتیں پر کھڑا رہتا، مشکل سے روتا اور کہتا کہ اے نخت جگر میں تو اس جنگل میں
اپنی جان دیتا ہوں اور عالم آخرت کا سفر کرتا ہوں خدا کرے تو صمیم و سالم مکان پہنچے
تاکہ اس پدر غریب کی موت کا حال اعزہ تک پہنچا دے۔

اسی طرح ایک نگین بھائی دوسرے غم زدہ برادر کو اسی طرح خستہ و ماندہ
چھوڑ کر راہ لیتا تھا اور احباب و دوست کو اپنے کرم فرما احباب کا مطلق خیال نہ رہا۔
غرض کہ فوج جان سے بیزار ہو گئی۔
تمام فوج جان سے بیزار ہو گئی۔

ہر شخص کو اپنی جان کی بڑی تھی جس کی وجہ سے تقریباً تمام سپاہیوں نے نفیس
دبائیں قیمت اسباب جنگل میں چھوڑ دیا۔

حضرت فیروز شاہ ان تمام واقعات کے شاید سے سید حیران و پریشان تھا۔
بادشاہ خدا نے کریم کے رحم و کرم پر نکل کر کے آگے قدم بڑھاتا تھا اور ہر لحظہ خدا کی
بارگاہ میں مناجات کرتا۔

لشکر کی شکست دلی و پریشانی سے بادشاہ بھی غمگین تھا اور اس رنج و الم میں نازار
ردتا تھا۔

غرض کہ اس غم زدہ جماعت پر چار بلاؤں کا نزول تھا: ایک بلائے قحط دوسرے
مصیبت پیادہ پانی، تیسرے بلائے صحرائے جل گداز اور چوتھے رنج و غم و غمزدگی۔
غرض کہ یہ تمام آفات تقدیر الہی کا کرشمہ تھیں جو ان غریبوں پر اس طرح نازل ہوئی تھیں
ان آفات و مصائب نے یہاں تک طول پکڑا کہ چھ ماہ کا دل بادشاہ و لشکر کے
مالات دہلی میں پہنچ سکے۔ تمام شہر میں یہ شور بلند ہوا کہ فیروز شاہ مع تمام لشکر کے
غائب ہو گیا۔

خان جہاں وزیر جو تدبیر و سیاست میں بینظیر اور دہلی میں سکونت پذیر تھا۔

رعایا کے سر پر ہو بود تھا۔ اس امیر کے خوف کو وجہ سے کسی فرد کو زیادہ مخالفت کی جرأت نہ ہوتی تھی، لیکن تمام شہر باجم کہہ بن گیا تھا اور ہر مکان میں صف ماتم بھی ہوئی تھی۔ شہر کی خلقت بچہ حیران تھی اس لئے کہ اس مدت میں نہ کوئی نسرمان صادر ہوا اور نہ کسی شخص کا کوئی نامہ و پیغام اہل شہر تک پہنچ سکا۔ تمام خلقت خدا کو یقین ہو گیا اور ہر شخص نے یہ کہنا شروع کیا کہ بادشاہ مع اپنے خشم و لشکر کے غائب ہو گیا ہے۔ غرض کہ خان جہاں کو معلوم ہوا کہ شہر کی حالت بیہ خراب ہو چکی تو اس امیر نے تمام سلفانی جاہ و شہم کو کو شک شاہی سے اپنے مکان میں منتقل کر لیا اور یہاں رہا وہو شیاری کی شدید تاکید کی تاکہ کسی فرد کو فتنہ و فساد کا خیال نہ آ سکے۔

خان مذکور ہر روز حوالی شہر میں سواری کرتا اور خلایق کو اپنے عجب و دواب سے متاثر کرتا تھا۔ خان جہاں نے دیکھا کہ اس شور و شغب میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے اور کسی طرح پر خلایق کو اطمینان نصیب نہیں ہوتا۔ اس امیر نے فیروز شاہ کی زبان و قلم سے ایک زبان تحریر کیا جس میں بادشاہ و لشکر کی سلامتی کا خردہ سنایا اور اس فرمان کو عامہ خلایق کے رو بہ و پڑا کہ ہر شخص کو اس کا مضمون سنایا۔ تمام خلقت اس فرمان کو سن کر مطمئن و خوش ہوئی اور ہر شخص نے کسب معاش کی تدبیر شروع کی۔ سچ ہے کہ اگر وزیر صاحب فہم و فراست نہ ہوتا تو خزانہ روئے وقت اس قدر دور و دراز سفکیوں کو اٹھایا نہ کرتا۔ یہ اس شخص طرح ملائک کو فتح کرتے۔

ظاہر ہے کہ فیروز شاہ کو سندھ کی مہم میں برحادثہ پیش آیا اور بادشاہ حجہ ماہ کال کوئی رن میں گرفتار مصیبت۔ ایسی حالت میں وزیر کی دانائی و فراست ہر گونہ قابل تعریف ہے جس نے بادشاہ کی عدم موجودگی میں عظیم الشان سلطنت کو برقرار رکھا۔

اگرچہ خان جہاں باوجود فہم و فراست و تدبیر و سیاست میں مشہور ہوئے کے اس درجہ ہر دل عزیز و قابل تعلیم و تکریم تھا کہ ہر شخص اس کا بندہ احسان ہو کر اس کے حکم پر جان قربان کرنے کو تیار تھا۔ لیکن اہل میرنیک چلن اور نیک دل نے ایک لمحہ بھی طمع سلطنت سے اپنے قلب و دماغ کو آلودہ نہ کیا۔

اگر غور سے مطالعہ کیا جائے تو تاریخ عالم میں صرف وہی افراد اس پایے کے

گزرے میں جنھوں نے اپنے بادشاہ کی عدم موجودگی میں انتظام سلطنت کو برقرار رکھا اور خود کسی خیال خام میں مبتلا نہ ہوئے، ایک خان جہاں وزیر سلطان فیروز دوسرے ارسطا طالیس وزیر اسکندر یونان۔

جس زمانے میں کہ سکندر نے اول بار مشرق کی مہم کو طے کر کے مغرب کی رخ کیا اور جب تک کہ سلاطین عالم کو حلقہ بگوش نہ کر لیا، اپنی مملکت کو واپس نہ ہوا۔ اس کے علاوہ سکندر ایک سو سال اسی طرح تمام عالم میں گشت لگاتا ہوا۔ اس کا عاقل و دانا وزیر ارسطو اپنے مقام پر بیٹھا ہوا سلطنت کا انتظام کرتا رہا۔

سو سال کے بعد سکندر اپنے ملک کو واپس آیا اور اس کو معلوم ہوا کہ اس کی عدم موجودگی میں اس ملک میں دو حید اضافہ کر دیا ہے۔

سلطان فیروز شاہ ٹھٹھہ، داندہ ہوا اور بادشاہ انہماقی محنت و مشقت میں گرفتار ہوا۔ چھ ماہ کا لال بادشاہ کی خبر نہ معلوم ہوئی اور شاہ و لشکر کے حالات سے اہل دیوبند نے خبر نہ لی۔ بادشاہ نمان جہاں ایسے صاحبِ نعم و فراست و مدبر وزیر کو دیا جس پر نانا عمر تقارینا تھا۔ جب بادشاہ دسالی سال کے بعد بھگوتی زمین لڑکے سو سے واپس آیا تو دیکھ کر دو حید آباد ہوا اور بادشاہ کو ہر حال میں بہتر و بھلا سبھان شاہیے بادشاہ خوش کردار و وزیر نیکو کار کی کیا تقریبت ہو سکتی ہے۔

ساتواں مقدمہ

خلقت کا گونجی رن میں زاری کرنا اور بادشاہ کا افسوس کرنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ بید محنت و مشقت و نیز شدید الم و مصیبت کے ساتھ سفر کی منزلیں طے کر رہا تھا اور اس جاں گداز صحرا ہولناک وادی میں ہزار وقت و غربانی قدم اٹھاتا تھا اور رنج و تکلیف کی شدت اور کرب و بھیجی کی مصیبت نے بادشاہ و لشکر کو بے جان بنا کر زندہ انسانوں کو متحک مردے بنا رکھا تھا۔

غرض کہ سفر کی تکلیف و مصیبت حد سے گزر گئی اور تمام مخلوق کو جان سے ناامید کیا ہو گئی۔ بادشاہ رعیت و لشکر کی ناامیدی و پریشانی ملاحظہ کر کے آبدیدہ ہوا اور افسوس کی

وجہ سے دل ہی دل میں طرح طرح کے یاس انگیز خیالات میں مبتلا ہوتا تھا۔
ہنز نزل میں ہزاروں انسان و جانور تلف ہوتے تھے اور اپنی جانیں اُس جنگل میں
گناتے تھے۔

بعض معتبراویوں کا بیان ہے کہ ایک روز بادشاہ سفر کی منزل میں طے کر رہا تھا کہ
۱۰۔ لگا لگا ایک بلندی پر نظر پڑی۔ بادشاہ نے گھوڑے کی باگ موڑی اور بلندی پر چڑھ گیا اور
دیکھا کہ ایک سبز درخت کے سائے میں ایک پیر مرد ضعیف کو رہتی ہوئی سال خوردہ و
کمزور بیٹھا ہے۔

سلطان فیروز بلائے کوہ اُس پیر مرد کے پاس گیا اور بادشاہی جامداروں نے
ارادہ کیا کہ اس پیر مرد کو اُس کی جگہ سے ہٹائیں
پیر مرد کا یہ حال تھا کہ انتہائی کمزوری کی وجہ سے کھڑا ہی نہ ہو سکتا تھا۔
بادشاہ نے شاہی ملازمین کو منع کیا کہ پیر مرد سے مزاحمت نہ کریں اور خود درخت
کے سائے میں اُس مرد ضعیف کے سر پر استادہ ہوا۔

پیر مرد نے بادشاہ کی جانب رخ کیا اور کہا کہ اے بادشاہ خدا سے ڈر کیوں اس قدر
مخلوق کو بے وجہ تلف کرتا ہے۔ تو نے اس لشکر کو ایک ایسے مقام میں تار مار دیا کہ غریب
کیا ہے کہ تمام خلقت خدا قطعاً بے دست و پا ہو کر مجبور و لاچار ہو گئی ہے۔
بادشاہ نے سوال کیا کہ آیا تمہارے دل میں کوئی تمنا ہے؟

پیر مرد نے جواب دیا کہ مجھ پر بے شمار فاقے گزر رہے ہیں جس کی وجہ سے میں شدید گرسنہ ہوں۔
بادشاہ نے حکم دیا کہ فقیر کو دو تنگے زر عطا کئے جائیں۔

شاہی حکم کی تعمیل کی گئی اور فقیر بادشاہ کی جانب دیکھ کر مسکرایا اور اپنی کمر سے
ہمیشائی کھول کر بادشاہ کو دس تنگے زر دکھائے اور کہا کہ اے بادشاہ میں غذا کا خواہشمند ہوں
ہوں نہ کہ زر کا۔

بادشاہ نے فرمایا کہ آج ہمارے لشکر خانے و بادورچی خانے میں کوئی شے خوردنی
موجود نہیں ہے اور شاہزادہ فتح خاں کے لئے صرف ایک سیر کھجور یعنی عدا اسکاٹ
کے خیمے سے لائی گئی ہے۔

بادشاہ نے یہ کہا اور آگے روانہ ہوا اور اسی وقت اپنے دل میں عہد کیا کہ اگر ہم سندھ

خدا کے فضل و کرم سے سر ہو جائے گی تو بادشاہ بار درگ سفر نہ کرے گا۔
 غرض کہ بادشاہ اسی حالت تکلیف و مصیبت میں چند منزل اور آگے بڑھا اور
 تمام لشکر کی حالت بد سے بدتر ہو گئی۔ فوج کا ہر شخص جان سے بیزار ہو گیا اور پانی کے ٹھولے
 نے تمام خلقت خدا کو جاں بلب کر دیا
 ہر شخص کو زندگی سے مایوسی ہو گئی اور یہ یقین کر کے کہ بغیر پانی کے ایک لمحہ بھی
 زندگی دشوار ہے۔ ہر شخص اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔
 جب یہ عالم ہوا کہ تمام ظائق اس بے آب مقام پر پہنچ کر اپنی زندگی سے مایوس
 ہو گئی اور ہر شخص کو یقین ہو گیا کہ تمام اشخاص یکساں کی اس جنگل میں ہلاک ہو جائیں گے۔
 فیروز شاہ کو بھی اپنی زندگی سے مایوسی ہو گئی اور ہر لمحہ غم و فکریں غرق
 رہنے لگا۔

بادشاہ ہر وقت دست دعا بلند کرتا اور بارگاہ الہی سے رحم و کرم کی التجا کرتا تھا
 اور زبان حال سے کہتا کہ اے خدا دیکھ دو ماندگی تیری ذات ہے مجھ کو اور میرے
 تمام رفقا کو اس مصیبت و الم سے نجات دے۔ تفاسیر و تفسیر دیگر معتبر کتب میں مرقوم ہے
 کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی یہی آہ و گداز ہوئی تھی اور وہ اپنی مصیبت سے
 سابقہ پڑا تھا اسی طرح فیروز شاہ کو بھی سندھ کی اہم مہم کے اختیار کرنے میں اس
 مصیبت کا سامنا کرنا پڑا اور بے آبی کی تکلیف اس درجہ بڑھی کہ بادشاہ کو زندگی سے
 مایوسی ہو گئی اور اس کے رفقاء نے حیات کے عالم ہی میں اپنے کو مردہ ٹھہرا کر لیا۔
 مختصر یہ کہ حضرت شاہ کو ایک شب الہام ہوا اور بادشاہ نے محل خلوت
 میں سر بسجود ہو کر بارگاہ الہی میں مناجات شروع کی اور آہ و زاری کے ساتھ خدا سے
 دعا کرنے لگا کہ پروردگار اُس شخص کے قدم کی برکت سے جو اس لشکر میں موجود اور
 صاحب ولایت کا ہمسرا ہے اپنے باران رحمت سے بندگان گنہگار کو سیراب فرما
 اور اس جان گداز جنگل سے آزادی و نجات عطا فرما۔
 بادشاہ کے دعا کرتے ہی اسی وقت آسمان پر ابر بھا گیا اور ہر چار جانبِ خور
 بلند ہوا۔

خدا کے رحم و کرم سے شدید بارش ہونے لگی اور ہر چار طرف پانی کی تہیاں

جاری ہو گئیں۔

تمام لشکر نے خود بھی پانی پیا اور پانی لے کر بیچ کر لیا اور ہر شخص بے آب کی تکلیف سے نجات پا کر خوش و خرم ہوا۔

غرض کہ اُس روز صبح اُسے جاں گداز سے نکلے کا راستہ بھی معلوم ہو گیا اور بادشاہ کی دعا کی برکت سے ہر شخص کو آوارہ وطن کی مصیبت سے نجات حاصل ہوئی۔

سبحان اللہ یہ امر محض کرم الہی تھا جو ہر وقت اپنے درمانہ بندوں کی دستگیری فرماتا ہے۔

حضرت خواجہ فرید الدین عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرۃ الاولیاء میں حضرت ذوالنون مصری کے حالات میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ مصر میں امساک باراں ہوا اور اہل شہر حضرت ذوالنون مصری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت خواجہ بارش کے لئے دعا فرمائیں۔

جناب ممدوح منبر پر تشریف لے گئے اور دعا کی کہ پروردگار عالم حسین شخص کے انوار ریاضت سے یہ شہر روشن و درخشاں ہے اُس کے قدم کی برکت سے باران رحمت نازل فرما۔

حضرت شیخ کے دعا فرماتے ہی نزول باراں ہوا اور تمام شہر سیراب ہو گیا۔ اسی طرح بادشاہ دیں طلب نے مثل مشک کرام کے خدا کی بارگاہ میں دعا کی اور اُسی وقت دھواں، دھار بارش ہونے لگی اور تمام خلقت خدا سیراب ہو گئی۔ غرض کہ فیروز شاہ نے خدا کے فضل و کرم سے اس جنگل سے نجات پائی اور خدا کی بارگاہ میں شکر ادا کیا۔ بادشاہ نے اُسی وقت خان جہاں کے نام فرمان روانہ کیا اور اپنی و فیروز تمام لشکر و فوج کی سلامتی سے اہل دہلی کو آگاہ کیا۔

بادشاہ کا فرمان دہلی پہنچا اور خان جہاں بتایا نہ تا حد کے قریب آیا اور شہر میں ہر مکان میں خوشی کا دور دورہ ہوا۔

اہل شہر نے طبل شادی بجا دیئے اور ہر گھر میں زن و عید و رات شب برات کا سماں نظر آیا۔

ہر تشریف و کم رقیہ غرض کہ ہر خاص و عام عیش و مسرت کا متوالا بنا اور تمام

کوئی شخص اُن کو پہنچائے اس لئے ان غریبوں کا بُرا حال ہے اور یہ گروہ اپنی مینوائی کی وجہ سے حد سے زیادہ پریشان ہے۔ فیروز شاہ نے جواب میں فرمایا کہ مجھ کو معلوم ہے کہ وجہ دار گروہ پریشانی و تنگدستی کی وجہ سے پیادہ ہو گیا ہے لیکن ان اشخاص نے اس مہم میں ہماری موافقت کی ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ اُن کے مواضع بہت دور واقع ہیں جس کی وجہ سے یہ مجید پریشان نہیں۔

ظاہر ہے کہ جو قدرے قلیل غلہ پیدا ہوتا ہے وہ اُن کے اہل و عیال کے صرف میں آتا ہے اور ان غریبوں کی حالت بد سے بدتر ہو گئی ہے۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ وجہ دار گروہ کو خزانہ شاہی سے روپیہ قرض دیا جائے اور شاہی حکم کی بنا پر بعض اشخاص کو پانچ سو اور بعض کو سات سو اور بعض کو ایک ہزار تین سو بطور قرض دئے گئے۔ غرض کہ وجہ دار گروہ بھی بادشاہ کی عنایت و نوازش سے رقم قرض پا کر مطمئن ہوا اور سواروں میں داخل ہو گیا۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ خان جہاں کے نام اس مضمون کا فرمان جاری کیا جائے کہ وجہ دار گروہ کے مقطعات سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے اور جب تک کہ شاہی سواری دہلی واپس نہ ہو اُن سے نہ باز پرس کی جائے اور نہ اُن کو کسی قسم کی تکلیف پہنچائی جائے تاکہ وجہ دار گروہوں کے عیال اطمینان و فراغت کے ساتھ زندگی بسر کریں۔

سبحان اللہ سلطان فیروز شاہ خدا کی توفیق سے تمام مال گجرات کو جو دودر دودر محصول تھا کارخانہ جات شاہی کی درستی و چشم کی پرورش میں صرف کر دیا۔

اس صرف کا اصل مقصد یہ تھا کہ بادشاہ بار دوم سندھ کا سفر کرے۔

غرض کہ سلطان فیروز شاہ نے سندھ کے سفر کا ارادہ کیا اور خان جہاں کے نام اس مضمون کا فرمان روانہ کیا کہ مابعد دولت و اقبال اپنے بھری و بڑی لشکر کے ہمراہ سندھ روانہ ہوتے ہیں۔ بادشاہ نے اس فرمان و نیز توقعات میں جاں نثار وزیر کو برادر م کے خطاب سے یاد فرمایا اور یہ تحریر فرمایا کہ برادر م خان جہاں کو چاہئے کہ بے انتہا ساز و سامان و بے شمار جاہ و چشم سندھ کی جانب روانہ فرمائیں۔

نواں مقدمہ

خان جہاں کا ساز و سامان سلطان فیروز کی خدمت میں گجرات روانہ کرنا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ نے خدا کی عنایت سے سندھ کا رخ کیا اور خان جہاں کے نام فرمان روانہ کیا۔

بادشاہ نے اس فرمان میں تمام اسباب لشکر کشی طلب کیا اور اس وزیر باتدبیر نے سامان روانہ کرنے میں بیحد سعی و کوشش کی۔

فیروز شاہ نے تمام عمال درگاہ کو شدید تاکید کی کہ ہر کارخانے کا مال و اسباب بکثرت موجود رکھیں۔

شاہی حکم کے مطابق ہر کارخانے کے اسباب کی تکمیل کی گئی اور ہر شے ایسی کثرت سے جمع ہو گئی کہ اس کی تفصیل احاطہ بیان سے باہر ہے اور حد قیاس سے بیرون ہے۔

صرف اسلحہ کی قیمت مبلغ سات لاکھ تنگہ قرار پائی تھی اور اسی پر دوسرے کارخانہ جات کے ساتھ سامان کو قیاس کرنا چاہیے۔

ہر اسباب ایک روز میں مرتب ہو جاتا اور خان جہاں اس کو دوسرے روز روانہ کر دیتا تھا اور اسی طرح روزانہ اسباب روانہ کیا جاتا تھا۔

غرض کہ اس قدر اسباب بارگاہ شاہی میں جمع ہو گیا کہ بارکش اس کو اٹھانہ سکتے تھے۔ مختصر یہ کہ خان جہاں نے بادشاہ کے حضور میں عرضہ روانہ کیا اور اس میں

لکھا کہ چونکہ حضرت شاہ نے بار اول سندھ کی مہم کو اسی لئے ملتوی فرمایا تھا اور وہاں سے محض اس خیال سے واپس ہوئے تھے کہ لشکر کو راحت و آرام نصیب ہو، اور اب بار دیگر حملہ فرما رہے ہیں اس لئے امید ہے کہ ملک جلد سے جلد فتح ہو جائیگا۔

دیر ملک نے بادشاہ کے حضور میں عرضداشت پڑھی اور بادشاہ نے فرمایا ہمارا وزیر جس قدر صاحب فہم و فراست ہے اس کی قدر کچھ ہمیں کو معلوم ہے

غرضکہ فیروز شاہ جو دینداری میں کمال تھا، نیک ساعت میں خدا کی امداد و عنایت سے سندھ روانہ ہوا۔

بادشاہ نے سرایرہ خاص نصب کیا اور تمام عربی و عجمی لشکر و نیز تمام خدم و حشم یہ خوشی و مسرت کے ساتھ بادشاہ کے ہمراہ ہوئے۔

اس درمیان میں بہرام خاں داماد حسن خاں کالنگو کی عرضداشت بادشاہ کے حضور پیش کی۔

بہرام خاں اس زمانے میں دولت آباد کا حاکم تھا اور حسن کالنگو کے فرزند اور بہرام خاں کے درمیان مخالفت پیدا ہوئی اور بہرام خاں فیروز شاہی بارگاہ میں پناہ گزین ہوا۔

بہرام خاں نے اس معروضے میں یہ التجا کی تھی کہ اگر بادشاہ اپنے کرم سے دولت آباد تشریف لائیں تو یہ تک خوار نہایت صدق و اخلاص کے ساتھ خدمت کرے گا اور خدا کی ازادست سے امید ہے کہ حضرت شاہ اپنے قدیم ملک پر قابض ہو جائیں گے۔ فیروز شاہ نے بہرام خاں کو جواب دیا کہ میں راز پنہاں سے تمہیں آگاہ کرتا ہوں، تم کو معلوم ہو کہ مجھ کو سندھ کی مہم درپیش ہے اور میں نے عہد کیا ہے کہ جب تک بار دوم سندھ پر لشکر کشی کر کے اس ملک کو فتح نہ کر لوں گا اور ملک اور اہل ملک کو زیر و زیر نہ کر دوں گا کسی دوسری طرف رخ نہ کروں گا۔

میں نے سندھ کو فتح اور وہاں کی سرکشی رعایا کو تنبیہ کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے اور یہ سب تک کہ میں اس مہم کو سر نہ کر لوں گا کسی دوسری سمت رخ نہ کروں گا۔

انشاء اللہ تعالیٰ طمطمہ کو فتح کرنے کے بعد میں دولت آباد ضرور آ جاؤں گا۔ غرضکہ ٹھٹھہ کی مہم بادشاہ کے خیال میں ایسی اہم تھی کہ اس نے دولت آباد کا خیال ترک کر دیا اور ٹھٹھہ روانہ ہوا۔

فیروز شاہ نے بیشتر تر ارادہ کیا کہ ملک نائب کو گجرات کا حاکم مقرر کرے جس کے لئے شاعت و دیگر سامان انعام موجود رکھے گئے تھے، لیکن چونکہ بادشاہ کو کوئی کام بغیر مصحف کی خال دیکھنے نہ کرتا تھا، فیروز شاہ نے قرآن سے خال نکالی اور یہ سال ملک نائب کے لئے راستہ نہ آئی بلکہ طفر خاں کے نام نکلی۔

ظفر خاں دفعہ شاہی حضور میں طلب کیا گیا اور اُس کو خلعت و حکومت گجرات عطا ہوئی۔

سیحان اللہ ظاہر ہے کہ جس طرح ہر کام میں فیروز شاہ بارگاہ الہی میں التجا کرتا تھا شاید دوسرے سلاطین کو سیرت ہو۔

بادشاہ کی یہ روش دیگر سلاطین یا برکات و مشائخ طریقت کے اعمال صالحہ کے مطابق کہی جاسکتی۔ بے جوہر حال میں خدا کی بارگاہ میں التجا پیش کرتے ہیں۔ غرض کہ بادشاہ ظفر خاں کو اقلع گجرات عنایت فرما کر اپنے جہاز لشکر کے ہمراہ گجرات سے سندھ روانہ ہوا۔

دسواں مقدمہ

فیروز شاہ کا بار دوم ٹھٹھہ روانہ ہونا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ خدا کی حمایت و توفیق سے ٹھٹھہ روانہ ہوا اور بادشاہ نے تمام لشکر و خدم کو اجداد و نوازش بنایا۔

تمام خلعت خدا بادشاہ کا لشکر پالائی لیکن چونکہ سفر اول میں خلعت نے بیشمار تکالیف برداشت کی تھیں اس لئے اکثر اشخاص سید سارہ سامان لئے کو اپنے مکان روانہ ہو گئے۔

بادشاہ کو اس واقعے کی خبر ہوئی اور اُس نے دریافت کیا کہ ان اشخاص کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔

اہل دربار نے عرض کیا کہ راہ کی تمام نسرلوں میں چونکہ ان نعیم کی سائیں تاکہ مخلوق کو فرادہ ہونے سے باز رکھیں اور جو شخص راہ فرادہ اختیار کرے اُس سے باز پرس کریں۔

فیروز شاہ نے اہل دربار کو جواب دیا کہ پیارے لشکر و چشم نے اہل باران قدر محنت و مشقت اختیار کی ہے اور غلے کی اربائی کی وجہ سے انہی نے اُن کی سیر راہ

ہو چکے ہیں، اس لئے اس مرتبہ فکر و غم کی وجہ سے واپس ہو رہے ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ قدیم رسم ہے کہ لشکر کشی میں بعض اشخاص خود ملازم ہوتے ہیں اور بعض کا کسی ملازم سے قربت و محبت کا تعلق ہوتا ہے اور بعض کسی اور مصلحت سے فوج میں داخل ہو جاتے ہیں ایسی حالت میں اگر چکیاں نصب کی جائیں گی اور تاکیدی احکام نافذ ہوں گے تو جو اشخاص کہ ملازم ہیں وہ واپسی سے باز رہیں گے اور جو افراد کہ دراصل ملازم نہیں ہیں وہ بھی شاہی پہرے کے خوف سے واپس نہ ہوں گے اور اس طرح ان غریبوں کے لئے ایک بیجا قید ہو جائے گی اور ان پر ظلم ہو گا جن کی وجہ سے یہ غناک و پریشان ہوں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ٹٹھہ کی فتح مقدر فرمائی ہے تو ان کے علیحدہ ہو جانے سے نقصان نہ ہو گا اور اگر خدا کو اس مہم کا سر ہونا منظور نہیں ہے تو ان کی گرفت و قید سے کیا فائدہ ہو گا۔

اس موقع پر بادشاہ دیندار نے فرمایا کہ خانبہاں کے نام ایک فرمان اس مضمون کا روانہ کیا جائے کہ جو اشخاص یہاں سے فراری ہو کر دہلی پہنچتے ہیں ان کی حقیقت حال کی تفتیش کی جائے۔

ان مجرمین میں جو اشخاص کہ ملازم شاہی اور انھوں نے خزانہ شاہی سے مال حاصل کیا ہے تو ان کو صرف سزا کے معنوی دی جائے نہ کہ سزائے خسروانی۔ واضح ہو کہ امور مملکت و آئین جہانداری میں سزائے خسروانی سے مراد قتل و جلاوطن و دیگر شدید سزائیں مراد ہیں اور معنوی یا زبردستی سے مراد یہ ہے کہ ایسے اشخاص کو ذلیل کر کے تیر ملامت کا نشانہ بنایا جائے۔

سبحان اللہ یہ امر قطعاً سنت نبوی کے موافق ہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ ایک مرتبہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم حجاز کے لئے دو ریشرفی لے گئے بعض یاران رسول بھی مصالحت کی وجہ سے اپنے مکانات میں مقیم رہے حضرت نے یاران باقی ماندہ کا دو تین روز انتظار فرمایا اور اس کے بعد روانہ ہوئے۔

راہ میں اہل نجد اس درجہ حائل ہوئے کہ اصحاب پس اور حضرت کے حضور میں نہ حاضر ہو سکے اور ضرورتاً مکانات میں مقیم رہے۔

اس مہم میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو سید تکلیف

برداشت کرنی پڑی۔

سردار عالم اس جہم سے واپس تشریف لائے اور یاران باقی ماندہ شرمندہ حضرت کے حضور میں حاضر ہوئے۔

سردار عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے حقیقت واقعہ دریافت فرمائی اور ان صاحبوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم کو مال و عیال نے حضرت کی ہمارہی سے باز رکھا۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صاحبوں کا عذر نہ قبول فرمایا اور اُن کی جانب سے روگرداں ہو کر اُن کو سزا کے معنوی سے معتب فرمایا۔

ان صاحبوں کے سروں سے دستار اتار لی گئی اور اُن کو ستون مسجد سے باندھ کر تادیب کی گئی اور جس طرح کہ معلم خرد سال بچوں کو سزا دیتا ہے اس طرح اُن کو شدید سزا دی گئی۔

یہ شرمسار گروہ اپنا تمام مال حضرت کے حضور میں لایا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ چونکہ اس مال کی شامت اعمال سے ہم حضرت کی ہمارہی سے محروم رہے اور حضور ہم سے ناراض ہو گئے اس لئے ہم اس مال کو اپنے پاس نہیں رکھنا چاہتے یہ مال حاضر ہے حضرت اس کو غریبین تقسیم فرمادیں اور ہم اس دنیاوی مال سے کنارہ کش ہوتے ہیں اور بصد ادب عرض کرتے ہیں کہ حضرت یہ مال ہم سے قبول فرمائیں اور غریب کو تقسیم فرمادیں اور ہمارا قصور معاف فرما کر ہم سے رضی و خوش ہو جائیں۔

باوجودیکہ ان اصحاب نے یہ تقریر کی اور اس طرح مدت و زاری کی لیکن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا عذر قبول نہ فرمایا اور یہ اصحاب دل شکستہ دورتر مقام پر بیٹھے۔

ان اصحاب کی ندامت بارگاہ الہی میں قبول ہوئی اور سردار عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی کہ اُن کے اموال کو بطور صدقہ قبول کرو تا کہ یہ گروہ گناہ سے طاہر و پاک ہو جائے۔

اس سیت کے نزول کے بعد سردار عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گروہ کا

قصور معاف فرمایا اور اُن کا مال بطور صدقہ درویشوں کو عطا کیا۔
 چونکہ اللہ تعالیٰ فیروز شاہ کو تمام افعال حسنہ سے آراستہ فرمایا تھا اُس لئے بادشاہ
 جس فعل کا ارتکاب کرتا اُس میں خوبی و محاسن موجود ہوتے تھے۔
 غرض کہ بادشاہ کا فرمان خان جہاں کے پاس پہنچا اور اس صاحب تدبیر و سیاست
 وزیر نے اس امر کی تلاش جو توجہ شروع کی اور جو شخص لشکر سے واپس ہوتا سرکاری پیادے
 اُس کو قانونی مجرم کی طرح گرفتار کرتے تھے اور اُس کی حقیقت حاصل سے دیوان کو آگاہ
 کرتے تھے۔

اگر یہ شخص لازم سرکار ہوتا تو اُس کو سزائے معنوی دی جاتی تھی چنانچہ بعض اعیان
 و اکابر شہر کو بھی اس ستم کی تنبیہ کی گئی۔
 یہ امر ایک ایک دو دو میان بازار گشت کر ائے گئے تاکہ خرد سال و جوان
 و پیران کو دیکھ کر اس امر کا اندازہ کر لیں کہ ان اشخاص سے بادشاہ ناخوش ہے۔
 غرض کہ فیروز شاہ نے ایسے افراد کو محض تدارک معنوی کا لازم قرار دیا اور
 اُن کی وجہ معاش و جاگیر و مواضع کو قطعاً کسی قسم کی مضرت نہ پہنچائی۔
 اس کی اصل وجہ کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ نوازش محض بادشاہ کے خلق نیک
 و بہترین صفات کا ثمرہ تھی ورنہ ہر شخص خیال کر سکتا ہے کہ ایسے گنہگار گروہ کو کوئی
 فرماں روا اُسے صاحب قوت و اقتدار و صحت ملک پر لچاؤ کر کے معاف نہیں کر سکتا۔

گیارہواں مقدمہ

فیروز شاہ کا ٹھٹھہ پہنچنا اور لشکر کو فراغت حاصل ہونا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا ٹھٹھہ جا رہا تھا اور
 سفر کے تمام مراحل آسانی کے ساتھ گزر رہے تھے۔

سفر کے آغاز میں حضرت شیخ الاسلام شیخ صدر الدین نسبہ حضرت شیخ الاسلام
 شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہ سے فرمایا کہ یہ دعا گو حضرت شاہ سے

کچھ کہنا چاہتا ہے۔

فیروز شاہ حضرت شیخ کی جانب متوجہ ہوا اور مدوح نے فرمایا کہ بادشاہ نے بارہا ملٹھم پر حملہ کیا اور دہلی سے ٹٹھم روانہ ہوا۔

بادشاہ نے راہ میں اجمود میں پہنچ کر حضرت شیخ فرید الحق رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی لیکن حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین ذکر الہی اللہ تعالیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے پر حاضر نہیں ہوئے اور ظاہر ہے کہ اس زمانے تک اہل بصیرت نے ان دونوں خانوادوں میں کسی قسم کی تفریق نہیں پیدا کی ہے۔

اس مرتبہ حضرت شاہ نے یندر فرمائیں کہ ٹٹھم کے فتح ہونے کے بعد ملتان حاضر ہو کر مشائخ ملتان کے آستانوں پر حاضری دیں گے۔

فیروز شاہ نے حضرت شیخ کی تقریر سن کر فرمایا کہ یہ خطرہ میری نیت میں بار پید ہوا ہے۔

بادشاہ نے بحمد عقیدت کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس مرتبہ یہ ارادہ ضرور کر دیں گا اور خدا کی مرضی و مشیت کے مطابق عمل کر دیں گا۔

مختصر یہ کہ اس مرتبہ طغیانی کم تھی اور بادشاہ نے ٹٹھم میں نزول فرمایا۔ اہل شہر بادشاہ کے ورود سے قطعاً بے غم تھے اور اپنے مواضع و قصبات و قریات میں زراعت میں مشغول تھے۔ اول مرتبہ بادشاہ بے نیل مرام ٹٹھم سے واپس ہوا اور اہل شہر نے اس امر کو حجت الہی قرار دے کر یہ کہنا شروع کیا تھا کہ سلطان فیروز شاہ نے ہم پر حملہ کیا لیکن تقدیر الہی نے معاملہ برعکس کر دیا اور فیروز شاہ نے خود ہمارے لئے جان دی اور ہمارے مقابلے سے فراری ہوا۔

غرض کہ بادشاہ کے ورود کی خبر نزدیک و دور مشہور ہوئی اور اہل سندھ کو معلوم ہوا کہ شاہ ہند حیران فوج کے ہمراہ اُن کے مقابلے کو آیا ہے۔

فیروز شاہ نے خدا کے فضل و کرم سے بید مسرت و مستعدی کے ساتھ اس مرتبہ گجرات سے سفر کیا تھا اور جلد سے جلد کوچ متواتر کرتا ہوا سندھ پہنچا تھا۔

اہل سندھ فیروز شاہ کی آمد اور اُس کے دبدبے سے بید خوف زدہ ہوئے تھے اور اب سندھ کی ساحلی آبادی کو خراب اور دریائے سندھ کے پل اور گھاٹ کو سمار

کر کے حصار گلی میں پناہ گزین ہوئے تھے۔

فیروز شاہ اپنے لشکر کے ہمراہ آبادی میں پہنچا اور معلوم ہوا کہ تمام باشندگان سندھ نے زراعت میں سہمی بلوغ کی ہے اور اُن کی زراعت کا غلہ بچتہ ہو چکا ہے۔

بادشاہ کو معلوم ہوا کہ اہل سندھ دریا کے ساحل سے دور ہٹ گئے ہیں اس لئے ہندی لشکر نے دریا کے کنارے شے نسب کئے اور خندق و کٹ گروہ مرتب و تیار کر کے سجد راحمت و آرام سے ساحل پر مقیم ہوئے۔

چونکہ غلہ تو ہنوز مراد کو نہ پہنچا تھا اس لئے غلے کا نرخ آٹھ یا دس عتیل فی پنج سیر تھا۔ اسی درمیان میں نیا غلہ تیار ہو گیا اور اجناس کا نرخ سجد ارزاں ہو گیا۔

غرض کہ خدا کے فضل و کرم سے خلائق لشکر ہر جہاں جانب نہایت اطمینان سے گشت کرتی تھی اور اہل سندھ کے قریات و قصبات سے غلہ لے کر جمع کرتی تھی۔

دریا کے ساحل پر بے شمار قریے آباد تھے اور بعض قریوں کے باشندے جو دریا کو عبور نہ کر سکتے تھے شاہی لشکر کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے۔

یہ خبر بادشاہ کو معلوم ہوئی اور فیروز شاہ نے حکم دیا کہ درگاہ شاہی کے نقیب و چاؤش لشکر میں منادی کر دیں کہ چونکہ یہ چند قیدی مسلمان ہیں ان کو غلام و کنیز بنانا اور ان کی گردنوں میں خدمت کا سبجو اڈالنا زیبا نہیں ہے۔ جو شخص احکام سلطانی کے خلاف کرے گا وہ گنہگار ہوگا۔

بادشاہ کا حکم تھا کہ جو شخص ان اسیروں کو گرفتار کرے اُن کو اپنی حفاظت و نگہبانی میں نہ رکھے۔

غرض کہ بادشاہ نے حکم دیا کہ یہ اسیر دیوان شاہی میں داخل کئے جائیں اور اس طرح تقریباً چار ہزار سندھی دیوان شاہی میں جمع ہوئے۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ ان قیدیوں کو عمدہ مقام پر رکھا جائے اور ہر فرد کو تین سیر غلہ روزانہ دیوان وزارت سے عطا کیا جائے۔

اس زمانے میں منگہ اپنج تنگہ فی من اور جوار چار تنگہ فی من تھی اس لئے شاہی حکم کے مطابق ان قیدیوں کو منگہ دی جانے لگی۔

حقیقت ہے کہ جو سلوک ان قیدیوں کے ساتھ اس حلیم و کریم بادشاہ

یعنی سلطان فیروز شاہ نے کیا اس کی نظیر تاریخ میں دستیاب ہونی محال ہے۔

بارصوال مقدمہ

ملک عماد الملک و ظفر خاں کا دریائے سندھ کو عبور کر کے

اہل سندھ سے جنگ کرنا

تقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ نے دریائے سندھ کے ساحل پر قیام کیا اور اہل سندھ کا ایک بہت بڑا گروہ گھاٹ کو چھوڑ کر شوخ چٹھی کرتا تھا۔ فیروز شاہ نے سید غور و فکر کے بعد یہ طے کیا کہ عماد الملک و ظفر خاں کو حکم دیا جائے کہ یہ اشخاص دریائے سندھ کو عبور کر کے اہل سندھ کو تباہ و برباد کر دیں۔

اہل سندھ کا ایک گروہ سید قوت و ساز و سامان کے ہمراہ ستر کوس تک راہ میں حاضر تھا۔

یہ گروہ ہوشیاری و بیداری میں سید کو نشان دہا اور اہل ہند دریا کو عبور نہ کر سکتے تھے۔

سید مشورہ و غور کے بعد طے پایا کہ عماد الملک اور ظفر خاں بشمار لشکر کے ہمراہ پیچھے واپس ہوں اور دہلی کا رخ کریں اور کشتیاں اپنے برابر واپس لیتے آئیں۔

ساحل دریا کے قریب ایک سو تیس کوس زمین طے کر کے بھنگر کے نیچے دریائے سندھ کو عبور کریں اور اسی قدر مسافت زمین طے کر کے ملک سندھ میں داخل ہوں اور حریف سے معرکہ آرائی کریں۔

غرض کہ اس مشورے پر عمل کیا گیا اور عماد الملک اور ظفر خاں نے بے پایاں فوج و لشکر کے ہمراہ ایک سو تیس کوس زمین طے کی اور سندھ میں داخل ہوئے۔ اہل سندھ بھی بے شمار سوار اور پیادوں کے ہمراہ حصار سے باہر نکلتے۔ طرفین میں ایسی شدید جنگ ہوئی کہ احاطہ تقریر سے باہر ہے۔

سلطان فیروز شاہ وہ سری جانب بقیم تھا اور اگرچہ اس مقام سے ٹھٹھہ کا قلعہ نظر آتا تھا، لیکن چونکہ دریا کا پانی بہت بڑا تھا جس کی وجہ سے دوسرا ساحل نظر نہ آتا تھا اس لئے لشکر شاہی کی حرکت آرائی سے بادشاہ قطعاً بخیر تھا۔ صرف سواروں کے گھوڑے دور سے نظر آتے تھے۔

برسلطان فیروز شاہ کی آنکھیں آسمان سے لگی ہوئی تھیں اور بادشاہ ہر لحظہ لطیفہ مضمی کا امیدوار تھا۔

غرض کہ ظلمت شب پھیلی اور فیروز شاہ نے اہام الہی سے مستفید ہو کر ایک ہی خواہ ملازم کو حکم دیا کہ ایک کشتی پر سوار ہو کر دریا کے سندھ کو عبور کرے۔ بادشاہ نے اس ملازم کو ہدایت کی کہ عماد الملک کو پیغام دے کہ اسے بشیر اب واپس ہو اور بارگاہ شاہی کا رخ کر اس لئے کہ طرفین سے بے گناہ مسلمانوں کا خون بیکار ضائع ہو رہا ہے۔

ان امیروں سے تاکید کر کہ جس راہ سے گئے تھے اسی راہ سے واپس ہوں۔ یہ ملازم حکم شاہی بجالایا اور عماد الملک و ظفر خاں کو بادشاہ کا پیغام پہنچایا۔ اور یہ امیر واپس ہوئے جس طرح کہ ایک سو تیس کون راہ طے کر کے گھاٹ کے ذریعے سے ٹھٹھہ واپس ہوئے تھے اسی طرح ایک سو تیس کو اس زمین طے کر کے نشیبی راہ سے واپس ہو کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

عماد الملک و ظفر خاں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فیروز شاہ نے ان امیروں سے فرمایا کہ یہ ایک مشت اہل سندھ مجھ سے فراز ہو کر کہاں جائیں گے اگر یہ افراد سوراخ سوزین بھی پناہ نہیں گئے تو بھی لشکر سلطانی ان کے سر پہنچ جائیگا۔ میرا راہ یہ ہے کہ اس ملک میں ایک بزرگ شہر آباد کریں اور یہاں قیام کر کے مشیت الہی کا فطر ربہوں۔

تیسرے سوال پر مقدمہ

عماد الملک کا طلب حشم و لشکر کے لئے دہلی وارد ہونا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ نے دریائے سندھ کے ساحل چپ دروز

قیام کیا اور ہر شخص اپنے کاروبار میں مشغول ہوا۔

سلطان فیروز شاہ نے محفل خلوت میں اپنے مشیران بزرگوار سے ارشاد کیا کہ اس مہم کے بارے میں مشورہ کرنا چاہیئے۔

بالآخر یہ رائے قرار پائی کہ عماد الملک دہلی روانہ ہوا جس قدر لشکر و فوج دار الملک میں موجود ہے اُس کو اور نیز تمام اقطاع و برگنائت کی فوج اپنے ہمسرانہ ٹھہ لے آئے۔

بادشاہ نے چند روز کے بعد عماد الملک کو رخصت کر دیا اور اُس سے فرمایا کہ بشیر امیری نصیحت یہ ہے کہ تو خان جہاں پر لشکر جمع کرنے کے لئے حکم نہ کرنا۔ یہ ظاہر ہے کہ خان جہاں ایسا مدبر و بادشاہ میر ہے کہ وہ خود میرے فرمان کی تعمیل میں ایک لمحہ غفلت نہ کرے گا۔ تیری خدمت صرف یہی ہے کہ تو اپنے کو اُس تک پہنچا دے۔

میں تجھ کو ایک مصلحت کی بنا پر روانہ کر رہا ہوں ورنہ خان جہاں میر فرمان پہنچنے ہی خود تمام لشکر و چشم کو اس جانب روانہ کر دیتا۔

مختصر یہ کہ عماد الملک ٹھہ سے دہلی روانہ ہوا اور منزل بنزل سفر کرتا ہوا دہلی کے نواح میں پہنچا۔ خان جہاں کو معلوم ہوا کہ عماد الملک آ رہا ہے اور یہ امیر استقبال کے لئے شہر سے باہر نکلا۔

عماد الملک کی نظر خان جہاں پر پڑی اور عماد الملک مرکب سے زمین پر اترتا۔ خان جہاں بھی پیادہ ہوا اور چتر کو اپنے سر سے علحدہ کر دیا۔

ہردو امیر یک جا ہوئے اور اول عماد الملک اپنے ہاتھ خان جہاں کے قدموں تک لے گیا اور اس کے بعد خان جہاں تواضع تمام اپنے ہاتھ عماد الملک کے قدموں تک لے گیا اور اس کے بعد ہردو امیر بغل گیر ہوئے اور گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ خان جہاں چتر سے دو عماد الملک کے برابر چل رہا تھا اور ہردو امیر صرف یہ نکایات میں مصروف ہوئے۔

خان جہاں عماد الملک کو قصر سلطانی میں لایا اور دونوں امیر یک جا بیٹھے۔ خان جہاں نے زربفت و زر دوزی کے کپڑے عماد الملک کے سامنے

پیش کئے۔

عماد الملک واپس ہو کر اپنے مکان روانہ ہوا اور اس کے بعد خان جہاں نے ایک لاکھ تینگے عماد الملک کی دعوت کے لئے روانہ کئے۔

مختصر یہ کہ خان جہاں نے لشکر و فوج کی طلب میں تمام اقطاع و ممالک میں خطوط روانہ کئے۔ چنانچہ بدآون و قنوج و سندھ و آودھ و جون پور و بہار و ترہٹ و ہوبہ و آیرج و چندیری و دھارمیان و آب و غیرہ آب و سامانہ و دیپال پور و ملتان و لاہور و دیگر بلاد و ممالک کے لشکر خان جہاں نے خلیل مدرت میں جمع کر دئے۔ خان جہاں اس کام کے لئے ہر روز مسند پر بیٹھتا اور خان جہاں و عماد الملک کے درمیان محبت و ارتباط کی گفتگو ہوتی۔

خان جہاں نے لشکر کی فراہمی کے لئے عماد الملک کے بھائی کو روانہ کیا۔ جو اشخاص کہ سلطان لشکر سے واپس آئے تھے وہ سید نادیم و پشیمان تھے اور یہ کہتے تھے کہ کاش ہم یہاں نہ آئے ہوتے۔

عماد الملک بھی مع تمام حشم و لشکر کے جلد سے جلد روانہ ہو کر بادشاہ کے حضور میں پہنچ گیا اور اُس نے خان جہاں کے حالات سے بادشاہ کو اطلاع دی۔

جو اشخاص کہ سلطان لشکر سے واپس آئے تھے وہ سید نادیم و پشیمان تھے اور یہ کہتے تھے کہ کاش ہم یہاں نہ آئے ہوتے۔

مختصر یہ کہ ٹھٹھ میں شدید قحط رونما ہوا اور ہر شخص نے مختلف مقامات کی راہ لی۔ جس طرح کہ اول بار فیروز شاہ کے لشکر میں تنگ دستی پیدا ہوئی تھی بعد کو غلے کی وجہ سے حیرانی و پریشانی ہوئی اسی طرح بار دوم اہل سندھ کے لشکر میں پریشانی اور قحط نمودار ہوا۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ بادشاہ سرزمین ٹھٹھ سے واپس ہوا اور اہل سندھ نے اپنے قدیم مکان میں آرام لیا اور انھوں نے بے خوف و خطر تمام اندوختہ غلہ ختم کر بیڑی کے لئے زمین میں بوردیا۔

اہل سندھ کا تمام غلہ اس طرح ختم ہو گیا اور نئے غلے کے تیار ہونے کا وقت آگیا۔ اُس زمانے میں جبکہ نیا غلہ تیار ہو رہا تھا بادشاہ گجرات سے ٹھٹھ روانہ ہوا

اور فیروز شاہی لشکر اہل سندھ کے تمام غلے پر قابض ہو گیا۔
اہل لشکر غلے کی فراوانی سے سید مطمئن ہو گئے اور لشکر میں قحط نمودار ہوا۔
یہ قحط ایسا شدید تھا کہ اہل سندھ کی جان کے لالے پڑ گئے چنانچہ ایک سیر
غلے کی قیمت ایک اور دو تنگے ہو گئی۔

عماد الملک نے بادشاہ سے خان جہاں کی حید تعریف کی اور یہ عرض کیا کہ یہ
وزیر تمام تدابیر ملکی میں بہترین صفات کا جامع ہے اور وزیران قدیم سے کسم پٹرج کمی کما
مستحق نہیں ہے۔

فیروز شاہ وزیر کے حالات سن کر اور لشکر کی آمد سے باخبر ہو کر سید خوش ہوا۔
غرض کہ تمام لشکر سلطانی بادشاہ کے حضور میں پیش ہوا اور ہر شخص کو خلعت
عطا ہوا۔

اس کے علاوہ اہل سندھ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ سلطان فیروز شاہ کا ارادہ ہے کہ
مع تمام فوج و لشکر کے اس ملک میں داخل ہو۔
اہل سندھ بادشاہ کے ارادے سے آگاہ ہوئے اور ان کے قلوب رنج و غم کا
شکار ہوئے۔ ہر شخص نے راہ فرار اختیار کی۔

شاہی لشکر کو خدا کی رحمت سے اس مرتبہ سید الطینان و نارغ البالی نصیب ہوئی۔
اس قحط کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل سندھ کا ایک گروہ روزانہ کشتی میں سوار ہو کر بادشاہی
لشکر میں آتا تھا اور ٹھمہ کا مالک روز بروز خراب و دیران ہوتا جاتا تھا۔

جام و بانجھ ان واقعات سے سید پریشان ہوئے اور انھوں نے باہم شور
کر کے یہ طے کیا کہ ہم کو فیروز شاہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا مناسب ہے اور اس طرح
تمام افکار اور اندیشوں سے نجات حاصل کرنی چاہیئے۔

اس کے بعد جام و بانجھ نے ایک شخص کو حضرت مخدوم ہانیال
سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے پر اونچے روانہ کیا اور حضرت کو اپنے
حال سے خبر دی۔

اہل سندھ نے حضرت سے التجائی کہ جناب سید اونچے سے یہاں تشریف
لائیں۔

چودھواں مقدمہ

فیروز شاہ اور اہل سندھ کے درمیان صلح ہونا

نقل ہے کہ اہل سندھ نے اس امر پر اتفاق کیا کہ حضرت سید جلال بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو واسطہ بنانا چاہیئے۔

جام و بانہم نے ایک شخص کو آدھ رواند کیا اور حضرت کو اپنے احوال سے آگاہ کیا۔

حضرت سید جلال آدھ سے فیروز شاہی لشکر میں تشریف فرما ہوئے۔

حضرت کے تشریف لانے سے تمام اہل لشکر حضرت کے قدموں پر بوسے اور حضرت سید نے فرمایا کہ بابا اطمینان رکھو، انشاء اللہ چند روز میں صلح ہو جائیگی۔

حضرت سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ نشان بارگاہ کے قریب پہنچے اور بادشاہ نے نہایت خلوص سے استقبال کیا اور اعزاز و اکرام کے ساتھ اپنے لشکر میں لے آیا۔

فیروز شاہ اور حضرت سید جلال بخاری نے باہم دگر مصالح کیا اور حضرت سید نے بادشاہ سے فرمایا کہ ایک صالحہ و عقیفہ عورت ٹٹھ میں موجود تھی اور اس کی دعا کی برکت سے ٹٹھ فتح نہیں ہوتا تھا۔

ہر چند کہ یہ دعا گو خدا کی بارگاہ میں دعا کرتا تھا لیکن وہ پاک دامن درمیان میں حائل ہو جاتی تھی۔ اب تین روز ہوئے کہ اُس عقیفہ نے جنت کی راہ لی اور اب امید ہے کہ ٹٹھ جلد سے جلد فتح ہو جائے گا۔

اہل سندھ کو بھی معلوم ہوا کہ حضرت سید جلال بخاری رحمۃ اللہ علیہ ٹٹھ میں تشریف فرما ہوئے۔ ان اشخاص نے حضرت کے حضور میں متواتر پیغام روانہ کرنا شروع کئے۔

اہل سندھ نے حضرت سے اپنی تکلیف کا اظہار کیا اور جناب سید نے بھی ان کے مقصود کے مطابق بادشاہ سے ارشاد فرما کر ان کو مطمئن فرمایا۔

فیروز شاہ نے حضرت سید کی سفارش سے اہل سندھ کو ان کے مطالبات سے دو چند عطا فرمایا۔

مختصر یہ کہ حضرت سید نے جام و بانجھ کے تمام مطالبات بادشاہ سے منظور کرائے اور بانجھ نے جام سے مشورہ کر کے کہا کہ چونکہ فیروز شاہ کو معلوم ہو چکا ہے کہ سب سے قبل میں نے ملک میں شور و فساد برپا کیا ہے اس لئے مناسب ہے کہ اول میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوں اور میرے بعد تم بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہو۔

جام کو بانجھ کی یہ رائے سید پسند آئی اور اس نے بانجھ کو بادشاہ کے حضور میں حاضر ہونے کی اجازت دی۔
مختصر یہ کہ بانجھ دوسرے روز بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

پندرھواں مقدمہ

بانجھ کا بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا

نقل ہے کہ جس روز بانجھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس روز فیروز شاہ شکار کے لئے سوار ہوا تھا۔

عین شکار گاہ میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ بانجھ بارگاہ شاہی میں حاضر ہوتا ہے۔ اس وقت بادشاہ ایک گرگ کو گرفتار کر رہا تھا۔

بادشاہ نے اس جانور کے گرفتار کرنے میں سید کو شش کی تعریف لیکن بانجھ کی آمد کی خبر سن کر بادشاہ قطعاً متغیر نہ ہوا۔

ظاہر ہے کہ انسان کی فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ جس شے کے لئے اس نے بیشمار تکلیف برداشت کی ہو اس کے دستیاب ہونے سے اس کو خوشی و مسرت ہوتی ہے لیکن جہاں اللہ اس تاجدار دین دار کا کیا لہذا کہ یہ بادشاہ بانجھ ایسے حریف کی آمد کی خبر سن کر بھی اپنی جگہ سے نہ ہلا۔

عقلا نے سچ کہا ہے کہ آئین ملک داری میں جو فرست فیروز شاہ کو نصیب تھی، اُس کا خیال کسی قلب میں نہ آیا ہوگا۔ ان عقلا کا یہ قول قطعاً صحیح ہے اور درحقیقت یہ بادشاہ تدابیرِ ملی میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا۔

غرض کہ بانیہ عین شکار گاہ میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ اور اُس وقت فیروز شاہ گرگ کے شکار سے فارغ ہو چکا تھا۔

بادشاہ پتہ شاہی دربار گاہ بادشاہی کے زیر سایہ جولان گری کر رہا تھا اور اُس کے ہاتھ میں ایک زربیں چوب تھی

اسی دربار میں بانیہ اپنی گردن میں دستار ڈالے ہوئے اور اپنی تلوار کو گلے سے باندھے ہوئے پید پریشانی کے عالم میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ بانیہ مجرموں کی طرح حاضر ہو کر مثل بندگانِ فرماں بردار کے بادشاہ کے قدموں پر گر پڑا اور رکابِ سعادت کو بوسہ دیا۔

غرض کہ بانیہ نے بادشاہ کی قدمبوسی کی اور رکاب کو بوسہ دیا اور فیروز شاہ دستِ شفقت اُس کی پیٹھ پر رکھا اور فرمایا کہ بانیہ تم مجھ سے کیوں خوف زدہ ہوتے ہو میں عام طور پر کسی شخص کو مضرت نہیں پہنچاتا چاہے جاسیکہ تم قطعاً مطمئن رہو تمہارا تہربہ انشاء اللہ دو گونہ بلند و بالا ہو جائے گا۔

غرض کہ بادشاہ نے حکم دیا کہ بانیہ کو ایک اسپ تازی عطا ہو۔ فیروز شاہ بانیہ سے اس قدر گفتگو کر کے خاموش ہو گیا اور پھر شکاریں مشغول ہوا۔ بادشاہ بانیہ کے آنے کے بعد ایک پاس شکار میں مصروف رہا۔ اُسی روز بانیہ کے ہمراہ جام بھی آیا اور نہایت تیزی کے ساتھ بادشاہ کی قدمبوسی کے لئے دوڑا۔

جام نے بھی عقل سے کام لیا اور عین شکار گاہ میں بادشاہ کی قدمبوسی کے لئے حاضر ہوا۔

حاجبان درگاہ و عہدہ داران شاہی تحت شاہی کے قریب قدمبوسی کو لے گئے اور جام دستار باندھے ہوئے مثل امانیان شہور کے حاضر ہوا اس لئے کہ دستار کو گلے میں ڈالنا اور تیغ کو گردن میں چائل کرنا صرف بار اول ضروری تھا۔

چونکہ بانبھہ اس سے قبل مجربین کی طرح فیروز شاہ کے حضور میں حاضر ہو چکا تھا۔ اس لئے اب جام دستار بند ہو کر مثل امان یافتہ مجرم کے حاضر ہوا۔ غرض کہ جام نے نہایت عقیدت کے ساتھ شاہی رکاب کو بوسہ دیا اور بادشاہ لکھوڑے پر سوار ہوا اور مسرت کے عالم میں گھوڑے کو کاوا دینے لگا۔ بادشاہ نے جام کی پشت پر دست شفقت پھیرا اور نہایت نرمی سے گفتگو کی۔ جام نے عاجزی کا اظہار کیا اور جو قصور اس سے سرزد ہوئے تھے ایک ایک کر کے بادشاہ کے حضور میں بیان کئے۔ اس موقع پر جام نے یہ شعر پڑھا کہ: ”شاہ مجنبدہ توئی و بندہ شرمندہ منہ“ فیروز شاہ نے جام پر بھید نوازش فرمائی اور نہایت شفقت سے احوال دریافت کیا۔

جام کو بھی ایک اسپتازی عطا ہوا اور بادشاہ نے یہ مصرعہ پڑھا: ”از من نہ مسزد بدی و خود بد نہ کنم“

مختصر یہ کہ بادشاہ شکار گاہ سے واپس ہو کر اپنی فرد گاہ کو واپس آیا اور جام و بانبھہ کو طلعت عطا کئے۔ بادشاہ نے جام و بانبھہ کو جامہ نئے زرد دوزی و علم عطا فرمائے اور ان کے دیگر ہمراہیوں کو ہر شخص کی حیثیت کے مطابق نلعت عطایت ہوئے۔

غرض کہ فیروز شاہ نے اپنی بسیرت کی بنا پر حکم دیا کہ جام و بانبھہ کو اطلاع دی جائے کہ اپنے خیل خانہ اور تالیبن کے ہمراہ میرے ہمراہ تہہ کباب چلی رہے ہیں۔ جام و بانبھہ نے بادشاہ کی مرضی اسی میں پائی اور اپنے خیل خانے گھاٹ سے ہمراہ لائے اور بادشاہ کے ہمراہ تہہ کباب روانہ کیا۔

سولھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا دہلی واپس ہونا

فعلی ہے کہ جام و بانبھہ سے یہ سب کو سننے والے تھے۔ ساتھ ساتھ ان کے گناہ بھی ظہور میں آئے۔

داخل ہو گئے اور ان کا خطرہ قطعاً زائل ہو گیا تو فیروز شاہ کے لشکر میں عام خوشی پیدا ہو گئی۔
لشکر گاہ کے ہر گوشے میں اہل لشکر اطمینان و فراغت کے ساتھ زندگی بسر
کرنے لگے اور ہر فرد مطمئن ہو گیا۔ فیروز شاہ نے ارادہ کیا کہ ٹھٹھہ سے روانہ ہو کر دہلی
واپس آئے۔

بادشاہ نے جام کے فرزند اور تماچی برادر بانیچہ کو سندھ کی حکومت عطا فرمائی۔
فیروز شاہ نے ان کو عاقبت و مراتب عطا کئے اور جدید حاکمان ملک
اُسی وقت چار لاکھ تنگے نقد بطور خدمت عطا کئے اور ہر سال چند لاکھ تنگے نقد اور
اسباب و سامان پیش کرنے کا وعدہ کیا۔

فیروز شاہ جام و بانیچہ اور ان کے خیل خانے کے ہمراہ دہلی واپس ہوا۔
بادشاہ نے حکم دیا کہ جام، بانیچہ کو بہترین خاص کے اسے قیام کی اجازت
دی جائے اور فراشیفتہ سفیر فراشل خانہ حاصر سے عطا ہو۔
بادشاہ نے ملک سیف الدین خوجو کو حکم دیا کہ جام و بانیچہ کو آئین سلطانی
کے مطابق آداب شاہی سکھلانے اور ان کی نگہبانی کرے۔

مختصر یہ کہ جام، بانیچہ اپنے خیل خانے کو لشکر شاہی میں لے آئے اور
کشتیوں میں سوار کر لیا اور بادشاہ کا سیلاب و بار بار دہلی واپس ہوا۔

ملک سیف الدین خوجو شاہی بہادری کے مطابق ریشہ در و در ان کی
انگہبانی و خدمت کرتا تھا۔ ایک روز یہ خبر مشہور ہوئی کہ بانیچہ کے فرزند و حاشیہ نشین جس
کشتی میں سوار تھے وہ غرق ہو گئی۔ بانیچہ یہ خبر سن کر پریشان ساحل دریا کی طرف دوڑا۔
ملک سیف الدین خوجو نے خیال کیا کہ شاید بانیچہ دغا کرنا چاہتا ہے اور
اس بہانے سے اپنے ملک کو واپس ہونے کا خواہشمند ہے۔

ملک سیف الدین خوجو کو فکر لاحق ہوئی اور اس امر نے کہ بچہ خسر زندہ کو
بادشاہ کی خدمت میں روانہ کرے یہ پیغام دیا کہ یہ خبر مشہور ہوئی کہ بانیچہ اور اس کے
سایقین کی کشتی غرق آب ہو گئی اور بانیچہ اس خبر کو سن کر ساحل دریا کی طرف جا رہا ہے۔
اس خبر اور بانیچہ کی حرکت سے گمان بد ہوتا ہے۔ اگر شاہی حکم ہو تو فوری
بانیچہ کو اپنی جگہ سے حرکت کرنے کا مانع ہو۔

بادشاہ نے قدرے تاخیر فرما کر ارشاد کیا کہ اپنے پدر کو ہدایت کہ کہ وہ بھی بانجھ کے ہمراہ رہے اور اگر دیکھے کہ بانجھ کشتی میں سوار ہو کر اپنے وطن کو واپس ہو رہا ہے تو اس سے صرف یہ کہہ دے کہ اگر تو مرد ہے اور تجھ میں جرأت موجود ہے تو قدم آگے بڑھا۔

اپنے پدر کو ہدایت کز وہ صرف یہ تقریر کر کے واپس ہوا اور بانجھ کا مانع نہ ہوا اس کے بعد میں خود بانجھ سے باز پرس کر لوں گا۔۔۔

مختصر یہ کہ جب تک ملک سیف الدین کا پسر بادشاہ کا پیغام پدر تک پہنچائے بانجھ کو معلوم ہوگا کہ اس کے زن و فرزند کے غرق آب ہونے کی خبر قطعاً غلط ہے اور اس کے اہل و عیال و نیز خدام قطعاً زندہ و صحیح و سالم ہیں۔
بانجھ یہ خبر سن کر لشکر کی طرف واپس ہوا۔

اس واقعے کو معرض تحریر میں لانے کا مقصد یہ ہے کہ سلطان فیروز شاہ ایسا مستقل مزاج فرماں روا تھا کہ ملک سیف الدین نے اپنے پسر کے واسطے سے بانجھ کے متعلق اس درجہ تشویش انگیز خبر بادشاہ تک پہنچائی، لیکن فیروز شاہ کے قلب میں خطرہ نہ پیدا ہوا۔

حقیقت یہ ہے کہ سلطان فیروز شاہ ایسا ہی صاحب تجربہ و پختہ کار فرماں روا تھا کہ اس نے یمن فراسٹ و جہانماری سے یہ حکم صادر فرمایا ورنہ دوسرا حکمران ایسی دشتناک خبر سن کر اس درجہ تھمبل نہ کرتا۔

الغرض سلطان فیروز شاہ خدا کی عنایت و مہربانی سے متواتر کوچ کرنا ہوا دہلی واپس ہوا۔

خلافت شہر ڈھائی سال کے بعد بید خوشی و سرت کے عالم میں اپنے مکان کی طرف روانہ ہوئے۔

بادشاہ نے راہ سے لتان کا قصد کیا اور اس اسلامی شہر میں پہنچ کر شائع لتان کی زیارت کی اور اہل شہر کو اپنے انعام و اکرام سے سرفراز و شاد فرمایا۔

بادشاہ نے دہلی میں فتح نامہ روانہ کیا اور دارالملک میں فتح نامہ پہنچنے کے بعد خلیفہ جہاں وزیر نے جو اس مشرورے کا منتظر تھا، فرمان شاہی کی طرف دوڑا اور مجمع عام میں

شاہی فرمان کو بہ آواز بلند پڑھا۔
شہر دہلی میں اکیس روز کامل طبل شادی بجے اور قے آرامتہ کئے گئے۔
خان جہاں نے مجید شان و شوکت کے ساتھ سرحد دیبال پور تک بادشاہ کا
استقبال کیا۔

سترھواں مقدمہ

خان جہاں کا شہر دیبال پور تک بادشاہ کا استقبال کرنا

روایت ہے کہ خان جہاں نے سفر کی تیاری کی اور دیبال پور تک بادشاہ کا
استقبال کیا۔ یہ وزیر بادشاہ کی ملازمت حاصل کر کے مجید خوش ہوا اور بیشمار پیشکش
فیروز شاہ کی خدمت میں گزارنے۔

سلطان فیروز شاہ نے ٹھٹھہ و گجرات کے تمام شہزادوں و مصائب کی تفصیل
خان جہاں سے بیان کی۔ اس موقع پر وزیر باتدبیر اسرار بیان کئے اور ہر شہزادہ و تالیف
کی جہنم و لشکر نے برداشت کئے اور قحط و باران رحمت کی بہترین توجیہ فرمائی۔
خاتجہان نے بادشاہ سے عرض کیا کہ چونکہ خدائی رحمت اور اش کا فضل و کرم
حضرت کے شامل حال ہے اس لئے تمام تالیف راحت سے بدل گئیں۔

ٹھٹھہ ایسا دشوار و مخالف ملک جو سلطان معز الدین سام کے عہد حکومت سے
ناایندہ کسی تاجدار دہلی سے فتح نہ ہوا تھا۔ پروردگار کے فضل و کرم سے حضرت کے
قبضہ تصرف میں آیا۔

جو ملک سلطان علاء الدین خلجی ایسے فرماں روا سے جو سلاطین، روم و چین کا
ہمسفر تھے فتح نہ ہو سکا اور جس سرزمین کو باوجود سالہائے سال کی کوشش کے حضرت
خدائگان مغفور سلطان محمد شاہ تغلق کا جو لشکر زیر نگین نہ کر سکا وہی مخالف ملک
بغیر تیغ زنی کے پروردگار عالم نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت کے دست حق پرست پر
فتح کرایا۔

خداوند عالم اگر غور فرمائیں تو حضرت کا یہ کارنامہ کچھ کم قابل ستائش نہیں ہے۔
مختصر یہ کہ سلطان فیروز شاہ اپنے فخر مند لشکر کے ہمراہ شہر دیپال پور سے روانہ
ہو کر دہلی پہنچا۔

تمام اہل شہر نے عمدہ و نفیس ہیر قول و لطیف ساز و سامان کے ساتھ بادشاہ
کا استقبال کیا۔

دہلی میں جیسے تیار کئے گئے اور شہر میں آرائش و عام خوشی منائی گئی اور تمام جانب
سے خلق تماشے کے لئے شہر میں جمع ہوئی۔

قتوں کے سائے میں بیشمار نعمتیں انبار کر دی گئیں اور طعام و شراب و نول
دیوہ تر و خشک بکثرت ہتیا کئے گئے۔

ہر تماشائی خواں نعمت سے مستفید ہوتا اور کسی شخص کو ممانعت نہ تھی کہ ان اشیاء
سے مستفید نہ ہو۔

غرض کہ تمام عالم میں خوشی و اطمینان کا دور دورہ ہوا اور ہر مکان میں جشن کی مجلس
منقب ہوئی۔

ظاہر ہے کہ خلائق شہر شدید محنت و مشقت کے بعد اپنے مکان پہنچے تھے اور
اپنے احباب و اعزہ سے ملاقات کی تھی اس لئے ہر گھر میں دن و عید رات شب برات کا
ساں نظر آتا تھا۔

جو اشخاص کہ کوئی رن کے مصائب کو برداشت کر کے زندہ و تندرست
اپنے مکان پہنچے تھے ان کے گھر میں غلغلہ شادی بلند تھا اور جن غمگینوں کے اس
صحرائے جاں ستاں میں دنیا کو خیر باد کہا تھا ان کے مکانات میں شور و ماتم برپا تھا۔
غرض کہ بعض مکانات میں سرود اور بعض میں گریہ و زاری کی مختلف صدائیں
بلند تھیں۔

فیروز شاہ نے یہ واقعات سنے اور آبدیدہ ہو کر خان جہاں سے خبر لیا کہ جو غریب
کوئی رن میں جاں بحق ہوئے ہیں اور ان کا مال و اسباب برباد ہوا ہے ان کے گھروں میں
صف ماتم بھیجی ہوئی ہے اگر ٹھہر کا سفر نہ کیا جاتا تو مخلوق کو یہ روز سیاد دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔
بادشاہ نے خان جہاں کو حکم دیا کہ متوفی یا شخاص کی خواہ و روزینہ ان کے ورثا پر

بحال رکھا جائے۔ ان ورثہ کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے۔

بادشاہ نے بار دوم کہا کہ ان کے حالات میرے رویہ و پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس کے علاوہ جن اشخاص نے ہماری مخالفت کی ہے اور گجرات میں رقم لے کر دہلی فرار ہوئے ہیں اور ہم کو اس مصیبت کے عالم میں چھوڑ دیا ہے اُن کا روزیہ اور مواضع بھی اُن پر بحال رکھے جائیں۔ میں نہیں چاہتا کہ مجھ سے کسی شخص کو کسی قسم کا بھی سچ و آزار پہنچے۔ غرض کہ جام و بانجھ اپنے تمام خیل خانے کے ہمراہ شاہی رعب و داب سے متاثر دہلی میں وارد ہوئے۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ ان کے متعلقین کو سرائے ملک کے متصل قیام کرنے کی اجازت دی جائے تاکہ یہ اشخاص اطمینان کے ساتھ یہاں زندگی بسر کریں۔

غرض کہ جام و بانجھ کے خیل خانے کو جائے قیام عطا ہوئی اور یہ گروہ جس محلے میں آباد ہوا وہ حصہ سرائے ٹکھ کے نام سے موسوم کیا گیا۔

فیروز شاہ نے مبلغ دو لاکھ تنگے بانجھ کے لئے اور اسی قدر رقم جام کے واسطے نقد خزانے سے بطور انعام غنائہ شاہی سے متحرک کی۔

علاوہ اس سالیانہ کے ہر روز اس قدر انعام از قسم پارچہ و دیگر اشیاء ان کو عطا ہونے لگیں کہ انہوں نے ٹکھ کو قطعاً گوشہ دل سے غرضاموش کر دیا۔

دربار عام میں فیروز شاہ تخت شاہی پر بیوس کھڑا اور جام و بانجھ جام خانہ میں جہاں سے خود تردد راست کی طرف جگہ پاتے تھے۔

مورخ عقیف انشاء اللہ ان کی درباری نشست کا حال بیان باریابی کے مقدمے میں تفصیل سے بیان کرے گا۔

اس کے علاوہ مولف تمام غنائان و ملک کے مراتب و دربار جو شاہی حکم کے مطابق اُن کے لئے تجویز کئے گئے تھے، نہایت شرح و بسط کے ساتھ ہدیہ ناظرین کرے گا۔ غرض کہ اس واقعے کو چند سال گزر گئے اور براہ بانجھ کمی تاجی نے بنادت کی۔ فیروز شاہ نے جام کو اُس کے مقابلے میں روانہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جام نے ٹکھ پہنچ کر تاجی کو ملک سے باہر کر دیا۔

بانبھ دہلی میں مقیم رہا اور بادشاہ کے خدام میں داخل زندگی بسر کرتا رہا۔
اس درمیان میں سلطان تغلق شاہ حکمران ہوا اور بانبھ کو پتہ سفید عطا کر کے
ٹھٹھہ روانہ کیا، لیکن بانبھ نے راہ میں وفات پائی۔

اٹھارھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا ٹھٹھہ سے واپس آ کر طاس گھڑیاں وضع کرنا

روایت ہے کہ فیروز شاہ نے اپنے انوار بصیرت و نیز فہم و فراست سے
دہلی میں ایک نادر روزگار شے وضع فرمائی۔

ایک شے جس کو نادر روزگار کہہ سکتے ہیں، طاس گھڑیاں کی ایجاد ہے۔
یہ ایک ایسی یادگار ہے جو کسی فرماں روا کے صاحب اقتدار کو نصیب
نہ ہوئی اس لئے کہ جس بادشاہ نے کوئی شے دنیا میں وضع کی وہ امتداد زمانہ کی
وجہ سے جلد سے جلد معدوم ہو گئی۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے
عہد مبارک تک چھ سلاطین الاولیاء نے دنیا میں چھ یادگاریں چھوڑیں۔
کیونکہ مرنے کا وہ جمشید نے تیغ فریدوں نے سریر کیخبر ورنے کا گم ہوتی نما
اسکندر نے آئینہ، حضرت سلیمان نے نورانی یادگار چھوڑی۔

غرض کہ سلطان فیروز شاہ نے بھی طاس گھڑیاں کو وضع کر کے خراسان سے بنگالہ
تک تمام ممالک میں اپنی یادگار چھوڑی۔

یہ چھ یادگاریں جو مذکورہ بالا چھ شہر یا ران نامور نے دنیا میں چھوڑیں ان میں سے
ہر یادگار سے صرف ایک ہی نفع مقصود تھا اور بیشتر وہ دنیاوی نفع تھا۔

فیروز شاہ نے اپنے انوار بصیرت سے طاس گھڑیاں وضع کرنے میں حید
سمی کو کوشش کی اور اگرچہ اس ایجاد سے بھی بظاہر دنیاوی نفع خیال کیا جاتا ہے
لیکن اگر حقیقت پر غور کیا جائے تو اس میں آخرت کے فوائد بھی موجود ہیں۔ چنانچہ

یہ مورخ حالات سلاطین، یعنی شمس سراج عقیف مختصر آفات منافع بیان کرتا ہے۔
نفع اول یہ ہے کہ گھڑیال کے بجانے سے اُس کی آوازاہل عالم کے گوش تک
پہنچتی ہے اور انسان روز و شب کے گزرنے سے آگاہ ہوتا ہے۔

اہل غفلت کو اپنی عمر عزیز کے گزرنے کا علم ہوتا ہے اور حیات ناپائیدار کے
بیکار ضائع ہونے پر افسوس کرتے ہیں۔ دوسری منفعت یہ ہے کہ جب ہوا تاریک
ہوتی ہے اور افق آسمان پر غبار آجاتا ہے تو غریب نمازی ظہر و عصر کا صحیح وقت معلوم
نہیں کر سکتے اور اپنے قرائن و قیاس سے ظہر کی نماز عصر کے وقت اور عصر کی نماز
مغرب کے وقت ادا کرتے ہیں۔

اس عہد میں علما و مشائخ کے گروہ میں بحد اختلاف ہے اور ہر فرد نے اپنے
اجتہاد کے موافق فتویٰ دیا ہے جس کی وجہ سے مختلف اقوال منقول ہیں۔

جبکہ اس قسم کے اوقات کا فرق نمازیوں کو معلوم ہو جاتا ہے تو گھڑیال کی
آواز سنتے ہی ہر شخص آگاہ ہو جاتا ہے کہ کس قدر دن گزر گیا اور کتنا باقی ہے اور اس طرح
نماز ظہر و عصر کے اوقات میں کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہیں رہتا۔

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ جب صاحبان تہجد نماز کے لئے تیار ہوتے ہیں اور شب کا
پتا نہیں چلتا تو اُس کو ادا کئے نماز میں تردد ہوتا ہے۔

واضح ہو کہ ہمارے سردار و آقا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز تہجد
فرض تھی اور حضور کی امت کے لئے سنت ہے۔

اگر کوئی ایماندار مسلم تہجد کا پابند ہوتا ہے جس کا وقت نصف شب
گزرنے کے بعد سے نماز کے آغاز تک ہے اور اُس کو اوقات شب کا علم نہیں ہوتا تو
اُس کو ادا کئے صلوٰۃ میں تردد و شبہ ہوتا ہے، لیکن گھڑیال کی آواز سنتے ہی اس قسم کے
تمام شبہات دور ہو جاتے ہیں۔

چوتھی منفعت یہ ہے کہ ہر صلی کے لئے سایہ اصلی کی شناخت سید
ضروری ہے اور اس مسئلے میں علما کے درمیان بحد اختلاف ہے بلکہ بعض علما
کا قول ہے کہ کامل دانشمند وہ شخص ہے جو جو وہ علوم کا ماہر ہو اور ان چارہ علوم
میں ایک علم بخیر بھی ہے جس کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذموم قرار دے کر

اس کی تعلیم سے امت کو منع فرمایا ہے جس بنا پر علمائے بھی ممانعت کا فتویٰ دیا ہے۔
سایہ اصلی ہر ماہ شمسی میں گھنٹا بڑھتا رہتا ہے اس لئے کہ ایک زمانے میں
دن بڑھتا رہتا ہے اور رات چھوٹی اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ رات بڑی ہو جاتی ہے
اور دن چھوٹا۔

سال میں ایک قدم سے لے کر ساڑھے دس قدم تک شب و روز سائے
میں تفاوت ہوتا رہتا ہے اور یہ فرق سوا عالم ربانی کے دوسرے شخص نہیں جانتا۔
طاس گھڑیال کے وضع کرنے سے پاس اور گھڑی کی معرفت کے لئے جبر
آئین و قوانین بنائے جاتے ہیں اور جب پاس مرتب ہو جاتا ہے تو بار یک میں حکما
کے قول کے مطابق آخری طاس پر گجر جاتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ جس قدر
پاس اُس روز پائی جاتی ہیں تو اُسی مقدار میں پاس گزرنے کے بعد روزانہ گھنٹہ
بجاتے ہیں اور معلوم ہو جاتا ہے کہ آفتاب اس ہیئت میں کس برج میں ہے اور سائے اصلی اس
ہیئت میں فلاں برج سے متعلق ہے اور اس قدر قدم کا تفاوت ہے

ایسی حالت میں علوم نجوم کی حاجت نہیں ہوتی اور انسان اس ممنوع علم کی
تحصیل سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

پانچواں نفع یہ ہے کہ جب روزہ دار ماہ مبارک رمضان میں روزہ
رکھتے ہیں اور خدا کی قدرت سے نماز شام کے وقت ہوتا تا یک ہوتی ہے اور
اہل صوم یہ خیال کرتے ہیں کہ آفتاب غروب ہو گیا اور نماز مغرب کا وقت آگیا۔
اہل صوم اپنے اس خیال پر روزہ افطار کر دیتے ہیں لیکن جب ہوا صاف
ہو جاتی ہے اور آفتاب نمودار ہو جاتا ہے تو غریب روزہ دار دل کو معلوم ہوتا ہے
کہ اُن کا روزہ ٹوٹ گیا۔

علمائے شریعت و مشائخ طریقت میں اس مسئلے میں عید اختلاف ہے
ہر شخص نے اپنے اجتہاد کے مطابق حکم دیا ہے جس کی وجہ سے غریب روزہ دار
قیل و قال میں گرفتار ہیں لیکن طاس گھڑیال وضع کرنے کے بعد علماء کا اختلاف
اور روزہ داروں کا اضطراب قطعاً رفع ہو گیا اور اہل صوم گھڑیال کی آواز سن کر
روزہ افطار کرتے ہیں۔

چھٹی منفعت یہ ہے کہ جب روزہ دار سحری کے لئے اٹھتے ہیں اور سحر کھانے کے بعد جب اُن کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ سپیدہ صبح نمودار ہو گیا ہے تو اُن کو اپنے صوم میں شبہہ واقع ہوتا ہے لیکن جب طاس گھڑیال کی آواز اُن کے کانوں تک پہنچتی ہے تو اُن کو بقیہ شب کا حال معلوم ہو جاتا ہے اور اگر شب باقی ہے تو سحر کرتے ہیں ورنہ بغیر سحری کے روزے کی نیت کر لیتے ہیں۔

ساتواں نفع یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ ارادہ کرتا ہے کہ ثلاث شب گزرنے کے بعد نماز عشاء ادا کرے جو مستحب طریقہ ہے۔ تو اگر یہ شخص مبرا ہو اور اس کے خیال میں شب باقی نہیں ہے تو ایسی حالت میں اس شخص کو تردد ہوتا ہے، لیکن طاس گھڑیال کی آواز سن کر یہ تردد رفع ہو جاتا ہے۔

غرض کہ وضع طاس کے یہ سات نفع معرض تحریر میں لائے گئے۔ اگر اس کا خیر کے تمام فوائد سے بحث کی جائے تو یہ بیان ہیچ طویل ہو جائے گا۔

مختصر یہ کہ مذکورہ بالا چھ یادگاروں سے صرف دنیاوی فائدہ مقصود تھا لیکن طاس گھڑیال کے وضع کرنے سے دنیاوی نفع کے علاوہ دینی فوائد بھی حاصل ہوئے۔ غرض کہ سلطان فیروز شاہ ٹھٹھہ کی مہم سے واپس ہو کر دہلی میں مقیم ہوا اور بادشاہ نے ملک کے انتظام کی طرف توجہ فرمائی۔

بادشاہ نے چند روز بارگاہ شاہی کے نجومیوں سے طاس گھڑیال کی بابت گفتگو کی اور یہ نادر روزگار شے وجود میں آئی۔

بے شمار خلقت گھڑیال کا تماشا دیکھنے کے لیے فیروز آباد میں جمع ہوئی اور اس عجوبہ روزگار شے کو دیکھ کر ہر شخص مسحور ہوا۔

جوان و ضعیف، مرد و عورت، غرض ہر جنس و سنال کے تماشائی اس نادر روزگار ایجاد کو دیکھنے شہر میں جمع ہوئے۔

طاس گھڑیال کو شک فیروز آباد کے اوپر زب کیا گیا اور اس کی عظمت و بزرگی اس حد کو پہنچ گئی کہ خلقت خدا اس کا تماشا دیکھنے جمع ہوئی اور یہ عجوبہ شے علامات شاہی و سکہ حکمرانی میں داخل ہو گئی۔ سکہ اس لازمہ عظمت سے مراد ہے جس کا اطلاق صرف بادشاہوں پر کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ یہ دستور قرار پایا کہ سلاطین روزگار کے دربار کے بزرگ

ہمیشہ گھڑیاں بجا کرے۔

چوتھی قسم

فیروز شاہ کا جنگ و جدال کی ہمت سے
کنارہ کش ہونا اور ملک کے انتظام کی طرف متوجہ ہونا

اٹھارہ مقدمات۔

مقدمہ اول

بادشاہ کا ہمت جنگ سے کنارہ کش ہونا

روایت ہے کہ سلطان فیروز شاہ نے جو بزرگ یارہ خدا فرما کر اترے تھے، دہلی میں قیام اختیار کیا اور ملک کے انتظام کی طرف متوجہ ہوا۔ اس درمیان میں ملابار سے قاصد حاضر ہوئے اور انھوں نے بادشاہ کی بارگاہ میں فریاد کی۔ ان قاصدوں نے فیروز شاہ سے عرض کیا کہ ملک ملابار میں حسن کا گجو حکمران ہے اور ہم بادشاہ کی بارگاہ میں فریاد ہی کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔

دافع ہو کر خدائیکان مغفور سلطان محمد تغلق کی وفات کے بعد فیروز شاہ تخت نشین ہوا اور فرماں شاہی ملابار روانہ کئے گئے۔

اہل ملابار نے فرماں شاہی پر توجہ نہ کی اور بادشاہ کی اطاعت سے انحراف کر کے بالاتفاق حسن کا گجو کو ملابار کا حکمران تسلیم کیا اور فیروز شاہ اور اس کے احکام کو نظر انداز کیا۔ حسن کا گجو ملابار میں حکمران تھا تمام افعال قبیح کا علاوہ ارتکاب کرتا تھا۔ چنانچہ معتبر اشخاص نے مورخ عفیف سے بیان کیا ہے کہ حسن کا گجو دربار عام میں عورت کا

لباس پہنتا اور ہاتھ اور گردن میں عورات کی طرح زیب و زینت کر کے اور ان ملک سے فعل قبیح کرتا۔ اللہ تعالیٰ تمام اہل اسلام کو اس فعل شنیع سے محفوظ رکھے۔
مختصر یہ کہ حسن کانگو نے ملا بریل یہ حرکات اختیار کئے اور اہل ملک اُس سے قطعاً بیزار ہو گئے۔

لیکن (لیکن) مفید حوالہ ملا بریل بائندہ تھا، یہ شخص جبرار لشکر اور فیضان جنگی کے ہمراہ ملا بریل میں داخل ہوا اور اُس نے حسن کانگو کو زندہ گرفتار کر لیا۔
اس شخص نے حسن کانگو کو گرفتار کر کے تمام شہر کو جو مسلمانوں کا مسکن تھا، خراب و ویران کیا بلکہ مسلمان عورات ہندوؤں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئیں۔

الغرض اہل ملا بریل نے تمام واقعات فیروز شاہ سے بیان کئے اور بادشاہ نے جواب دیا کہ ابتدا میں تم نے میرے مقابلے میں بغاوت کی۔

جب خدا ایگان مغفور سلطان محمد تغلق نے وفات پائی تو میں نے فرماں اطاعت تمہارے نام صادر کیا، لیکن تم نے میری اطاعت قبول نہ کر کے دولت آباد کی راہ لی، اور حسن کانگو کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا۔

حسن کانگو سے افعال نیک صادر ہوئے اور اس طرح خدا کا تہرتم پر نازل ہوا اور اہل کفر نے غلبہ پا کر تم کو زیر و زیر کر دیا۔

اب تم مضطرب ہو کر میری بارگاہ میں فریاد رسی کے لئے حاضر ہوئے ہو اور صورت حال یہ ہے کہ میں اور میرا تمام لشکر متواتر سفر کی وجہ سے عجز خستہ و ماندہ ہے۔ چند روز میرا لشکر شہر میں قیام کر کے آرام کرے گا اور اس کے بعد اگر حیات باقی اور خدا کا فضل و کرم شامل حال ہے تو اس نواح کا رخ کیا جائے گا۔

سبحان اللہ سلطان فیروز شاہ کس درجہ صاحب فہم و فراست تھا کہ اُس نے یہ معلوم کر کے کہ لشکر شاہی خستہ و ماندہ ہے اور چند ہفتہ سر چکا ہے، ملا بریل کا سفر گوارا نہ کیا۔ غرض کہ فیروز شاہ نے قاصدوں کو مہذرت کے ساتھ واپس کر دیا اور خود بدولت

ملک کے انتظام میں مشغول ہوا۔ چند روز کے بعد فیروز شاہ نے بھی خواہ و وزیر سے خلوت میں مہمات ملک کی بابت مشورہ کیا اور خان جہاں کو اپنے راز دل سے آگاہ کر کے فرمایا کہ میں اس فکریں گرفتار ہوں کہ میرا دل یہ چاہتا ہے کہ دولت آباد کا سفر کروں۔

بادشاہ نے خان جہاں سے دولت آباد کے سفر کا ذکر کیا اور کہا کہ اگرچہ سیری دلی خواہش یہی ہے کہ میں سفر کر دوں لیکن خلق و لشکر کے ضعف کی وجہ سے مجھے کوپس پیش ہے۔ حکمران طبعہ لشکر کشی کرنے اور ممالک کو فتح کرنے کا جید حریص ہوتا ہے اور میں امر میں انتہائی کوشش بھی کرتا رہے۔ لیکن قدیم زمانہ اب گزر گیا اور اب جدید زمانے نے نیا دور پیش کیا ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ ہر روز دوسرے روز سے شامل میں کوتاہ ہے۔ اس موقع پر وزیر نے عرض کیا۔ مملکت و فرمانروائی سے دو چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔ ایک شے یہ ہے کہ رعایا کی پرورش اور ملک کا انتظام کیا جائے اور اہل اسلام اہل سنت کے ساتھ ہمدردی رتی جائے اور دُشمنوں کو مطمئن اور ایمانوں کو ایمان عطا کیا جائے۔

دوسری چیز یہ ہے کہ کفار و کفار کو تباہ و برباد کیا جائے اور ممالک کے فتح کرنے میں حد سے زیادہ کوشش کی جائے۔ خدا کا شکر ہے کہ حضرت کے عہد حکومت میں رعایا کی پرورش، ملک کا انتظام، علاقوں کی محافظت و نیز تمام امور ایسے اعلیٰ و عمدہ طور پر انجام پائے ہیں کہ اس کی نظیر کسی سابق فرمانروا کے کارناموں میں نظر نہیں آتی۔

اس کے علاوہ خدا کے فضل و کرم سے دشمنان اسلام کی تباہی و بربادی بھی ایسے اس عہد مبارک میں ہوئی ہے کہ اب شاہی لشکر اس قدر تازہ دم و قوی ہے کہ خود بادشاہ کو کسی ملک پر لشکر کشی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

جب کبھی کہ دشمنان اسلام کسی مقام پر فتنہ و فساد برپا کریں تو حضرت کے جاں نثار و خیال اعتماد بندہ درگاہ کو اس فساد کے مٹانے کے لئے نامزد فرمادیتا کہ دیگر فتنہ انگیز افراد اس سے عبرت حاصل کریں۔

دہلی کے جوار میں اکثر ممالک ایسے ہیں جہاں اہل اسلام آباد و حکمران میں اظہار ہے کہ مسلمانوں کے مقابلے میں تلوار اٹھانے میں ایک فائدہ ہے اور دس نقصان۔

دس نقصانات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) فوج کا جو قدم کہ مسلمانوں کی طرف بڑھتا ہے اور اہل اسلام کی ایذا رسانی کی

جو کوشش کہ لشکر کے سپاہی کرتے ہیں اس کا تمام گناہ خود فرمانروا کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔

(۲) بیت المال مسلمانوں کو قوت پہنچانے کے لئے جمع کیا جاتا ہے نہ اس لئے کہ اُس کے صرف سے اہل اسلام کو تباہ و برباد کیا جائے۔
تیسرے یہ کہ کئی ہزار مسلمان نیک کردار بلا کسی سبب کے محنت و مشقت میں گرفتار ہوتے ہیں۔

چوتھے یہ کہ انسان کی عزیز عمر اور اُس کا قیمتی وقت بیکار گزرتا ہے اور ہر دم و قدم پر اُس کے نامہ اعمال میں گناہ لکھے جاتے ہیں۔
پانچویں یہ کہ اگر ملک فتح ہو جاتا ہے تو ہزار نامہ عورات اس طرح طرح ذلیل و رسوا ہوتی ہیں۔

چھٹے یہ کہ غیر مشروع و خراب مال بیت المال میں جمع ہوتا ہے۔
ساتویں یہ کہ دیگر سلاطین کو اہل اسلام سے جنگ کرنے کا حوصلہ نہیں ہوتا۔
آٹھویں یہ کہ اس قسم کے افعال خوش خصال مسلمانوں کے درمیان پسندیدہ نہیں خیال کئے جاتے۔

نہیں یہ کہ محض ایک فضول امر کے لئے کئے ہزار دشمن پیدا ہو جاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ کل تیامت کے روز ہر شخص کا جدا گانہ جواب دینا ہو گا۔
دسویں یہ کہ یہ ان حشر میں شفیع روز جزا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ہدایت و پیشانی حاصل ہو گا۔

اس موقع پر وزیر مذکور نے عرض کیا کہ بندہ درگاہ کے خیال ناقص میں جو آیا عرض کر دیا۔

فدوی نے مختصر طور پر یہ دس گناہ حضور سے عرض کئے۔ ان کے علاوہ اگر اہل اسلام کی دیگر مضرتوں اور نقصانات سے بحث کی جائے تو اس کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔

ایک فائدہ جو فدوی نے عرض کیا وہ یہ ہے کہ تمام عالم میں خیر بہ ضرور مشہور ہو جائے گی کہ ظالماں بادشاہ نے اہل اسلام کو جبر و قہر سے اپنا فرماں بردار بنالیا

اور چند مسلمانوں کو جو اُس ملک میں مقیم تھے زیر و زبر کر دیا۔
ظاہر ہے کہ اس قسم کے قہر و غلبہ سے عند اللہ کسی قسم کا اجر و فائدہ نہیں ہے اور
نقصان بیشمار ہے اور ہزار افراد دشمن ہو جاتے ہیں۔
صاحبانِ فہم و فراست صرف دنیاوی شہرت کی خاطر اپنے کو خدا کی بارگاہ میں
مردود و عاصی نہیں شمار کر سکتا۔
خانِ جہاں نے یہ واقعہ فیروز شاہ سے بیان کیا اور وزیر کی تقریر حضرت شاہ کو
بجلی پسندائی۔

فیروز شاہ اپنے ارادے پر سید پشیمان ہوا اور چشم پر آب ہو کر کہا کہ تمھاری تقریر
قواعد جہاں بانی و اساس سلطانی پر مبنی ہے۔
بادشاہ نے اس واقعے کے بعد قطعاً طے کر لیا کہ اہل اسلام پر لشکر کشی نہ کرے گا۔
جس قدر افراد کہ بارگاہ شاہی میں حاضر تھے انھوں نے زمین یوں ہر بار بادشاہ کو دعا دی۔
اس موقع پر فیروز شاہ نے فرمایا کہ ظاہر ہے کہ جو شخص مسلمان ہو گیا اُس کو غمِ اعمال
کیونکر نہ ہو گا۔

بادشاہ نے فرمایا کہ دنیا کے دنی بیچ ہے اگر انسان دنیا سے باایمان اٹھا تو
سبحان اللہ اُس کے تمام افعال و کردار اُس کے خیالات آثار محمود و پسندیدہ خیال
کے جائیں گے۔

سبحان اللہ ایسے دیندار بادشاہ اور ایسے نادر روزگار وزیر کی کیا تعریف کی جائے۔
مختصر یہ کہ فیروز شاہ نے جو مقرب درگاہ الہی بنایا، چالیس سال تک لڑائی کی اور اہل اسلام
کو کسی قسم کی مضرت نہ پہنچائی۔

دوسرا مقدمہ

فیروز شاہ کا غلاموں کو حسم کرنا

روایت ہے کہ فیروز شاہ نے ہندوکان دیکھے کہ جس نے میں جید خوشنما تھا کیا۔

بادشاہ نے اس معاملے میں اس قدر سعی و کوشش کی کہ ہر جاگیردار و عامل کے نام ایک فرمان اس مضمون کا جاری فرمایا کہ اُس مقام پر جہاں کہ آئین شاہی کے مطابق غارت گری کی جائے وہاں اسیروں کا انتخاب کیا جائے اور جہاں فرد کہ بارگاہ شاہی میں خدمت کرنے کے قابل ہو، اُن کے حضور میں روانہ فرمایا جائے۔ ناظرین کو معلوم ہے کہ جس امر میں شاہانِ اولو العزم کوشش فرماتے ہیں وہ کس درجہ کامیاب و بار آور ہوتا ہے غرض کہ ہر جاگیردار جو بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوتا تھا، اپنی حیثیت کے مطابق حید و خوبصورت غلام بادشاہ کے حضور میں پیش کرتا تھا۔

جاگیردارانِ منتجب و خوبصورت غلاموں کو پاکیزہ لباس و کلاہ پہنا کر بادشاہ کے حضور میں حاضر کرتے تھے۔ یہ غلام علاوہ اس کے عمدہ موزے پہنے، دستار اور کمر خدمت باندھے حضور میں پیش ہوتے تھے۔ یہ عام قاعدہ تھا کہ جاگیردار ہر سال فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور اسان تازی و ترکی و بے شمار فیلمان تنومند و انواع و اقسام کے پارچہ جات اور زرد و نقرہ کے ظروف اور ہتھیار و شتر و خچر وغیرہ ہر شے کثرت سے اپنے ہمراہ لاتے اور بعض سو قسم اور بعض بیاس اور بعض بیس اور بعض دس اقسام کے نادر اشیاء بادشاہ کے ملاخظے میں پیش کرتے تھے۔

ان اشیاء کے علاوہ جاگیردار غلام بھی لاتے اور فیروز شاہ نے حکم دیا تھا کہ صاحبانِ قطعہ جس قدر بندگان خدمت پیش کریں، اُن کی قیمت ادا کی جائے اور اُس کو معاوضے میں یہ رقم محصول میں بحری دی جائے۔ بلکہ بے قیاس خدمتی کا قاعدہ خود سلطان فیروز شاہ نے وضع کیا تھا، سلطانِ قدیم کے زمانے میں یہ دستور نہ تھا۔

ہر جاگیردار قدیم زمانے میں اپنی جاگیر سے حاضر ہوتا اور جو کچھ اُس کی قدرت ہوتی، وہ لے کر بادشاہ کے حضور میں آتا، لیکن یہ رقم محصول میں وضع نہ ہوتی تھی۔

فیروز شاہ کا دورِ حکومت آیا اور بادشاہ نے فرمایا کہ اب مالی مقطعہ کے اخراجات بیشمار ہیں، اس گروہ کو رقم خدمتی معاف کر دینا بہتر ہے۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ ہر صاحبِ قطعہ جو اپنی جاگیر سے حاضر ہو اور اپنے حصّہ ملک کے نفاس و تحائف حضور میں پیش کرے، لیکن ان تحائف کی قیمت محال شاہی میں بحری کر دی جائے تاکہ جانبین کی عزّت و وقار قائم رہے اور جاگیردار بھی ملاخظے کے قابل اشیاء

حضور میں پیش کر سکے۔ غرض کہ چالیس سال کامل یہ قاعدہ جاری رہا۔
مختصر یہ کہ فیروز شاہ ہر اُس امیر پر جو بندگان خدمتی زیادہ پیش کرتا، سجدہ نوازش
فرماتا اور جو جاگیر دار کہ ان بندگان پیشگی کی تعداد میں کمی کرتا، اُس پر اُسی لحاظ سے عتابیت
مبذول فرماتا۔

اس طور پر تمام مالی مقلعات کو علم ہو گیا کہ بادشاہ کو بندگان خدمتی فراہم کرنے کا
بجد شوق ہے۔ تمام جاگیر داروں نے اس کام کو تمام امور خدمت پر مقدم خیال کیا
اور چند سال میں بادشاہ نیک خصال کی سبکی و کوشش سے اس قدر بندگان خدمتی
جمع ہو گئے کہ ان کا اندازہ تحریر و تقریر سے باہر ہے۔

بادشاہ کو معلوم ہوا کہ بندگان خدمت بکثرت جمع ہو گئے ہیں اور اُس نے بعض کو
شہر ملتان اور بعض کو دیپال پور اور بعض کو سامانہ اور بعض کو گجرات وغیرہ ہر حصہ ملک
میں سکونت کا حکم دیا۔

بادشاہ نے ان بندگان خدمت کی پرورش کے لئے وظائف مقرر کئے
اور بعض افراد کے لئے اُسی حصہ ملک میں جاگیر مقرر کر دی۔

دوسرے انسداد جو شہر میں مقیم تھے ان کی نقد تنخواہ مقرر کی اور ہر شخص کا
مشاہرہ معین کر دیا۔

بادشاہ نے بعض افراد کو سوا اور بعض کو پیاس اور بعض کو پپیس اور بعض کو تیس
اور بعض کو بیس تنگے، ماہوار عطا فرمائے اور کسی شخص کی تنخواہ دس تنگے سے کم نہ تھی۔
ان بندگان بادشاہی کو چھ یا چار یا تین ماہ کے بعد رقم نقد خزانہ سرکار سے
عطا ہوتی تھی۔

ان بندگان شاہی میں بعض نے حفظِ علوم و شہادت اور بعض نے دیکرِ علوم و دینیہ کی
تحصیل شروع کر دی اور بعض ہندوستان سے ہجرت کر کے شاہی حکم کے مطابق
کتبۃ اللہ چلے گئے اور بعض اشخاص حرفت و صنعت کے کارِ خاںوں میں تعلیم کے لئے
مقرر کئے گئے اور اس طرح تقریباً بارہ ہزار بندگان بادشاہی مختلف صنعت و حرفت
میں لگادے گئے۔

ان کے علاوہ چالیس ہزار بندگان شاہی روزانہ نوبتہ کوامی و خانہ میں حاضر

رہتے تھے اور اس طرح ایک لاکھ اسی ہزار بندگان فیروز شاہی شہر و قلعہ میں جمع ہو گئے۔
فیروز شاہ ان بندگان کی دولت کی راحت و آرام و ہر شے کا خاص انتظام کرتا تھا
چنانچہ ان کی بیچ و بنیاد اس قدر مضبوط ہو گئی کہ حد بیان سے باہر ہے۔
بادشاہ اس گروہ کی پرورش و پرورش کو اپنے اوپر واجب خیال کرتا تھا
اور شاہی توجہ نے اس سلسلے کو ایسا مستحکم کیا کہ بندگان بادشاہی کے معاملات
سلطنت کے کاروبار سے قطعاً علیحدہ ہو گئے۔

ان بندگان بادشاہی کے عرصہ دار و مجموعہ دار و خزانہ دار و دیوان و چاؤش
وغوری و نائب چاؤش غوری علیحدہ ہر مقرر کئے گئے۔

غرض کہ دیوان بندگان دیوان وزارت سے یکلی جدا قرار پائے۔

جب کبھی بادشاہ سواری کرتا تو بندگان تیر انداز صفت بستہ بادشاہ کے
آگے آگے چلتے تھے۔ ان کے علاوہ بندگان تیغ دار و بندوق دار و درویش
بندگان ہزارہ سپاہ تازی و ترکی پر سوار اور بندگان ماہی گاہو میش پر سوار بادشاہ کے
عقب میں چلتے تھے۔

غرض کہ اس طرح ہزار ہا بندگان بادشاہی جمع ہو گئے اور اس حد تک نوبت پہنچی کہ تمام
کارخانہ خاص میں ان کا تقرب ہو گیا۔ چنانچہ آیدار و شہر ایدار و جادار و طبخی و عطسہ دار
و پشت دار و دیگر دار و شمع دار و پودہ دار و جادار و سلاح دار و شکوہ دار و یوزبان و سپہ گوش دار
بہل بان و سوار بند و قاصد دار و درویش و درویش گشتہ اش و قاصد دار و ستہ و غیرہ دیگر اہل مملکت
و دیوان و نعل برون و نعل خانہ و غیرہ میں بھی بندگان بادشاہی مقرر کئے گئے۔

اس کے علاوہ نوبت پاس و ترنماک و چوکی سفری و حضری میں بھی انہی کا تقرب ہو گیا۔

بندگان قرآن جو ان کتاب خانہ و علم خانہ و گھر بیل خانہ میں متعین کئے گئے۔

دوا وین و نیز دیوان عرض و دیوان وزارت میں بھی ان کا تقرب رہا و بعض
بندگان بادشاہی مقلدان و دیگر گروہ دار مجموعہ مملکت مقرر کئے گئے۔

غرض کہ کوئی مقام بندگان فیروز شاہی سے خالی نہ رہا اور حقیقت یہ ہے کہ دہلی میں کسی فرمانروا
نے اس قدر بندگان دولت جمع کرنے کی توفیق نہ پائی تھی۔

سلطان علاء الدین مرحوم نے تقریباً پچاس ہزار پروردگان نعمت جمع کئے تھے اور اس

گردیں بشیر و بشر بھی تھے لیکن علانی دور کے بعد خدا کی حکمت سے کسی بادشاہ کو بندگان شاہی جمع کرنے کی طرف توجہ نہ ہوئی۔

سبحان اللہ چونکہ روز ازل خداوند تعالیٰ نے یہ مقدر فرمادیا تھا کہ چنبر سال یعنی سلطان فیروز شاہ کے انتقال کے بعد گروہ اہل اسلام میں جنگ و جدال کا بازار گرم ہوا اور یار انہی بندگان شاہی کے واسطے ٹھہر پڑے ہوا اس لئے پروردگار عالم نے فیروز شاہ کو بندگان شاہی کے جمع کرنے پر متوجہ کیا۔

بادشاہ نے پالیس سال کامل بندگان دولت کو جمع کیا اور چونکہ پروردگار عالم کی مشیت و تقدیر کا ٹھہر ضروری دنا گزیر ہے۔ فیروز شاہ نے بندگان بادشاہی کا جمع کرنا بھی اپنے خزانہ سلطنت میں خیال کیا اور اس امر میں دل و جان سے سعی و کوشش کی یہاں تک کہ اہل متقطع بندگان بادشاہ کے حضور میں پیش کرتے اور فیروز شاہ اُن کو بعض امرا و لوگ کے سپرد کرنا کہ ان کو تعلیم دی جائے۔

امرا ان بندگان شاہی کو اپنے فرزند کی طرح پالتے اور اُن کے خور و نوش و لباس وغیرہ کا کافی انتظام کرتے اور بچہ ہمدردی کے ساتھ اُن کو تعلیم دلواتے اور ہنر سکھاتے تھے۔ امرائے دربار بندگان بادشاہی کی پرورش و پرورش دخت کرتے اور ان کو علم و ادب میں طاق کر کے بادشاہ کے حضور میں پیش کرتے تھے اور بادشاہ ان امر پر حد سے زیادہ نوازش فرماتا۔ یہ امر اس حد کو پہنچ گیا کہ بادشاہ کی سعی و کوشش انتہائی نے بیشمار بندگان شاہی کو جمع کر دیا اور آخر کار اس گروہ نے جگہ گشتگان بادشاہ کے سر قلم کر کے دربار کے سامنے آویزاں کئے، مہساکہ سلطان محمد فیروز شاہ کے مقدمہ ذکر میں معروض تحریر میں آئے گا۔

تیسرا مقدمہ

ظلیفہ کا خلعت ہندوستان آنا

نقل ہے کہ جس طرح حضرت ظلیفہ بغداد نے سلطان مرحوم محمد تغلق کے لئے صحابہ روانہ فرمایا تھا اسی طرح سلطان فیروز شاہ کے لئے بھی خلعت حکومت روانہ کیا، لیکن فرقیہ یہ ہے کہ

حضرت خلیفہ نے خود سلطان محمد کے معروفے پر خلعت رواد فرمایا تھا اور سلطان فیروز کو بلا کسی تحریک کے اس اعزاز دینی سے سرفراز فرمایا جیسا کہ مورخ عقیف سلطان محمد تغلق کے ذکر میں ہدیہ ناظرین کر چکا ہے۔ بلکہ حضرت خلیفہ نے فیروز شاہ کے لئے علاوہ خلعت کے چند مراتب عورت مریدی رواد فرمائے۔

خلیفہ کی بارگاہ سے ہر بار تین خلعت آتے تھے، ایک سلطان فیروز شاہ کے لئے اور ایک شاہزادہ فتح خاں اور ایک غانجہاں کے لئے۔

مختصہ کہ خلیفہ کی بارگاہ سے خلعت آتا اور بادشاہ اُس کا استقبال کیا کرتا تھا اور خلعت کو رونوں ہاتھوں سے لے کر اس کو آنکھوں سے لگاتا اور سر پر رکھتا۔

اس تعظیم کے بعد بادشاہ منظر نام پر ہر کہہ و ہمہ کے روپر و خلیفہ زماںی ابن عمر ابن رحمان دامام وارث ملک اماں ابو الفتح ابی بکر بن ابی الریح سلیمان خلد اللہ ملکہ کا خلعت زیب بدن کرتا۔ منثور کھومت جس میں فیروز شاہ کو حکمرانی کرنے کی قطعی اجازت دی گئی تھی اور جس میں خلیفہ نے بادشاہ کو سید السلاطین کے خطاب سے سرفراز فرمایا تھا، پیش ہوا اور بادشاہ نے جمیع تعمیل کے ساتھ آگے بڑھ کر قدم اٹھایا اور فرمان کو آنکھوں سے لگتا کرتا دیر اپنے سر پر رکھا اور بعد کو بہ آواز بلند پڑھا۔ بادشاہ شہر کی طرف واپس ہوا اور حجاب بارگاہ نے صدا بلند کی اور فیروز شاہ نے خلیفہ کے قاصدوں سے معافہ و مصافحہ کیا اور ہر شخص کے ساتھ تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔

بادشاہ نے ہر فرد کی پرسش احوال کی اور اس کے بعد شاہزادہ فتح خاں کو خلعت خلافت پہنا کر خان جہاں کو بھی اس شرف سے سرفراز فرمایا۔

فیروز شاہ نے جامہ ہرگز وہیں سے ہر فرد کو اُس کی حیثیت کے مطابق خلعت عطا فرمائے اور اس کے بعد تمام خانان و ملوک کو بھی جامدار خانہ خاص سے جامہ ملے خلعت عنایت کئے۔

اس روز بادشاہ نے تمام خلائق کے روپر و جشن عام کر کے ہر شخص کو نوازش شالانہ سے سرفراز فرمایا۔

فیروز شاہ خلعت خلافت کو بھی تعظیم و تکریم سے پہنا اور اُن جامے کو تبرکاً جامدار خانہ میں رکھوا دیا تھا۔ بادشاہ نے اُن نشان ملے مراتب کو بھی علم خانہ خاص میں محفوظ کرادیا۔

چونکہ سلطان فیروز شاہ نے جو بیٹی و خود ستائی سے قطع نظر کر کے محض خدا پر بھروسہ کیا اور اپنے دل میں اس امر کا یقین کر کے کہ میری حیثیت یہ نہیں ہے کہ میں خود اپنے لئے جامعہ خلافت کی درخواست کروں قطعاً خاموش رہا۔ اس لئے خداوند کریم نے محض اپنے لطف و کرم سے اس کو اس عزت سے سرفراز فرمایا۔

سبحان اللہ جس زمانے میں کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف چالیس سال کو پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت کو خواب میں وحی سے سرفراز فرمایا۔

ہر بار ملک مقرب خواب میں حضرت سے عرض کرتا کہ تم خدا کے رسول ہو اور ہر مرتبہ حضرت کو اس منصبِ عظیم کی بشارت دیتا تھا۔

اس موقع پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے چھ ماہ خواب میں منصب نبوت کی بشارت سنی، لیکن اس پر بھی اپنے کو اس منصب کا اہل نہ خیال کرتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ اس مسئلے میں علماء کو اختلاف ہے اور انہوں نے فرمایا ہے کہ خواب نبوت کا چھیا لیسواں جزو ہے اس لئے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کے بعد چھ ماہ کا خواب میں بشارت وحی ہوتی رہی اور اس لئے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ خواب نبوت کا چھیا لیسواں جزو ہے۔

اس زمانے کے بعد حضرت پر سید اری میں وحی آنے لگی جیسا کہ اس کا تمام قصہ تفاسیر میں مرقوم ہے اور تمام کتابوں میں منقول ہے۔

چونکہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیٹی سے کنارہ کشی فرمائی، اس لئے خدا کے برتر نے حضرت کو اپنے انعامات رحم و کرم سے سرفراز و مالا مال فرمایا اور حضرت کو خاتم الانبیاء قرار دے کر اپنا مقرب ترین بندہ بنا دیا۔

اسی طرح چونکہ سلطان فیروز شاہ نے جو ہر طرح کی تمام خوبیوں سے آراستہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کی فطرت میں انبیاء و اولیاء کے خصائص و دبیعت فرمائے تھے خاتِ برگ کی وجہ سے خود بیٹی سے قطع نظر کی اور خلیفہ کی بارگاہ میں اپنے لئے خود جامعہ حکومت کی درخواست نہ کی اس لئے خدا کے برتر نے اس کو غیب سے جامعہ عطا فرما کر بادشاہ کو ختم سلاطین قرار دیا۔

پچاسمہ

سلطان فیروز شاہ کا محل بارجا میں جلوس کرنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ نے تین محل بارجا مقرر کئے تھے۔ ایک محل محل معین گلبن کے نام سے مشہور تھا جس کو محل ڈاکہ بھی کہتے تھے جس کے متعلق انگریزوں کے ہیں۔

محل دوم محل چھوچوچیں اور محل سوم محل بارعام کے ناموں سے موسوم تھے۔ محل سوم محل میاں گئی بھی مشہور تھا۔

محل بارجا معین گلبن وہ قصر شاہی تھا جہاں کہ تمام خاندان و ملوک و امراء و معارف اور بعض اہل قلم اپنے مراتب کے موافق بادشاہ کے سلام کو حاضر ہوتے تھے۔

محل چھوچوچیں انھیں خواص کے لئے مخصوص تھا۔ اور محل سوم معین گلبن قصہ میاں گئی خاص و عام ہر شخص کے لئے مخصوص کر دیا گیا تھا۔

موترخ عنیف محل معین گلبن کے حالات مقدمے میں ہدیہ ناظرین کر چکا ہے اور محل معین میاں گئی کے جملہ احوال جشن ہائے شب برات و عیدین و نوروز و ایام ممیز بانی و ملاقات خاصہ ان اطراف کے ذکر میں معرض بیان میں آچکا ہے۔

مختصر یہ کہ سلطان فیروز شاہ شہر دہلی سے منتقل ہو کر فیروز آباد میں مقیم تھا، بادشاہ جب کبھی محل بارجا میں جلوس کرنے کا ارادہ کرتا تو دو یا تین روز کے بعد عبادات و قرأت قرآن سے فارغ ہو کر چند سورے کلام اللہ کے تلاوت فرماتا۔

سبحان اللہ سلطان فیروز شاہ کس درجہ خوش اوقات فرمانروا تھا۔ بادشاہ پچہ سورے روزانہ تلاوت فرماتا اور جمعے کے روز سورہ کہیف اور شب جمعہ کو سورہ طہ بلا تاغہ تلاوت فرماتا۔

فیروز شاہ روزانہ چند پارے کلام اللہ کے پڑھتا اور معمولی اور دو وظائف میں کسی قسم کا خلل واقع نہ ہوتا تھا۔

بادشاہ کا عقیدہ اس قدر پختہ تھا کہ قرآن پاک میں جہاں کہیں کہ اسم اعظم اُس کی

زبان پر آتا تو غایت ذوق و شوق میں اُس جگہ کو بوسہ دیتا اور آنکھوں سے ملتا تھا اور یہ طریقہ گریبا اپنے لئے واجب خیال کرتا۔

مختصر یہ کہ بادشاہ کی عبادت کے بعد ملازمین بادشاہی تخت کو آراستہ کرتے اور اول بادشاہ خود شریف لاتا اور تخت سلطنت پر بیکوس کرتا۔

بادشاہ کے بعد سرپرستہ داران خاص و عہدہ دار حاضر ہوتے اور بادشاہ کے حضور میں آداب و مجربئی بجالاتے اور آگے بڑھ کر عرض کرتے کہ حاضرین بارگاہ کے سلام و مجرب کی بابت کیا ارشاد ہے۔ بادشاہ حکم دیتا کہ مخلوق کو سلام کے لئے حاضر کرو اور سرپرستہ داران خاص اول حجاب کو حاضر بارگاہ ہونے کی اجازت عطا کرتے اور اس کے بعد بند گان تختدار زیریں و تقریسیں پیرائے میں لئے ہوئے حاضر ہوتے۔

ان کے بعد دیوان رسالت کی نوبت آتی اور دیوان فضل کے کارکن دیوان رسالت کے ہمراہ ہوتے تھے۔ ان تمام جماعتوں کے بعد دیوان عامی و وزارت حاضر ہوتے اور اپنے محل مقررہ پر جانب راست موڈ بکھڑے ہوتے۔

دیوان وزارت کے بعد دیوان عرض کی نوبت آتی اور کو تو الان ملک دیوان عرض کے ہمراہ ہوتے تھے۔ اور دیوان عرض جانب چپ استادہ ہوتے۔

تمام شاہزادگان و نیز عہدہ اعیان ملک بادشاہ کے عقب میں جگہ پاتے البتہ بعض جاگیردار و کارکنان سلطنت کو بھی جانب چپ قیام کرنے کی اجازت مرحمت ہوتی تھی اور ہر شخص اپنے مرتبے کے مطابق درگاہ میں استادہ رہتا تھا۔

تمام حاضران بارگاہ میں کوئی شخص بھی بغیر کلاہ ہر اول کے حاضر نہیں ہو سکتا تھا، لیکن چند تیغدار جن کو بارگاہ شاہی سے جامہ زرد و زمی و نند سفید و کمر تریں و کلاہ بارنگی بطور خلعت عطا ہوتی تھی وہ البتہ اپنے خاص لباس میں بارگاہ میں حاضر ہوتے تھے۔

سبحان اللہ سلطان فیروز شاہ کا کیا عہدہ طریقہ حکومت تھا کہ تمام امراء اعیان ملک و نیز تمام اہل قلم حبیب رغبت و مسرت کے ساتھ جامہ زمینہ پہنتے اور کسی فرد کو بھی اس قسم کا لباس زیب بدن کرنے میں تاہل نہ ہوتا تھا مختصر یہ کہ دربار گاہ پر یا اس کے نشیب میں کسی شخص کو بھی بغیر موزہ و موئے بند استعمال کئے ہوئے بارگاہ میں حاضر ہونے کی اجازت نہ ہوتی تھی۔

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بار جا کے وقت بادشاہ شکر دل کے اڑانے اور گھوڑوں کو جکڑ دلوانے میں بھی مشغول ہوتا۔

جو افراد کہ تخت شاہی کے متصل استادہ ہوتے اُن کی ترتیب حسب ذیل ہوتی تھی۔
خان جہاں وزیر جانب راست تخت شاہی سے قریب جگہ پاتا تھا۔

امیر اعظم امیر احمد اقبال خان جہاں سے بالاتر، لیکن بقدر ایک زانو کے خان جہاں کے عقب میں بیٹھنا تھا۔

اس مرتبہ نشست سے مراد یہ تھی کہ امیر احمد اقبال کا مرتبہ نہ خان جہاں سے بڑھتا ہے اور نہ فروتر۔

اس کے علاوہ ملک نظام الملک امیر حسین امیر میران جو نائب وزیر ممالک تھا، خان جہاں سے فروتر بیٹھتا تھا۔ غرض کہ تخت شاہی سے متصل چھ بیٹھنے والے ہوتے تھے۔
جانب چپ خان جہاں کے عقب میں ایک جامہ دوہہ کر کے بچھایا جاتا تھا اور اس جامے کے صدر میں قاضی صدر جہاں بیٹھتے تھے اور اُن کے متصل بائیں گوشہ کی اجازت عطا ہوتی تھی۔

بائیں سے متصل منگل خاں اعلیٰ جگہ پاتا تھا۔

جانب چپ تخت شاہی سے متصل جگہ خالی رہتی تھی۔

ایک جامہ غلزدوہہ کر کے بازو کے چپ کی جانب قدرے فاصلے سے بچھایا جاتا تھا اور اس جامہ خانے کے صدر میں جانب چپ ظفر خاں کو جائے نشست عطا ہوتی تھی۔

ظفر خاں کے متصل احمد خاں اور نیز بنو صاحب دو چیز اور اُس کے متصل اعظم خاں خبر رساں جگہ پاتے تھے۔ اور اُن کے عقب میں رائے مدار دیو (رائے بلار) درائے کمبیر

ورادت روہرن زمین پر نشست کرتے تھے۔ اس زمانے میں متورخ عقیف شاہی حکم کے مطابق محل سلام میں حاضر ہوتا تھا۔

مختصر یہ کہ خان جہاں بارگاہ میں حاضر ہوتا اور اُس کے ہمراہ دیوان وزارت کے تمام اصحاب حاضر ہوتے تھے۔ خان جہاں اور اس کے رفقا محل جواب سے سلام

کرتے تھے اور طرف راست کے تمام امرا اپنے مقامات پر استادہ ہو جاتے تھے۔

دستور مشہور کے برادرزادہ و برادران انتخاب دیوان سے بالاتر جگہ پاتے تھے۔

ادراں میں اور حجاب دیوان میں صرف دو اشخاص کا قاصد ہوتا تھا۔
غرضکہ دستور ان سلطنت آگے بڑھتے اور بار دوم سربریز میں ہوتے تھے۔
بادشاہ خود اپنے اٹھ سے بیٹھنے کا اشارہ کرتا اور دستور ان ملک بار سوم سربریز میں
ہو کر اپنے مقام پر بیٹھ جاتے تھے۔

ملک الشرق نظام الملک نائب وزیر اس زمانے میں وزیر کے برابر بیٹھتا تھا۔
سلاطین قدیم کے عہد میں نائب وزیر کو تخت شاہی کے روبرو بیٹھنے کی اجازت تھی
لیکن جب سلطان فیروز کے عہد حکومت میں ملک نظام الملک کو نیابت کا عہدہ عطا ہوا
تو چونکہ یہ امیر بادشاہ کا خاص شیر تھا اور نیز یہ کہ بادشاہ کی ہمیشہ اس کے حوالہ عقد میں تھی، اور
نظام الملک تمام غویوں سے آراستہ تھا، بادشاہ نے حکم دیا کہ نائب وزیر وزیر سے فروتر
تخت شاہی کے روبرو نشست اختیار کرے۔ مختصر یہ کہ خان جہاں بارگاہ میں حاضر ہو کر
اپنے محل و مقام پر بیٹھتا اور بادشاہ اس کی جانب روئے سخن پھیر کر اس سے کلمہ و کلام میں
مشغول ہوتا تھا۔

بادشاہ کا قاعدہ تھا کہ وزیر کی موجودگی میں کسی شخص غیر سے گفتگو نہ کرتا تھا۔
اگر بادشاہ کسی شخص غیر کو اپنے حضور میں طلب کرنا چاہتا تو بھی خان جہاں کی طرف
اشارہ کرتا۔

خان جہاں اس شخص کو طلب کر کے بادشاہ کے حضور میں پیش کرتا۔
اگر بادشاہ کسی شخص پر غضب و غصہ کرتا تو بھی خان جہاں کی طرف رخ کرتا تھا۔
غرضکہ سلطان فیروز شاہ ہر معاملے میں خان جہاں سے گفتگو کرتا تھا۔
حقیقت یہ ہے کہ جو آئین کلام کہ دیگر سلاطین عالم نے سیاست و تدبیر سے وضع
کئے تھے، فیروز شاہ الہام الہی سے مستفید ہو کر ان پر عمل کرتا تھا۔

قابوس حکیم نے قابوس نامے میں تحریر کیا ہے کہ سلاطین عالم کا فرض یہ ہے کہ وزیر کی
موجودگی میں شخص غیر سے کلمہ و کلام نہ کرے، اس لئے کہ اگر وزیر کی موجودگی میں بادشاہ کسی
امیر کو مخاطب کی عزت سے سرفراز فرمائے گا تو اس روز رجب ملک کو نقصان پہنچ جائیگا۔
اس کا اصل سبب یہ ہے کہ وزیر کو تمام ملک سے محاسبہ کرنا پڑتا ہے اور خواہ
بادشاہ کا پسر ہو یا برادر ہر رکن شاہی بھی وزیر کے محاسبے میں گرفتار ہوتا ہے۔

ان وجوہ کی بنا پر تمام اصحاب سلطنت وزیر کے دشمن ہوتے ہیں، اگر بادشاہ وزیر کی موجودگی میں شخص غیر سے کلمہ و کلام کرے گا تو عمدہ ارکان دربار کو یہ گمان ہو گا کہ مشائخ بادشاہ وزیر سے ناراض ہے اور اس وجہ سے دوسرے شخص سے مخاطب کر رہا ہے۔ اس گمان کی بنا پر وزیر کی عظمت و قلوب میں کم ہو جائے گی اور نیز وزیر بھی بد دل ہو کر یہ گمان کرے گا کہ شاید محمد سے کوئی قصور صادر ہوا ہے، جس کی وجہ سے بادشاہ مجھ سے ناراض ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وزیر اپنے فرائض محاسبہ کو بخوبی انجام نہ دے سکے گا اور جب حال کے محاسبے میں فرق آئے گا تو مال و خزانہ شاہی میں نہ داخل ہو سکے گا اور مال و دولت کی کمی سے بنیاد سلطنت کمزور ہوگی اور ملک میں خلل پیدا ہو جائے گا، اس لئے کہ بادشاہی کی بنیاد و نظام حکومت مال و دولت پر مبنی ہے۔

دستور الوزرائیں مرقوم ہے کہ جو مال و دولت کہ عمال شاہی قعر زمین میں دفن کر دیتے ہیں، وزیر اپنی انعم و فرست و نیز تدبیر و سیاست سے ان عمال کی چشم طمع کو رو کر کے رقم قعر زمین سے نکال لیتا ہے۔

شاہان عالم و زرا و دستور ان ہوشمند کی قدر و قیمت جانتے ہیں جو محتاج بیان نہیں ہے۔ چونکہ سلطان فیروز شاہ صاحب تجربہ فرماں روا تھا اور ملک میں تمام ادیب و بلغائیں ممتاز تھا، اس لئے بادشاہ وزیر کی موجودگی میں شخص غیر سے قطعاً کلام نہ کرتا، اور اگر کسی شخص کو قد مبوسی کے لئے تحت کے رو برو طلب کرتا تو بادشاہ اپنے وزیر بصیرت سے اس شخص کے آبا و اجداد کے احوال سے اس کو خور و بیچان لیتا، یہ شخص خدا کا فضل تھا جو اس فرماں روا کے شامل حال رہا، ورنہ ظاہر ہے کہ انسان ضعیف البنیان کو فطرۃً اس قسم کا ادراک کہاں میسر ہوتا ہے۔

ظاہر ہے کہ ہزار انسان کی جو قد مبوسی کے لئے حاضر ہوں، آباؤی شرافت کو محض ان کے بشرے سے دریافت کر لینا اور پھر ان سے انہی کی حیثیت کے مطابق گفتگو کرنا اور ان حاضرین کو مسترت و خوشی کسانہ اپنے سے رخصت کر دینا، اور ان حاضرین کا دعا کرتے ہوئے واپس جانا ایک ایسا امر ہے جس کو کتاب سے قطعاً سہوکار نہیں ہے۔

بادشاہ کی یہ شناخت و فرست و محض اس کی خوبی بصیرت و عطیۃ الہی ہے جس میں اس کی کوشش کو دخل نہیں ہے۔

انشاء اللہ تعالیٰ قرآن روائی کے چند اہم ترین نکتے اس مقدمے کے آخر میں تفصیل کے ساتھ بیان کئے جائیں گے۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ ایک پیر تک محل بارجین نشست اختیار کرتا اور اس کے بعد دوسرے محل میں چلا جاتا اور خانان درگاہ و ملک بارگاہ اپنے مسکن کو واپس جلتے۔

خان جہاں آئین قدیم کے مطابق مستند وزارت پر جلوس کرتا اور محل کے اہل کا محاسبہ پیش ہوتا تھا اور ہر شخص اپنے فرائض منصبی میں مشغول ہوتا تھا۔

اس مقام پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ فیروز شاہ کے دربار کی نشست کا یہ قاعدہ تھا کہ تخت حکومت کی جانب راست خان جہاں اور امیر احمد اقبال و نظام الملک کو جگہ دی جاتی تھی اور جانب چپ تخت سے متصل باوجود قریب و عہدہ کے کسی شخص کو بیٹھنے کی اجازت نہ تھی، حالانکہ سلاطین قدیم کا دستور تھا کہ ان کا دست چپ بھی امرا سے خالی نہ ہوتا تھا۔

ایسی حالت میں بادشاہ کے اس فعل کو کسی مصلحت پر معمول کیا جاسکتا ہے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ مورخ مغنیف جس زمانے میں سلام کے لئے حاضر ہوتا تھا اس عہد میں دست چپ امرا کے وجود سے خالی تھا اور مورخ نے اپنے والد ماجد سے اس کا سبب دریافت کیا۔

میرے والد نے فرمایا کہ دست چپ زمانہ قدیم سے سر لشکر کے لئے مخصوص ہے سلطان فیروز شاہ نے اپنے آغاز حکومت میں سر لشکر کا عہدہ اپنے غلام بشیرا کو عطا کر کے اس کو عہدہ الملک کے خطاب سے سرفراز فرمایا، لیکن اس شخص کی نشست جانب چپ متصل تخت نہ تھی۔

فیروز شاہ کے اوائل عہد میں خان جہاں اگرچہ وزیر تھا، لیکن جانب چپ بیٹھتا تھا اور دست راست کی طرف خان اعظم تاجدار خاں کو جگہ عنایت ہوتی تھی۔

چند سال کے بعد خان اعظم نے وفات پائی اور خان جہاں کو حکم ہوا کہ اپنے مقرّر کردہ مقام پر نشست اختیار کرے اور اس طرح جانب چپ خالی رہ گیا۔

اس درمیان میں خان اعظم ظفر خاں بنگال سے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا، جیسا کہ مورخ قسم دوم میں تفصیل کے ساتھ بیان کر چکا ہے۔ اور فیروز شاہ نے حکم دیا کہ ظفر خاں کو مستند عطا کی جائے اور یہ امیر جانب چپ نشست اختیار کرے۔

چند سال کے بعد طغرفاں نے بھی وفات پائی اور اُس کا فرزند دریا خاں اپنے پدر کا جانشین ہوا اور اس شخص کی نشست کی بابت بادشاہ سے عرض کیا گیا۔
فیروز شاہ نے حکم دیا کہ جانب چپ صدی میں اپنے مرحوم پدر کی جگہ نشست اختیار کرے۔
اس طرح لوگوں نے اعتراض کر کے کہ محل بار جا صحن گلین میں سید در کانی مولانا جلال الدین رومی و شیخ الاسلام کی جگہ کہاں تھی۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ سید در کانی جانب راست صدر جہاں سے فرود تر جگہ پاتے اور مولانا جلال الدین رومی سید در کانی کے متصل قیام فرماتے تھے۔
شیخ الاسلام ہمیشہ ایک پیر روز گزرنے کے بعد بادشاہ کی ملاقات کو آتے اور اُس وقت بادشاہ محل چھب میں قالین کے اوپر بیٹھتا تھا۔
شیخ الاسلام بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوتے اور فیروز شاہ اُن کا استقبال کرتا اور اپنے ہاتھ شیخ کے قدموں تک لے جاتا۔

حضرت شیخ بادشاہ کو دعا دیتے اور اپنے سینے سے لگاتے تھے اور اس کے بعد بادشاہ و شیخ ہر دو اصحاب ایک ہی جگہ بیٹھتے تھے اور اس مجلس میں شخص غیر کو گنجائش نہ تھی۔
بادشاہ جناب شیخ سے کلمہ و کلام کرتا اور طعام و شربت و میوہ و قند و غیرہ کا دور ہوتا تھا اور اس کے بعد شیخ الاسلام بادشاہ سے رخصت ہو کر تشریف لے جاتے اور بادشاہ چند قدم اُن کا استقبال کرتا۔

رخصت ہونے کے وقت بھی حضرت شیخ بادشاہ کو دعا دے کر اُس کو اپنے سینے سے لگاتے۔

اگر حضرت شیخ کو بادشاہ سے کسی ضرورت کے متعلق کچھ فرماتا ہوتا تو وہ زبانی نہ ارشاد کرتے، بلکہ ایک کاغذ پر لکھ کر اپنے دستار میں لپیٹتے اور اُس کو چھوڑ جاتے تھے۔
بادشاہ حضرت شیخ کو رخصت کر کے واپس آتا اور قالین پر حضرت کی دستار و کاغذ کو پاتا اور اس خط کو اول سے آخر تک پڑھتا۔

بادشاہ حضرت شیخ کے نامے کا جواب حضرت کے حب خواہش اُسی وقت لکھ کر اپنے حضور میں اُس کو مرتب کر کے کسی معتد امیر کے سپرد کرتا اور اُس کو حکم دیتا کہ یہ خط جلد سے جلد شیخ الاسلام تک پہنچا دے، بلکہ حضرت شیخ سے پیشتراں کی خاقاہ تک پہنچ جاتا۔

اُس وقت قاضی لجدادی و ملاک مبارک کبیر وغیرہ محلِ جمعہ میں بادشاہ کے پس پشت استادہ رہتے تھے۔

پانچواں مقدمہ

اُس عہد کے ملوک و امرا کی مسرت و فراعہ البالی

نقل ہے کہ فیروز شاہ کے عہد حکومت میں تمام خانان درگاہ و ملوک کرام و تمام عمال شاہی و فرقہ ترکش بندِ غرض کہ تمام خاص و عام احرار و غلام تمام اشخاص خوش و خرم تھے اور تمام طلبائے کوہِ ہر وقت تازہ مسرت و بے اندازہ نشاط حاصل ہوتی تھی۔ اُس عہد کی تاثیر و نیز سلطان فیروز شاہ کے قدم کی برکت نے تمام ملک کو مبارک و میمون بنا رکھا تھا۔

جب کبھی کہ فیروز شاہ ملک کے کسی جانب سفر کرتا تو اُس نواح کے ملوک کو اس درجہ خوشی و مسرت ہوتی گویا یہ گروہ اُس نواح کی حکمرانی کو جا رہا ہے۔ بادشاہ نے خدائے برتر کی توفیق سے ہر امیر کو جمیع انعامات و اطلاعات و برکات و قصبات و قریات و مہانات و غیرہ مدد معاش میں عطا فرمائے تھے۔

ان امرا کو بادشاہ کے ان عطیات میں جمید برکت حاصل ہوئی اور کم کوئی ایسا امیر ہو گا کہ اُس کے پاس ہر اش خانہ نہ ہو۔

ہر امیر کے گوشے خانے میں فرش کا عمدہ ذخیرہ تھا اور ہر شخص کے ہمراہ صاحبِ جمال و خوش آواز کنیزوں کا ایک گروہ رفعِ طلال کے لئے ہر شخص کے ہمراہ رہتا تھا۔ جس مقام پر کہ امرا مقام کرتے، ہر منزل میں بے شمار اطمینان بخش ساز و سامان و فراغیالی و ازوال غلہ میسر آتا تھا۔

کسی فرد کو کبھی نہ بادشاہ کے مظالم کا خوف تھا اور نہ کسی شخص غیر غائب و حاضر سے کسی طرح کا خطرہ تھا۔

سلطان فیروز شاہ کے عہد میں اگر بادشاہ کسی وجہ سے شہر سے غائب ہوتا تو خلائق

بادشاہ کی غیر حاضری سے بید پریشان ہوتی اور چند ہی روز میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو جاتی تھی۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ کے عہد حکومت میں چونکہ بادشاہ مقبول بارگاہ الہی تھا ہر صیغہ دہر شیعے میں بے انتہا مسرت و فارغ البالی تھی۔

مخلوق خدا اس درجہ مرذہ الحال تھی کہ ہر شے سے سرو کی آواز بلبست رہتی اور جو امر اگر صاحب اقتدار تھے وہ الوان نعمت تیار کر کے مخلوق کو تقسیم کرتے تھے۔

بادشاہ کے لشکر کی خوش حالی کا یہ عالم تھا کہ کسی فرد بشر کو لشکر سے واپس جانے کا خیال بھی نہ آتا تھا اس لئے کہ ہر اہل لشکر کے مکان میں اس قدر آسودگی تھی کہ کسی سپاہی کے دل میں اپنے اہل و عیال کی طرف سے کوئی خطو نہ گزرتا تھا۔

بادشاہی لشکروں میں ہر فرد کو اس قدر آرام و فراغت حاصل ہوتی تھی کہ معمولی مہمیں بھی بے شمار اشخاص بادشاہ کے ہمراہ ہو جاتے تھے اور اس درجہ خوش و مطمئن رہتے کہ واپسی کا خیال بھی نہ کرتے تھے۔

شہر کے اہل بازار بے شمار مال و اسباب اپنے ہمراہ لے کر بید مسرت و خوشی کے ساتھ بادشاہ کے ہمراہ ہو جاتے تھے، بلکہ یہ رسم قدیم سے چلی آتی تھی کہ اہل خدمت میں وہی لوگ لشکر بادشاہی میں داخل ہو کر روانہ ہوتے تھے جن کو رئیس شہر اجازت دیتا تھا۔

چونکہ لشکر شاہی میں بے انتہا سفر و آرام حاصل ہوتا تھا اس لئے بعض گروہ اہل بازار کا اس معاملے میں رئیس شہر کی منت و حاجت کرتے تھے اور اس کے عوض قدرے رقم بھی رئیس کو نذر کرتے تھے۔

سبحان اللہ اس بادشاہ کا دور حکومت کس قدر بابرکت تھا جو عرض بیان میں نہیں آ سکتا ہے۔

جب بادشاہ خدا کی مدد و عنایت سے شکار سے واپس ہوتا اور شہر میں آتا تو تمام خانان و ملوک درگاہ مسرت و خوشی کے عالم میں اپنے مکانات کو واپس جاتے۔ بادشاہ خدا کی عنایت و مہربانی سے کو شک سلطانی میں جو دریاے جمنہ کے ساحل پر واقع تھا مقام کرتا، فیروز شاہ کے فرود سے چند روز قبل خان چہاں کے حکم کے مطابق تمام شہر فیروز آباد میں قلعی کرائی جاتی تھی اور در و دیوار پر طرح طرح کے نقش و نگار

بنائے جاتے تھے اور نذر کے لئے بیشمار اسباب ہتھیائے جاتا تھا۔
شہر کے ہر چار جانب بیرق لگائی جاتی تھی اور ہر چار بیرق کے فاصلے پر ایک
دھول، دو شہنشاہ اور ایک بیرغون رکھے جاتے تھے۔
تقریباً بارہ ہزار بیرقیں شہر کے ہر چار جانب سے جمع ہوتی تھیں اور یہ تمام نشانات
بادشاہ کے دربار کے روبرو یکجا کرتے تھے۔

بادشاہ دریا کے کنارے قیام فرماتا اور یہ حکم دیتا تھا کہ خانان و ملوک میں
کسی فرد بشکر کو تنہا شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جائے اور اس حکم سے یہ مقصد تھا کہ
تمام امرا بادشاہ کے ہر کاب شہر میں داخل ہوں تاکہ رونق و چشم میں معتدیہ اضافہ ہو جائے۔
غرض کہ آفتاب کے طلوع ہونے اور نماز فجر کے ادا کرنے کے بعد خان جہاں
مع تمام لشکر و اعیان شہر کے دریا کو عبور کرتا اور تمام بیرقوں و چشم کے ہمراہ بادشاہ کی
قد بوسی کا شرف حاصل کرتا تھا۔

اس کے بعد فیروز شاہ خدا کی عنایت و مہربانی سے بچہ مطمئن و مسرور ساعت سعید
میں شہر میں داخل ہوتا تھا۔ تمام عہدہ داران شہر کے تحائف و رقوم نذر بادشاہ کے ملا خطے
میں پیش ہوتے جس کی تفصیل یہ ہے کہ اول خان اعظم تہا لہن خان جہاں کے اور بعد اُس کے
ملک الشرق ملک نظام الملک نائب وزیر کے تحائف پیش ہوتے اور اس کے بعد دیگر
نوائین و امارا و علماء و سادات و اعیان شہر و دیگر باشندگان ملک کے تحائف بادشاہ کے
ملا خطے میں پیش کئے جاتے تھے۔

جو اشخاص کہ دیگر شہروں کے بھی کسی خاص وجہ سے خان جہاں کی خدمت میں
ماضی ہوتے تھے اُن کی نذیریں بھی بادشاہ کے ملا خطے میں گورتی تھیں۔
غرض کہ تمام خلایق اعلیٰ و ادنیٰ اپنی اپنی حیثیت کے مطابق بادشاہ کے حضور میں
پیش کرتے تھے۔

بادشاہ کے وہ ہمراہی و اہل لشکر جو دیہات و قریات کے باشندے تھے نہایت
اطمینان و مسرت کے ساتھ اپنے مکانات کو جاتے اور اپنے اعزہ و احباب سے ملاقات
کرتے، غرض ہوتے اور سفر کے تمام واقعات بیان کرتے تھے۔ سبحان اللہ! اس
بادشاہ فرشتہ خصال کے عہد میں خلعت خدا اس درجہ فارغ الہال و مرفہ الحال تھی کہ اور

ہے اس قدر کثرت و ارزانی کے ساتھ دستیاب ہوتی تھی کہ حد بیان سے باہر ہے اور یہ تمام برکات بادشاہ کے قدموں کی برکت سے تھی۔

عہد فیروز شاہی کے برکات اس حد کو پہنچ گئے تھے کہ مساکین بھی اپنی خیران خیر سال کو کم سنی کے زمانے میں بیاہ دیتے تھے۔

سبحان اللہ اس بادشاہ دیندار کے مہد مبارک کا کیا کہنا کہ اس کے مہر میں ذرہ برابر بھی ناخوشی کا ظہور نہ ہوا۔

ظاہر ہے کہ یہ تمام برکات خود بادشاہ کے قدموں کا طفیل تھے، ورنہ اس کے انتقال کے بعد تمام شہر زیر و زبر ہو گیا، اور جو اشخاص کہ اب زندہ ہیں وہ اس مبارک و بابرکت عہد کو یاد کرتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ یہ مبارک عہد اپنے برکات کی وجہ سے کبھی گوشہ دل سے فراموش نہ ہو سکا۔

چھٹا مقدمہ

عہد فیروز شاہی کی فراغت و ارزانی کا بیان

نقل ہے کہ فیروز شاہ کے بابرکت عہد میں فارغ البالی حد تک کو پہنچ گئی تھی یہ ارزانی صرف شہر تک محدود تھی بلکہ تمام ممالک محروسہ میں ایک حال تھا۔ بادشاہ کے چالیس سالہ دور حکومت میں قحط کا نام و نشان تک سنائی نہ دیا اور فیروز شاہی عہد کے برکات کے مقابلے میں تمام اہل شہر علانی برکات کو قطعاً بھول گئے۔

عہد علانی کے برکات تاریخ میں بے نظیر تھے لیکن فیروز شاہی عہد کی فراغت نے ان کو بھی گوشہ دل سے فراموش کر دیا۔

سلطان علاء الدین نے ارزانی کے لئے جس قدر مبلغ کوشش کی اس کے حالات کتب تواریخ میں مفصل مذکور ہیں۔ علاء الدین نے سودا گروں کو رقم عطا کی اور بشمار زر و دولت ان کے سامنے پیش کیا، ان کے وظائف مقرر کئے اور ان کو ہر قسم کے رحم و کرم شاہی سے سرفراز کیا اس وقت اس درجہ ارزانی پیدا ہوئی، لیکن عہد فیروز شاہی میں

بغیر کسی قسم کی سبکی و کوشش کے غلہ و دیگر اجناس میں ارزانی پیدا ہوئی۔
فیروز شاہی عہد کے یہ برکات محض علماے ربانی تھے جو اس بادشاہ کے
حسن عقیدہ کے نتائج ہیں۔

اُس عہد میں غلہ کی ارزانی کا یہ عالم تھا کہ شہر دہلی میں گہوں آٹھ جیتل فی من اور چنا
اور جو چار جیتل فی من کے نرخ سے فروخت ہوتے تھے۔

اسی طرح شہر میں شکر بھی ایک جیتل فی من کے حساب سے فروخت کی جاتی تھی۔
غرض کہ اس بادشاہ کی پاک عقیدت کی برکت سے ہر قسم کا غلہ ارزاں تھا، اور

اسی طرح کپڑوں میں خواہ بیدیرنگ ہو یا زینہ عید ارزانی پیدا ہو گئی۔
اُس زمانے میں بادشاہ نے علم دیا کہ شیرینی کا تہہ نیم نرخ بھی گھٹایا جائے
اور حب تمام اشیاء ارزاں ہو گئی ہیں تو شیرینی کے نرخ میں کمی نہ کی جائے۔

مختصر یہ کہ عہد فیروز شاہی میں جو چالیس سال کا دور حکومت ہوتا تھا اس کے
فضل و کرم سے تمام چیزیں عید ارزاں ہو گئی تھیں۔

اگر کسی وجہ سے ملک میں گرانی پیدا ہوتی تو البتہ غلہ فی من ایک تنگہ فروخت
ہوتا تھا اور یہ گرانی بھی چند روز تک محدود رہتی اور اس کے بعد یہ دستور سابق ارزانی
ہو جاتی تھی۔

فلت خدانے چالیس سال کامل قحط کا نام نہ سنا۔
غرض کہ عہد فیروز شاہی کی بہترین قسمت ہر شے کی عید ارزانی تھی جس کی نظیر
مشکل سے دستیاب ہو سکتی ہے۔

اس بادشاہ کے عہد میں ارزانی کی طرح آبادی میں بھی عید ترقی ہوئی، چنانچہ
میان دو آب میں کوہ سکھر دو آب و کھول سے لے کر کول تک ایک گاؤں بھی خراب و دیران
نہ تھا اور اس حصہ ملک یعنی میان دو آب میں پچاس پر گلوں مہم تھے۔

غیر دو آب میں بھی آبادی کا تقریباً یہی حال تھا، چنانچہ ہر حصہ ملک میں ایک کوس
کے درمیان چار گاؤں آباد تھے اور ہر موضع کے باشندے عید المہینان و فراغت
کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔

اس بادشاہ کے عہد بابرکت میں ملک میں عید آسائش و آسودگی تھی۔

فیروز شاہ کو باغات کے نصب کرنے کا بھی بیحد شوق تھا اور ہر باغ کا صحن
بہد خوبی و لطافت سے آراستہ کیا جاتا تھا، چنانچہ شہر دہلی کے جوار میں ایک ہزار دو سو باغ
سر سبز و شاداب موجود تھے۔

جو باغات کہ اوقاف میں دیگر اشخاص کی ملکیت میں داخل تھے، بادشاہ نے
اُن کو بحال رکھا۔

بادشاہ کو باغات نصب کرنے کا اس درجہ شوق تھا کہ اُس نے سلطان علاء الدین
بنکاروہ میں تیس باغ نصب کئے اور نیر سالورہ میں اسی بٹی باغ اور چتور میں چالیس بٹی
باغ نصب کئے گئے اور ہر باغ میں ہر قسم کے انگور سپید و سیاہ، خرمائی و جیتوری و افغانی
و سپری و آلو وغایہ غلاماں مسات قسم کے پیدا ہوتے تھے۔

ان انگوروں کا نرخ یہ تھا کہ ایک جبتیل کو ایک سیر فروخت ہوتا تھا۔

سببا اربع ہر باغ میں خلیفہ میوہ جات بھی پیدا ہوتے تھے اور عہد فیروز شاہی
میں علاوہ حصہ املاک باغبانوں کے ایک لاکھ اسی ہزار تنگے دیوانی کو محصول ملتا تھا۔
اس زمانے میں میان و دہلی کا محصول اسی لاکھ تنگے تھا
بادشاہ دیں پناہ کی انتہائی سعی و کوشش سے چھ کروڑ پچاس لاکھ تنگے جوار دہلی کا
محصول حاصل ہوتا تھا۔

اگرچہ فیروز شاہ نے اپنے تدبیر و سیاست سے مملکت دارالملک کو مختصر کر دیا تھا
تاہم اس حصہ ملک کا محصول اس قدر تھا کہ بادشاہ نے اس قسم کو امرا کے درمیان
تقسیم کر دیا تھا۔

بادشاہ نے خانان ملک کو اُن کی خالی اور امرا و ملوک کو اُن کی جاہ و شہمت اور
اعیان ملک کو اُن کی آرام و راحت کے مطابق رقوم عطا فرمائی ہیں۔

فیروز شاہ نے اہل لشکر و دیگر حشم کو مواضع اُن کی ضروریات کے مطابق عنایت
کی تھیں اور غیر وجہی ملازمین کو نقد و رقم خزانہ سرکار سے عطا ہوتی تھی۔ اسی طرح دیگر ضروریات زندگی
قیاس کرنا چاہئے۔

چونکہ وجہ داروں کا اطلاق اُن کے اقطاعات کے متعلق ہوتا اس لئے ہر اقطاع
سے اُن کو وجہ یا نصف کامل طور پر حاصل ہوتا تھا۔

اس زمانے میں بے شمار اشخاص اپنے احباب کے اقطاعات بانیین کی خدمت سے خرید کرتے تھے اسی طرح شہر میں ایک ٹلٹ اُن کو دیا جاتا تھا۔ اصل بالکوں کو نصف مسلم وصول ہوتا تھا اور خریداران اقطاع کو بھی کامل نفع اسی طرح حاصل ہوتا تھا۔ اس طرح بے شمار افراد اس عہد میں دولت مند ہو گئے اور ان کا بازار گرم ہوا۔

مختصر یہ کہ سلطان فیروز شاہ نے تمام بلاد و ممالک کا محصول تمام خلقت پر تقسیم کر دیا تھا چنانچہ خان جہاں وزیر کو علاوہ سپاہ و احباب و اولاد کی تنخواہ کے تیرہ لاکھ تنگے سالانہ عطا ہوتے تھے جس کے معاوضے میں ان کو مقطعے پر گئے عطا ہوئے تھے۔ اسی طرح بادشاہ نے ہر امیر کو اس کی حیثیت کے موافق عطایات شاہانہ سے سرفراز فرمایا تھا اور بعض امرا کو آٹھ اور بعض کو چھ اور بعض کو چار لاکھ تنگے سالانہ عطا ہوتے تھے۔

غرض کہ سلطان فیروز شاہ نے اس طریقے پر عمل کیا اور تمام خانان و لوگ فیروز شاہی بید دولت مند ہو گئے۔ امرانے بے شمار مال و زر و جواہر و الماس جمع کر لئے۔

ملک شاہین شمع نے جو بارگاہ شاہی میں نائب امیر خاص تھا وفات پائی اور اُس کے متروکات کا جائزہ لیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس امیر کے خزانے میں علاوہ دیگر اسباب و نفائس و بے شمار جواہرات کے مبلغ پچاس لاکھ تنگے نقد اس کے خزانہ میں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ عمارتوں بشیر سلطانی کے مال و اسباب و متروکات کا حال ناظرین کو معلوم ہے۔ چنانچہ اس کے مال و دولت کا مفصل حال اس کتاب کے قسم پنجم میں معرض بیان میں آئے گا۔

اس کے علاوہ چونکہ فیروز شاہ نے رعایا کے ساتھ ایسا شفقتانہ برتاؤ کیا اور اپنے جود و احسان سے اُن کو نیر بار منت کیا، اس لئے تمام مخلوق بادشاہ کی جاں نثار ہو گئی اور ہر خاص و عام بادشاہ کا کلمہ پڑھنے لگا۔

ساتواں مقدمہ

فیروز شاہی شمع و لشکر کا تفصیلی بیان

نقل ہے کہ فیروز شاہ کے عہد حکومت میں علاوہ ہندوگان بادشاہی کے اسی ہزار سوار

ملازم تھے اور یہ تمام حیران و نامدار سوار و پہلوان سال تمام تک بادشاہ کے ملاخطے میں پیش ہو جاتے تھے یہ البتہ ہوتا تھا کہ زیادہ تر اس کم قیمت کی کیفیت دیوان عرض میں پیش کی جاتی تھی اور اُس کی بابت اصلاح کی ہدایت بھی ہوتی تھی۔
اکثر اوقات اس قسم کے اخبار بادشاہ تک پہنچتے تھے، لیکن فیروز شاہ ان شکایات پر توجہ نہ کرتا تھا۔

جب سال تمام ہو جاتا تھا اور اکثر سواروں کے گھوڑے بیکار رہ جاتے تھے، اُس وقت دیوان عرض کے عمال بادشاہ سے عرض کرتے تھے کہ باوجود یکہ سال ختم ہو گیا ہے، لیکن اس قدر گھوڑے بیکار و معطل باقی ہیں۔
اس موقع پر بادشاہ ارشاد فرماتا تھا کہ جمعے کے روز النگ نشست اختیار کریں اور جمعات کے معاوضے تمام سال النگ نشست اختیار کریں۔

یہ مدت بھی تمام ہو جاتی اور اس پر بھی بعض جانور بیکار باقی رہ جاتے اور جب یہ کیفیت بادشاہ سے عرض کی جاتی کہ جمعے کے معاوضے میں بھی یہ سوار النگ ہی رہے اور باوجود اس کے بھی گھوڑے اسی حالت پر ہیں تو بادشاہ یہ حکم صادر فرماتا کہ سواروں کو دو ماہ کی ہہلت دی جائے۔

یہ زمانہ بھی تمام ہو جاتا اور عمال بادشاہ سے عرض کرتے کہ دو ماہ کی ہہلت مزید بھی ختم ہو گئی اور سواروں کے گھوڑے دیوان عرض میں ملاخطے کے لئے نہیں پیش ہوئے۔
اس زمانے میں ملک رصنی جو اہل دل امیر تھا نائب عارض ممالک تھا اور شرم و لشکر کی بخوبی نگہداشت کرتا تھا۔

یہ امیر بادشاہ سے عرض کرتا کہ جن سواروں نے اپنے گھوڑے دیوان عرض میں نہیں پیش کئے ہیں ان میں سے اکثر افراد ایسے ہیں جنہوں نے اپنے احباب کو اطلاعات لانے کے لئے اقلعہات میں روانہ کیا ہے، اس لئے صاحبان خیل جب اس مصلحت سے فارغ ہوں گے، اُس وقت جانوروں کو شہر میں واپس لائیں گے۔
یہ افراد اس انتظار میں تھے کہ سال تمام ہو گیا اور یہ افراد دشواری مشکل میں گرفتار ہو گئے۔

ظاہر ہے کہ اس گروہ میں اکثر وہی اشخاص ہیں جن کے جانور قطعہ جات کو

روانہ کر دیئے گئے ہیں۔

بادشاہ یہ تقریریں کرنا جو خوش ہوتا اور فرماتا کہ اگر کوئی شخص اپنے سرگردہ کی مصلحت کی بنا پر کام کرے اور اُس کی عدم موجودگی میں سالِ تمام ہو جائے اور وہ بھی عرض میں نہ حاضر ہو اور اُس کا گھوڑا پیش نہ ہو سکے تو ایسا شخص مجبور ہے اگر ہم ایسے افراد کو رو کر دیں گے تو ان کی حالت زار ہو جائے گی اور ان کے گھروں میں ماتم برپا ہو جائے گا۔

اس موقع پر بادشاہ یہ حکم دیتا کہ ان سواروں کے سرگردہ پر تاکید کی جائے کہ جو سوار کسی مصلحت کی وجہ سے منقطع بات کو روانہ ہوا ہے وہ شخص دیوانِ منقطع میں عرض کی رسم ادا کر دے اور گھوڑا یا تو سپرد کرے اور یا اس مقام پر چھوڑ دے تاکہ جن غریبوں کے گھوڑے موجود نہیں ہیں اُن کو کسی قسم کا تعلق نہ باقی رہے۔

سبحان اللہ فیروز شاہ اپنی رعایا پر کس درجہ شفیع و مہربان تھا کہ اور ویدر بھی اپنے فرزندوں پر ایسے شفیع نہ ہوں گے۔

چونکہ بادشاہ کی مہربانی کا یہ عالم تھا اس لئے اس مدتِ حیلِ سالیں کوئی فریجی دیوانِ عرض میں ایسا نہ رہا جس کا گھوڑا مقابلے کے لئے پیش نہ ہوا ہو۔

فیروز شاہ کے عہدِ حکومت میں ایک مرتبہ یہ اتفاق ہوا کہ سالِ تمام ہو گیا اور ایک ملازم درگاہ سے دیوانِ عرض میں جانور نہ پیش کیا۔

اتفاق سے یہ شخص اُس روز محل کے اندر خدمتِ نوبتی پر مامور تھا۔ یہ شخص نہایت لول و نمکین بنا تھا اور آہ سر و سحر کر اپنے ایک دوست سے اپنے غم کی داستان بیان کر رہا تھا۔

بادشاہ نے بھی اس شخص کی گفتگو سنی اور اُس کو اپنے حضور میں طلب کر کے اُس سے حقیقت حال کو دریافت کیا ان اشخاص نے اصل حقیقت کو بادشاہ سے مخفی رکھنا چاہا لیکن فیروز شاہ نے سجدہ اصرار کیا اور فرمایا کہ تم ہر دو اشخاص میں کیا گفتگو ہو رہی تھی۔

جس ملازم کا جانور کہ پیش نہ ہوا تھا اُس نے اپنا حال بادشاہ سے عرض کیا اور کہا کہ میں نے جانور دیوانِ عرض میں پیش نہیں کیا اور اس میں جو اخراجات درکار ہیں ان پر میں قادر نہیں ہوں۔

بادشاہ نے دریافت فرمایا کہ اس رسم کو ادا کرنے میں کس قدر رقم کی ضرورت ہے

اور اُس نے جواب دیا کہ ایک تنگہ زرد کار ہے۔

بادشاہ نے ملک خلیفہ دار کو حکم دیا کہ اس شخص کو ایک اشرفی عطا کرے
سوار اشرفی لے کر دیوان عرض میں حاضر ہوا اور عمال سررشتہ کو رقم دے کر قانونی
گرفت سے نجات حاصل کی یہ ملازم واپس آیا اور بادشاہ نے اس سے دریافت کیا کہ تیری تمنا
پوری ہو گئی اور اُس شخص نے عرض کیا کہ خداوند عالم کی عنایت و مہربانی سے میں کامیاب ہو گیا
اور بادشاہ نے اُس وقت فرمایا کہ الحمد للہ۔

اس حکایات کے معرض تحریر میں لانے سے غرض یہ ہے کہ فیروز شاہ معاملات ملکی میں
خدمت شریف کے مطابق رعایا پر شفقت و نوازش کے ساتھ حکومت کرتا تھا۔

سطح احوال مقدمہ

پسر عدا الملک کا اپنے احباب پیر کی کیفیت بادشاہ سے عرض کرنی اور اس کا جواب
باصواب پانا۔

تقل ہے کہ ملک اسحاق نے بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو کر اپنے بوڑھے ماتحتوں کے حال
سے بادشاہ کو آگاہ کیا اور عرض کیا کہ میرے لشکر میں جو اشخاص کہ ضعیف ملک اسحاق نے بادشاہ
سے عرض کیا کہ بوڑھے سوار ملازمت میں آئیں سکتے ان کے بجائے جوانوں کو مقرر کیا جائے۔
اس زمانے میں عدا الملک پیر ضعیف ہو چکا اور اس کے بجائے اُس کا پسر ملک اسحاق
دیوان عرض کے فرائض انجام دیتا تھا۔

فیروز شاہ نے ملک اسحاق سے فرمایا کہ تو نے جو کچھ کہا واجبا درست و صحیح ہے اور مناسب
یہی ہے کہ جو شاہی ملازم بوڑھے ہو گئے ہیں ان کو خدمت کیا جائے اور ان کے بجائے ان کے فرزند
و اعزہ یا کوئی شخص غیر نوکر رکھا جائے۔

اس میں تو شبہ نہیں کہ ہر صورت میں ان پیران کہن سال کو ذلت نصیب ہوگی لیکن تیز ایدر
بشیر ابھی اب ضعیف اور بوڑھا ہو چکا ہے سب سے بیشتر اپنے کہن سال باپ کو اس کے عہدے
سے برطرف کر اُس کے بعد میں دیگر ضعیف و کہن سال اشخاص کو برطرف کر دیں گے۔

بادشاہ کے اس جواب سے ملک اسحق خاموش ہو گیا۔

فیروز شاہ نے خدا کے فضل و کرم سے اس موقع پر بھی اپنی نیک فطرتی کائنات دیا اور فرمایا کہ اے ملازمین کہن سال کو جواب عاجز اور لاپرواہ ہو گئے ہیں برطرف کروں گا اور ان کے بجائے اُن کے اعزہ یا اعیان کو مقرر کروں گا تو یہ پیران مسکین تباہ و برباد ہو جائیں گے اور پیرانہ سال میں ان کو عید و قوت پیش آئے گی اس لئے ان پیران کہن سال کی ملازمت میں کسی قسم کا تغیر نہ کیا جائے۔

بادشاہ نے فرمایا کہ یہ امر کہ ان برطرف سواروں کے بجائے اُن کے فرزند مقرر کئے جائیں یہ بھی درست نہیں ہے اس لئے کہ اس زمانے میں فرزند اکثر و بیشتر ناخلف ہوتے ہیں اول تو نصف پیری کی وجہ سے ان کہن سال ملازمین کے قلوب افسردہ ہو رہے ہیں اس پر اگر ان کو ملازمت سے برطرف بھی کیا جائے گا اور ان کے بجائے ان کے ناخلف فرزند مقرر کئے جائیں گے تو وہ ان غریبوں کو اور زیادہ ذلیل و خوار کریں گے اور اُن کے فرزند ناخلف اُن کی اطاعت نہ کریں گے تو ان غریبوں کے قلوب اور زیادہ شکستہ ہوں گے تو جا اور میرا فرمان لوگوں تک پہنچا دے کہ جو سوار پیر و معمر ہو گئے ہیں ان کے بجائے ان کے فرزند سواری کریں اور جن اشخاص کے فرزند نہ ہوں اُن کے بجائے اُن کے داماد بطور وکیل خدمات کو انجام دیں تاکہ تمام پیران کہن سال اپنے مکان میں مطمئن بٹھیں اور جوان باقوت ہر کام رہیں۔

بادشاہ نے فرمایا کہ اے اسحاق اس طرح کا سروضہ نہ پیش کر اس لئے کہ پروردگار عالم جو رب العالمین ہے پیری کی وجہ سے اپنے بندوں کو رزق سے محروم نہیں کرتا اس جو مخلوق و بندہ ہوں کس طرح کہن سال اشخاص کو اُن کے رزق سے محروم کروں۔

مختصر یہ کہ بادشاہ ویندار کی ذات سے جو ملک صفات تھا امور ملکی میں جو فصل بھی صادر ہوتا تھا اُس کی نوعیت یہی ہوتی تھی اور بادشاہ کا ہر فعل اور اُس کا ہر قول اس قابل سمجھا جاتا ہے کہ تاریخ میں بطور یادگار درج کئے جائیں۔

ہر چند یہ مورخ ارادہ کرتا ہے کہ فیروز شاہ کے ذاتی خصائص و عادات کے تذکرہ کو طول نہ دے لیکن اس بادشاہ کے افعال اس قدر پسندیدہ ہیں کہ اُن کا ذکر خیر تمام نہیں ہوتا۔ مختصر یہ کہ ملک اسحاق نے بادشاہ کی تقریر سنی اور فیروز شاہ کے فرمان سے تمام مال و حکمہ جات کو الاملا دی۔

نوال مقدمہ

فیروز شاہ کا سنگین مناروں کا تعمیر کرنا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ دہلی میں مقیم ہوا اور بادشاہ نے دہلی کے نواح شاہانہ سیر و تفریح شروع کی اور جوار کے دشمن و مخالفین کو پامال کرنا شروع کیا۔ بادشاہ کے عہد سے پیشتر دہلی میں دو سنگین منار تھیں ایک منار ساورہ ذخیر آباد کے نواح کے موضع پورہ میں داس کوہ میں واقع تھا اور دوسرا منارہ قصبہ میرٹھ میں واقع تھا۔

یہ دونوں منار پندرہویں صدی کے عہد حکومت سے انہی مقامات پر واقع تھے اور دہلی کے کسی فرمانروا کو یہ سعادت میسر نہ ہوئی کہ ان مناروں کو شہر دہلی میں منتقل کرے۔

فیروز شاہ نے جو توفیق یافتہ بھی تھا اس امر میں جید کوشش کی اور دونوں منار دہلی میں نصب کئے۔ ایک منارہ کوٹنگ فیروز آباد کے اندر جمع مسجد کے متصل نصب کیا گیا اور منارہ اُس کے نام سے موسوم ہوا۔ دوسرا منارہ کوٹنگ حصار میں لایا گیا۔

مختصر یہ کہ مقبرہ راولوں نے مورخ عقیف سے یہ روایت کی کہ یہ منارہ بھیم نے تیار کئے تھے جو بعد از قامت تھا اور نیز یہ کہ زور و قوت میں بھی اپنی نظیر نہ رکھتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ یہ راجہ تمام پہلوانان عالم سے زور و کشتی کرتا تھا اہل ہنگ تابلوں میں مرقوم ہے بھیم مذکور و زمانہ تیرہ من طعام کھاتا تھا اور اپنے زمانے کا ایسا پر زور پہلوان تھا کہ کوئی مرد اس سے مقابلہ نہ کر سکتا تھا اور اس درجہ دلاور تھا کہ اگر ہاتھی کو نیزہ میں لے کر پھینکتا تو جانور مشرق سے مغرب میں جا کر گرنا تھا۔

اسی زمانے میں تمام ہندوستان میں غیر مسلم آباد تھے اور باہم دگر جنگ و جدال میں مشغول رہتے تھے بھیم کے پانچ بھائی تھے اور یہ شخص اپنے تمام بھائیوں میں جھوٹا تھا اور اکثر اوقات اپنے بھائیوں کے مویشی چراتا تھا اور یہ دو منار اُس کی چوب دست تھے جن کو ہاتھ میں لیکر بکریوں کو چراتا تھا۔

ظہور اس
زمانہ کا نام
ہوگا۔

اسی زمانے میں خدا کی قدرت سے سولشیوں کا قدیمی اُسی زمانے کے بنی آدم کے
قد و قامت کے مناسب و موزوں ہوتا تھا۔

مختصر یہ کہ یہ اشخاص بیشتر اوقات دہلی میں سکونت رکھتے تھے۔
بھیم نے اس عالم سے رحلت کی اور یہ دھنارے اپنی یادگار ان دو مقامات پر چھوڑے۔
اسی زمانے کے ہندوؤں نے باہم اتفاق کیا اور ان مناروں کی ان مقامات پر انتہائی
حفاظت کی۔

کہتے ہیں کہ اُسی زمانے میں آدمیوں کا قد بھی بچہ دراز ہوتا تھا چنانچہ قدیم عہد کے
انسانوں کی درازی قد کے واقعات تمام معتبر اخبار و سیر میں مرقوم ہیں۔

مختصر یہ کہ پروردگار عالم نے یہ عنایت ہمارے پیغمبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر فرمائی
کہ آپ کی امت کو کوتاہ فرمایا پروردگار عالم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سات عنایات
فرمائیں اور آپ کو سات بشارتیں دیں۔

ان بشارت میں ایک یہ ہے کہ اے محمد کیا تم کو معلوم ہے کہ میں نے تمہاری امت کو
خاتم الامم کیوں قرار دیا ہے یہ اس لئے ہے تاکہ تیری امت کے افراد زیادہ زمانے تک قبر
میں نہ رہیں۔

دوسرے یہ کہ میں نے تمہاری امت کو زیادہ قوت نہیں دی ہے اور یہ اس لئے کہ اپنی
قوت پر غرہ نہ کریں اور میری نافرمانی نہ کر سکیں۔

(۳) تمہاری امت کے قد کوتاہ خلق کئے تاکہ جامد و طعام کے زیادہ محتاج نہ ہوں اور
ضروریات زندگی حاصل کرنے میں مجھ سے دور نہ ہو جائیں۔

پروردگار تو نے اپنے لطف و کرم سے ہم کو مسلمان پیدا فرمایا ہے تو مسلمانوں ہی کے
درمیان ہمارا احشر کر۔

مختصر یہ کہ بھیم نے یہ دھنارے سنگین اس نے اپنی دست کا ہوا وقت سے تیار کئے۔
فیروز شاہ نے ان مقامات کی سیر کی اور ہر دھنارے عجائبات کو ملاحظہ کر کے ان کو
شہر دہلی میں منتقل کیا اور جمہوری و مشقت کے ساتھ شہر میں لاکر فیروز آباد اور کوٹنگ حصہ میں
نصب کیا۔

ان مناروں کے زمین سے کھودنے کا تفصیلی بیان یہ ہے کہ فیروز شاہ نے ساہوہ اور

خضر آباد کا سفر کیا اور ایک شکار کے عقب میں گھوڑا دوڑایا۔

بادشاہ خضر آباد میں جو دہلی سے نوکوس کے فاصلے پر آباد ہے پہنچا اور کوہ بابہ کی جانب موضع نویرہ میں ایک منارہ سنگین ملاحظہ کیا۔

بادشاہ کے دل میں یہاں لاکر یہ منارہ عجیب دہلی میں لایا جائے تو یقیناً ایک عجیب و غریب یادگار دنیا میں باقی رہ جائے گی۔

بادشاہ نے بعد غور و فکر کے بعد ان مناروں کو بیچ بیسے نیچے کٹانے کا ارادہ کیا اور جس قدر قریات و قصبات کہ اس مشہور منارہ کے جوار میں واقع تھے اور دو آب و غیر دو آب کے تمام مقامات کے باشندوں کو جمع کیا۔

فیروز شاہ نے احرار و غلام و نیز سوار و پیادے بے شمار فراہم کئے اور طرح طرح کے اسباب و مختلف اقسام کے آلات جمع کئے گئے۔

بادشاہ نے درخت سینبل کی چھال کے رسے تیار کر لئے اور اس درخت کے تختے تیار کئے گئے اور یہ تمام رسے اور تختے منارہ کے کچھ گاہ پر باندھے گئے۔

یہ احتیاط اس لئے کی گئی کہ چونکہ منارہ پیشتر کا ہے ایسا نہ ہو کہ خم ہونے سے ٹوٹ جائے اور زمین پر گر پڑے۔

مختصر یہ کہ منارہ پہنچ تک کھودا گیا اور منارہ خم کھا کر تختوں اور رسوں پر اٹھ گیا۔

چنانچہ چند روز کے بعد منارہ زمین پر گرا اور خدا کے فضل و کرم سے یہ ہم لے ہوئی۔ منارہ کی بیچ پر غور کیا گیا اور معلوم ہوا کہ یہ عجیب و غریب شے ایک ایک سنگ بزرگ چہار گوشہ پر قائم ہے اور یہ منارہ بجائے ایک ستون کے زمین کے اندر سے بلند اور اسی سنگ پر واقع ہے۔

سنگ چہار گوشہ بھی زمین سے نکالا گیا اور منارہ کو نے کی چھال اور نیزہ سے سر سے پاؤں تک لپیٹ دی گئی تاکہ اس کو کسی قسم کا ضرر نہ پہنچے۔

اس کے بعد بیالیس پیوں کی ایک گاڑی بنائی گئی اور گاڑی کے ہر پیہ میں رسیاں لپیٹی گئیں اور ہزار ہا انسان اس ستون کے اٹھانے میں لگائے گئے۔

آخر کار بجد مشقت و محنت کے بعد ستون گاڑی پر رکھا گیا اور گاڑی کے ہر پیہ پر دس من کی ایک رسی باندھی گئی اور ہر رسی کو کھینچنے کے لئے دو سو فوڈر مقرر کئے گئے۔

اس کے بعد گاڑی چلی اور بید مشقت و محنت کے ساتھ دریائے جہنا کے کنارہ لائی گئی۔
بادشاہ نے دریا میں تمام کشتیاں جمع کیں۔

واضح ہو کہ اُسی زمانے میں دریائے جہنا میں بزرگ و وسیع بھروں کا ایک بڑا ذخیرہ فراہم
تھا اور بعض کشتیاں اتنی بڑی تھیں کہ اُس میں سات ہزار و پانچ ہزار من غلہ بھرا جاسکتا تھا۔
جموٹی سے جموٹی کشتی بھی اتنی وسعت رکھتی تھی کہ اُس میں دو ہزار من غلہ آسانی کے
ساتھ آجاتا تھا الغرض یہ کشتیاں جمع کی گئیں اور منارہ بید محنت و محنت کے ساتھ کشتیوں پر
رکھا گیا اور دریائی راہ لے کر کے یہ عجیب و غریب ستون کو شکاں فرور آبادیں لایا گیا۔

اُس زمانہ میں خاکسار مولف کا سن بارہ سال کا تھا۔
غرض کہ منارہ دربار فرور آباد کے اندر لایا گیا اور جمعہ مسجد کے متصل ایک عمارت کی تعمیر
کا آغاز ہوا اس عمارت کو ماہر و مہتر کاریروں سے سنگ کھریل اور چونہ سے تیار کیا۔
عمارت کی ہر پوشش پر بادشاہ کی حکمت و تدبیر سے منارہ کو اوپر چڑھاتے تھے اور
اُس کے بعد دوسرے پوشش کی ابتدا کرتے تھے۔
غرض کہ اس طرح منارہ مذکور ہر پوشش پر بلند ہوتا گیا اور اب وقت آیا کہ منارہ راست
کیا جائے۔

اس مقصد کے لئے دس من کی متعدد دریاں تیار کی گئیں اور عمارت یعنی چوتراہ کی ہر
پوشش پر کلو می کے چرخ باندھے گئے۔
اس کا ایک سر منارہ کے سرے پر باندھا گیا اور دوسرا چرخ سے باندھا گیا۔
ہزار ہا آدمی چرخ پر زور کرتے اور اُس کو چلاتے تھے اور مزدوروں کی بے انتہا
کوشش و قوت سے منارہ نصف گز بلند ہونے لگا۔
منارہ کے نصف گز بلند ہونے کے بعد ستون کے گرد چوب بزرگ سینبل کے تختے
بجائے تکیہ کے رکھے گئے تاکہ منارہ چوتراہ پر نہ گر سکے۔

غرض اس طرح چند روز کوشش کی گئی اور بادشاہ کی نیت صادق اور خدا کے فضل و کرم
سے منارہ راست و ہموار ہو گیا۔
منارہ کے گرد سرے پاؤں تک بے شمار تختے لکڑیوں کے بندھے تھے تاکہ منارہ
ان تختوں پر قائم رہے اور کسی مقام سے خم نہ ہو۔

غرفکہ بادشاہ نے اپنی حکمت و تدبیر سے ایسا سنگین و بلند منارہ تیر کی طرح راست و ہموار بلند و بالا کر دیا جس کو بچھکرا انسان کی عقل قاصر ہو جاتی ہے۔

یہ منارہ ایسا راست و ہموار بلند ہوا کہ کسی مقام پر ذرہ برابر بھی خم نہ آیا۔ سنگ چار گوشہ منارہ کو ہموار کرتے وقت زمین میں گاڑ دیا گیا اور منارہ اسی پتھر پر قائم کیا گیا۔

غرفکہ منارہ چند روز میں استادہ ہو گیا اور اُسی کے سرے پر سنگ سیاہ و سپید لگائے گئے اور سنگ سیاہ کے اوپر ایک قبہ مسی جس پر سولے کاطع کیا گیا تھا بطور کلس کے نصب کیا گیا۔

منارہ مذکور تیس گز بلند تھا آٹھ گز بیو ترہ کے اندر ہے اور چوبیس گز بلند و بالا ہے۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس منارہ کو اُسی کے اصل مقام پر کس شخص نے کس تدبیر سے نصب کیا تھا

منارہ کے پاس چند سطریں ہندی میں چاندی سے کندہ کی گئی ہیں۔ فیروز شاہ نے بے شمار ہندی افراد کو جمع کیا تاکہ ان سطور کا مطلب حل ہو اور یہ پڑھی جائیں لیکن کوئی شخص اُس کے سمجھنے میں کامیاب نہ ہوا۔

ایک روایت یہ ہے کہ بعض اہل ہندو نے اُن سطروں کو پڑھ لیا اور منارہ پر یہ مرقوم تھا کہ اس منارہ کو کوئی مسلم و غیر مسلم فرمانروا مدت دراز تک اس کے مقام سے منتقل نہ کر سکے گا لیکن آخر زمانہ میں ایک مشہور فرمانروا فیروز شاہ نام پیدا ہو گا جو اس منارہ کو اس مقام سے علحدہ کرے گا۔

غرفکہ یہ امر بادشاہ کی خوش عقیدگی کا ثمرہ تھا کہ توفیق الہی سے وہ ہر ایسی آرزو و خواہش میں کامیاب ہوتا تھا۔

منارہ دوم کا جو کوشک نگاریں نصب کیا گیا افسانہ یہ ہے کہ یہ منارہ میان و دو آب حوالی قصبہ میرٹھ میں واقع تھا۔ منارہ کوشک نگار زمین اس سے قدرے خرو ہے۔

فیروز شاہ نے اس منارہ کو بھی اسی حکمت علی سے و نیز مختلف حکمتوں اور شقت سے زمین سے ہٹا کر کوشک نگاریں نصب کیا۔

غرفکہ بادشاہ نے منارہ دوم کو کوشک نگاریں نصب کیا اور اس روز فیروز شاہ

نے خاص و عام کے لئے جشن مسرت مقرر کیا۔

شہر کا ہر باشندہ ہمیشہ عشرت کا متوالا سمٹھا اور ہر فرد غم و کلام سے آزاد ہوا۔
کوشک نگار میں شہرت کے لئے خم رکھے گئے اور ہر آئندہ کو عام اجازت تھی کہ جس قدر
خواہش ہو شہرت پیے اور کسی شخص کو مخالفت کا خوف خطرہ بھی نہ تھا۔
غرضکہ منارہ قائم ہوا اور کوشک تیار کیا گیا اور بادشاہ نے اس مقام پر ایک شہر
آباد کیا۔

تمام خانان اور امراء فیروز شاہی نے اس شہر میں اپنے لئے عمارات تعمیر کرائیں۔
حقیقت یہ ہے کہ سلطان فیروز شاہ ان مناروں کو اس طرح نصب کرنا بادشاہ کا قابل
یادگار کا نام ہے جو کسی گوشہ دل سے فراموش نہیں ہو سکتا۔

پہلے ہی کہ ہر الام الغرم فرما زوالے اپنی یادگار زمانہ میں چھوڑی ہے اور اسی طرح اپنی جائیداد
و فراست و سیاست کا ثبوت دیا ہے چنانچہ سلطان شمس الدین اٹش نے جامع مسجد دہلی کے
گرد ایک منارہ بزرگ تعمیر کیا جس کا تفصیلی حال خود ناظرین کو بخوبی معلوم ہے۔
غرضکہ اس طرح ہر بزرگ و باقی فرما زوالے بے شمار یادگاریں و مثالیں چھوڑی ہیں جن
سے اُس کا نام نیک باقیام قیامت روشن و باقی رہے گا مگر یہ دو منارے عجیب و غریب فیروز شاہ نے
نصب کئے ایسی یادگاریں جن کا مثل تاریخ میں موجود نہیں ہے۔

جس زمانے میں کہ امیر تیمور ہندوستان تشریف لائے اور خلافت شہر بادشاہ کی
قدیموسی سے مشرف ہوئی تو امیر نے کور نے چند روز شہر میں قیام فرمایا اور ہر تاجدار کی یادگار کو
ملاحظہ کیا۔

صاحبقران نے ان مناروں کو بھی ملاحظہ فرما کر ارشاد کیا کہ خدائے تعالیٰ کی شیت و محنت
سے ہر تاجدار نے اس دنیا میں اپنی یادگار چھوڑی ہے لیکن ہر فرما زوالے کی یادگار امتداد زمانہ سے
ناپید و ضائع ہو گئی ہے اور آج اس کا نام بھی کوئی شخص زبان پر نہیں لاتا لیکن یہ منارے سنگین جو
فیروز شاہ نے اپنی یادگار چھوڑے ہیں یہ باقیام قیامت باقی رہیں گے۔

امیر تیمور نے فرمایا کہ میں نے مختلف ممالک کی سیر کی ہے اور ہر شہر میں مختلف یادگاریں تمام
سلاطین روزگار کی دیکھی ہیں لیکن اس طرح کی کوئی شے میری نظر سے نہیں گزری۔
غرضکہ بادشاہ نے ان مناروں کے تمام تفصیلی حالات و اپنے عہد کے مشہور واقعات

دیگر فقرہ سے ان مناروں پر کندہ کرائے۔
جبکہ مختلف دور زمانے کے آئینوں کے اور ہر قرن میں انسان ان مناروں کو دیکھے گا تو ہر شخص
یہی کہے گا کہ یہ کلام انسانی طاقت سے باہر ہے۔

دسواں مقدمہ

فیروز شاہ کے شکار کے حالات

نقل ہے کہ فیروز شاہ ملکی معاملات میں اسرار سلطنت کو غیبی کے ساتھ حل کرتا تھا۔
بادشاہ نے ملکی مصالح کی وجہ سے سیر و سفر سے کنارہ کشی کر لی لیکن بعد کو خیال کیا کہ
سلاطین روزگار کے سیر و سفر میں غنائق کو آرام و اطمینان حاصل ہوتا ہے۔
بادشاہ نے خیال کیا کہ سلاطین کو بغیر کسی مصلحت ملکی کے جو سلطنت کا اصل رکن ہے سفر کرنا
مناسب نہیں ہے۔

چونکہ فیروز شاہ نے مفسدین گریز پاک طرف سفر کرنا ترک کر دیا تھا اس لئے شکار کا
ایک مشغلہ اختیار فرمایا جس کے ضمن میں بادشاہ مفسدوں اور حریفوں کی تنبیہ و تادیب کر دیتا تھا
فیروز شاہ کو شکار کا شوق ایام طفلی سے تھا اور بادشاہ کے عہد میں یہ مشغلہ بھی ملکی بہات میں سے
ایک اہم مشغلہ قرار پایا۔

سلطان محمد تغلق نے بارہا فرمایا کہ ملک نائب امیر ماجب یعنی فیروز شاہ بچہ عاقل
و دانا ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ اس کو شکار کا بچہ شوق ہے اور اسی مشغلہ میں بچہ سعی و کوشش
کرتا ہے۔

مختصر یہ کہ سلطان محمد تغلق نے بارہا فیروز شاہ کو نصیحت کیا اور کہا کہ شکار پر بندے
گریز کر کے کھشک ملک کو شکار کرے۔

مختصر یہ کہ سلطان محمد نے فیروز شاہ کو بچہ نصیحت کی لیکن مروج سلطان کو معلوم نہ تھا
کہ فیروز شاہ ختم الملوک ہے اور اس کے شکار سے بھی پیشتر مسلمانوں کو نفع پہنچے گا۔

بادشاہ جب شکار کے لئے سفر کرتا اور شکار گاہ میں صید افگنی میں مشغول ہوتا تو اس وقت

بہد خوش و بنشاس ہوتا اور جو شخص بھی اس وقت اپنی خواہش و آرزو کو پیش کرتا بادشاہ فوراً اس کی حاجت روائی فرما دیتا مختصر یہ کہ فیروز شاہ نے اپنے عہد حکومت میں مختلف قسم کے شکار کھیلے اور اس معاملہ میں حد سے زیادہ کوشش کی اور قسم کے درندے جانور فراہم کئے۔

بادشاہ نے جیسے اس قدر جمع کئے جن کا شمار نہیں ہو سکتا تھا اور اس طرح پیش کرتے فراہم کئے۔ بادشاہ نے اپنے عہد حکومت میں پیشاثر شکار کئے اور بازو بجری و ترمیتی و شاہین شیر و فو پرند اس قدر جمع کئے کہ انسان اس کا خیال بھی نہیں کر سکتا۔

تمام شکاری درند و پرند ہنگام بادشاہی کے سپرد تھے اور ہر جانور پر دوادین نغربند گان شاہی مقرر تھے اور تمام نگہبان جانور و اسب سوار بادشاہ کے ہمراہ چلتے تھے بادشاہ شکار کا اس درجہ شائق تھا بیتیالیس نشان جو مراتب شکار تھے بادشاہ کے ہمراہ ہوتے تھے اور ایک فراش خانہ ایک دہلیز ایک بارگاہ ایک خواب گاہ اور ایک گنبد فیضیہ جو خاص فیروز شاہ کی یادگار تھا ساتھ ساتھ رہتا تھا۔

فیروز شاہ شکار کے لئے روانہ ہوتا اور بادشاہ کے ہمراہ فوج بھی ہوتی تھی اور نیز تمام خانان و لوگ و شاہزادگان اس فوج کے برابر چلتے تھے۔

اس کے علاوہ پرمائوس کے دو نیزے جو خاص سلطان تغلق کی ایجاد تھے فوج غائب شاہی کے سپرد و میرہ میں ہمراہ ہوتے اور نیز سپہنہ کے ساتھ میں محافظان درند اور میرہ میں نگہبان پرند فراہم ہو کر راہ لے کرتے تھے۔

فیروز شاہ کے اصطل میں گھوڑوں کا ذخیرہ بھی بہت کافی تھا۔ تمام بادشاہی جانور پانچ پائیگا ہوں میں باندھے جاتے تھے جن کو سیج محل کہتے تھے انشاء اللہ تعالیٰ ہر پائیگاہ کا مفصل حال بادشاہی کارخانہ جات کے بیان میں ہیہ ناظرین ہوگا۔ منجملہ ان پانچ پائیگاہوں کے ایک پائیگاہ شکوہ غائب میں اور ایک ہزار دو سو گھوڑے شکر دوں کے ہمراہ ہوتے تھے اس زمانے میں ملک و طران امیر کا تھا و ملک خضر کو نیابت کی خدمت سپرد تھی۔ بازیدگان و فوجداران شکوہ غائب ملحقہ چلتے تھے۔

شکوہ غائب کا ہر کارکن امرائے کبار میں داخل تھا اور شکر سے کی پرورش میں ہر امیر بہت سعی و کوشش کرتا تھا۔

چونکہ فیروز شاہ کو اس مشغل میں عیدناہک تھا ہی لئے ہر امیر اپنے فرائض کو سید مستعدی

صفحہ ۱۰۷

۱۰۷

و مشقت سے انجام دیتا تھا۔ اور اس امر میں کوئٹاں رہتا تھا کہ بقیہ عمر بھی اسی شغل میں گزر جائے
اس امر میں شکار کے وقت صف شکار درست کرنے میں خاص اہتمام کیا جاتا تھا اور
حقیقت یہ ہے کہ عجیب کام اور غیب اسرار تھا۔
فیروز شاہی شکار گاہ میں ایسی صف بندی ہوتی تھی کہ سلاطین قدیم میں بہت کم کسی نے
ایسی کی ہوگی۔

اگر کسی صاحب جاہ بادشاہ کو صف بندی شکار کا خیال بھی ہوتا تھا تو ایک ہی وقت یہ
انتظام ہوتا تھا اور اس کے بعد صف بندی توڑ دی جاتی تھی لیکن سلطان فیروز شاہ سات
سات اور آٹھ آٹھ روز اسی قسم کی صف بندی کو قائم رکھتا تھا اور ہر روز اسی صف بندی میں
صيدا فنی ہوتی تھی۔

مختصر یہ کہ چونکہ بادشاہ نے اسی شغل شکار میں انواع و اقسام کے طریق صف بندی سے
کام لیا اس لئے یہ مورخ عقیف ہر صف بندی کا حال جداگانہ معروض تحریر میں لاتا ہے تاکہ
صاحبان بصیرت کو نصیحت آمیز سبق حاصل ہو جائے۔
افسانہ پرہ گورخر۔ واقع ہو کہ گورخر جنگل میں زندگی بسر کرتا ہے اور ہندوستان میں ایسا
مقام ویالپور اور سرستی کے درمیان واقع ہے۔

یہ سرزمین قطعاً آب ہے اور ہر جانب چند کوس تک خرابی ہی خراب ہے۔
اس زمین کا یہ حال ہے کہ سو گڑ کھودنے کے بعد پانی برآمد ہوتا ہے اور اگر کوئی مسافر راہ
سجول کر اس جنگل میں آوارہ ہو جاتا ہے تو بے آبی کی وجہ سے یہ مضطر و پریشان ہو کر جان کھوتا ہے
اسی لئے کہ پانی صرف دوسری ہی منزل پر دستیاب ہو سکتا ہے۔
گورخر کی خصلت یہ ہے کہ بے آب مقام پر رہتا اور ایک ایسی سرزمین میں سکونت اختیار
کرتا ہے جہاں اسی کوس تک پانی دستیاب نہ ہو اور یہ فاصلہ قطعاً خراب ہو۔
اس جانور کا خاصہ ہے کہ جب تشنہ ہوتا ہے تو اسی کوس زمین طے کر کے پانی کے پاس
آتا ہے اور پانی پینا کر پھر اپنے مسکن کو واپس آتا ہے۔
گورخر کا شکار صرف موسم گرما میں کر سکتے ہیں۔

اس جانور کی فطرت یہ ہے کہ گرمی کے زمانے میں ایک مقام پر مل کر رہتے ہیں۔
یہ جانور گرمی میں ٹول ہلک رہتے ہیں لیکن موسم سرما و زمانہ خشکالی میں ایک دوسرے کے عمدہ و متفرق ہوتا ہیں۔

زمانہ
شکاروں
میں
سجول
کر
آوارہ
ہو
جان
کھوتا
ہے

مختصر یہ کہ بادشاہ نے ارادہ کیا کہ گورخا شکار کرے اور لشکر گاہ کو سرستی اور بہر میں چھوڑ کر خود بدولت و سعادت گورخ کے شکار کے لئے روانہ ہوا۔

فیروز شاہ لشکر گاہ سے سوار ہوا اور ارشاد ہوا کہ جن سواروں کے گھوڑے تروتازہ و قوی ہیں وہ ہمراہ رہیں اور ضعیف جانوروں کے سوار ہنگاہ میں مقیم رہیں۔

اس کے علاوہ بادشاہ نے فرمایا کہ ہر وہ شخص جو بادشاہ کے ہمراہ رہے گا تین مہینہ روز کا ذخیرہ آب اپنے اور اپنے مرکب کے لئے مہیا و تیار رکھے۔

بادشاہ کے حکم کے مطابق غانان بھلوک نے اونٹوں پر اور بعض افراد کے کہاروں اور گھوڑوں کی پشت پر پانی کا ذخیرہ ہمراہ لیا۔

فیروز شاہ عصر کے وقت شکار گاہ کو روانہ ہوا اور تمام شب تیزی کے ساتھ سفر کرتا رہا اور دن کو ظہر کے وقت گورخ کے جنگل کے قریب پہنچا۔

بادشاہ نے اس مقام پر بندرہ کوس کے گورخ کی صفیں درست کیں اور اس کے بعد آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر حلقہ شکار کو چار کوس کے درمیان محدود کر دیا اور اس طرح بے شمار گورخ سفلوں کے اندر آ گئے۔

بادشاہ نے شب کو اسی مقام پر منزل کی اور روز دوم بارہ گورخ کو روانہ ہوا اور اس صبح سے شام تک صید لگتی کر کے مغرب کے وقت فرد گاہ کو واپس آیا۔

غرض کہ فیروز شاہ نے شب بھر اسی طریق پر بسر کی اور روز دوم و سوم دو گھنٹی شکار کر کے لشکر گاہ کو واپس آیا مختصر یہ کہ فیروز شاہ نے ستر کوس کا سفر کر کے گورخ کا شکار کیا اور اس کے بعد لشکر گاہ کو واپس آیا۔

بہرنی و گور و نیل گائے کے شکار کا بیان

اس قسم کے جانور عالی برائون اور نوالہ میں کثرت سے پائے جاتے ہیں اس لئے کہ یہ جانور زیادہ تر اُس مقام پر ہوتے ہیں جہاں جنگل بھی ہوا اور گھاس اور پانی بھی پایا جاتا ہوا اور اس قسم کا جنگل دہلی میں نہیں پایا جاتا۔

اس امر کی وجہ یہ ہے کہ فیروز شاہ رحمت پرور فرمانروا تھا اور اس بادشاہ نے ملک کی معموری اور رعیت کی مرنہ حالی میں جیہ سعی و کوشش کی۔

بادشاہ نے پائے تخت کے قرب جوار کو اس درجہ آباد و معمور کیا کہ دہلی کے فوج میں اس قسم کے جنگلوں کا نام و نشان نہ رہا اور صرف حوالی ہداؤن میں ایک جنگل محض شکار کے لئے باقی رہ گیا بلکہ اٹھل یہ تھا کہ بادشاہ کی انتہائی توجہ و کوشش کی وجہ سے یہ مقام بھی آباد و معمور ہو جائے گا۔

مختصر یہ کہ بادشاہ ہر سال فیروز آباد سے سیر و شکار کے لئے روانہ ہوتا۔
فیروز شاہ اسی ہداؤن کے جنگل میں جو شکار کے لئے مخصوص کر دیا تھا آتا اور بے شمار جانوروں کا شکار کرتا تھا۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ مورخ عقیف ہر وقت بادشاہ کے ہمراہ رہتا تھا۔
فیروز شاہ جلد سے جلد صحرائیں پہنچتا اور ارادہ کرتا کہ شکار کی صف بندی کرے تو ایک روز قبل تمام شتم و لشکر کو حکم صادر ہوتا تھا اور تمام لشکر اسی شب کو طویل میں مقیم ہوتا اور رات کو دہل پاس میں بھائی جاتی تھی۔

بادشاہ اسی روز قیام گاہ سے کوچ کرتا اور تمام سوار دیادے احرار و غلام بادشاہ کے ہمراہ ہوتے تھے اور نیز بایگاہ بھی بادشاہ کے ساتھ ہوتی۔

فیروز شاہ اُس روز ایک بلند مقام پر استادہ ہوتا تھا اور اسی بلندی کے نیچے سواران لشکر صف بندی کے لئے روانہ کئے جاتے تھے۔

بادشاہی حکم کے مطابق دو نشانہ شکار مہیا کئے جاتے تھے ایک نشان جانب راست اور دوسرا جانب چپ رہتا تھا دست راست کی جانب ملک نائب بارک سواروں کو صف بندی کے لئے روانہ کرتا تھا اور دوسری طرف ملک عباد الملک یہ خدمت بجالاتا تھا۔
ان امر کے عقب میں نشان شکار ہوتے تھے اور ہر سوار دم ریز روانہ ہوتا تھا اور ہر خیل علیحدہ علیحدہ نظر سے گزرتا تھا ہر گروہ کے افراد صف بندی کے لئے تیار ہوتے اور سب سے پیشتر اسی گروہ کے نیزہ باز روانہ کئے جاتے تھے اور ان کے عقب میں سواران خیل دار چلتے تھے۔

بعض شہناس نے از روئے حد جو انسان کی فطرت کا خاصہ ہے بادشاہ سے عرض کیا کہ عرض لشکر کا اس سے بہتر موقع دوسرا نہیں ہے اس لئے کہ ہر خلیدار کے سوار اس وقت دم ریز گھوڑا دوڑاتے ہیں۔

بادشاہ کو ان اشخاص کی گفتگو بھی نہ معلوم ہوئی اور ان سے یہ کلام سنکر نہ پھیر لیا۔ جب تمام سوار میدان کو روانہ کر دئے جاتے تھے اور ہر دو نشان دس کو س کے فاصلے پر نکل جاتے تھے تو بندہ گاں خاص کو صف بندی کا حکم دیا جاتا تھا۔

بندہ گان خاص میں بھی ہر سوار ایک بندوق تھی اور یہ گروہ بھی شکار کاغ کرتا تھا۔ امرائے بعد پائینگاہ شکرہ خانہ کے اسپ روانہ کئے جاتے تھے اور کارخانہ جات نشان کے عامل و کارکن بھی شکار گاہ کا رخ کرتے تھے۔

آخر میں فیضان شکاری روانہ ہونے لگے لیکن اگر صف بندی کا دور بڑا ہوتا تھا تو سواران پائینگاہ ہاتھیوں سے بیشتر روانہ کئے جاتے تھے اور ان کے بعد ہاتھیوں کی باہی رہتی تھی۔

مختصر یہ کہ ہر دو نشان اپنی اپنی جگہ پر بیجا ہوتے تھے اور اس مقام پر اس قدر گلائی جاتی تھی کہ دھواں بلند ہوتا تھا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ صف بندی مکمل ہو گئی۔

اس وقت بادشاہ مکمل دیتا تھا کہ سواران مذکور آہستہ آہستہ حلقہ صف بندی میں داخل ہوئی اور بار دیگر بادشاہی فرمان پہنچتا تھا کہ اس قدر احتیاط کی جائے کہ جانور ان شکار حلقے کے باہر نہ نکل سکیں۔

سوار حلقہ شکاریں داخل ہوتے تھے اور بادشاہ کا فرمان صادر ہوتا تھا کہ سوار آہستہ پیل مال کرتے ہوئے حلقہ شکاریں داخل ہوں اور بار دیگر تاکید ہوتی تھی کہ جانور حلقے کے باہر نہ رہیں سیدائگی کا دور چھوٹا ہوتا تھا اور پہرہ کے سوار ایک یا دو صف میں منقسم ہو جاتے تھے اور دو صفوں سے تین صفوں میں تقسیم ہو جاتے تھے۔

یہ قرب طریق کے سواروں کا اس درجہ بڑھ جاتا تھا کہ حلقہ شکاریں مقابلے کے سوار ایک دوسرے کو بخوبی دیکھ سکتے تھے۔

شب نام ہونے کے بعد روز روشن ہوتا اور بادشاہ مکمل دیتا تھا کہ شخص حلقے کے اندر جس مقام پر پہنچ چکا ہے وہیں قیام کرے لیکن شکار گاہ میں کسی جگہ کا تعین نہ ہوتا تھا اور جو شخص کہ جس مقام پر پہنچ جاتا تھا وہیں قیام اختیار کرتا تھا۔

اسی طرح خیلداروں کے خیمے ایک دوسرے سے متصل برپا کئے جاتے تھے اور یہ اتصال ایسا مکمل ہوتا تھا کہ صف بندی کے دور کی طرح خیموں کا ایک دائرہ بن جاتا تھا اس لئے کہ

بخیل دار کا غیمہ اپنے دوسرے ہم مرتبہ فرد سے قطعاً متصل نصب کیا جاتا تھا اور اسی طرح صف بندی کا دور جو چار یا پانچ کوس ہوتا تھا اس کے گرد ایک دائرہ خیموں کا بھی بن جاتا تھا۔
خیموں کے دور کے مقابل کنگھڑے باندھے جاتے تھے اور اس طرح صف بندی کے دور کے گرد ایک دو کنگھڑوں کا بھی ہوتا تھا۔

سراچ کے عقب میں خیلداروں کے قیام گاہ کا انتظام کیا جاتا تھا اور اسی طرح اہل بازہ بھی اپنے خیل کے متصل قیام کرتے تھے۔

غرض کہ جب صف بندی کا دور مکمل ہو جاتا تھا تو صف بندی کے حلقے اندر جانوروں کی تحقیق کی جاتی تھی اگر شیر یا ہریا گرگ وغیرہ جانور حلقے کے اندر ہوتے تو بادشاہ پیشتر ان جانوروں کی ہڈی کا شکار کرتا اور اس کے بعد دوسرے جانوروں پر توجہ کرتا تھا۔
صف بندی کے زمانے میں دہلیز نہ ہوتی تھی بلکہ بارگاہ خواب گاہ و گنبد فیہر پرا کیا جاتا تھا۔

فیروز شاہ ہر خیلدار کو حکم دیتا کہ اپنے ماتحت افراد سے اپنے حلقے میں ہوشیار رہے اور ان افراد کو سرے میں رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس حکم کی بنا پر تمام خیلدار اپنی اپنی چوکی میں ترکش باندھے ہوئے ہوشیار و بیدار رہتے تھے اور اسی طرح صف بندی کا ایک دور ترکش کا ہوتا تھا۔

جب صف بندی کا دور اسی طرح مستحکم ہو جاتا تھا اور ہر جنس قسم کے شکار صف بندی کے حلقے میں نظر بند ہو جاتے تھے تو بادشاہ ہر روز شکار کے لئے سوار ہوتا تھا اور تقریباً پانچ سو یا چھ سو سوار شاہزادوں اور خاندان و لوگ کے گردہ میں سے بادشاہ کے ہمراہ ہوتے تھے۔

بادشاہ صف بندی کے حلقے میں داخل ہو کر شکار کرتا اور اپنے شکار کے عقب میں تیر پھینکتا اپنے انگ کے مقابل میں جو خیلدار شکار مارتا وہ جانور بطور انعام اُس امیر کو عطا ہوتا تھا۔
فیروز شاہ اس طریقہ سے سات یا آٹھ روز شکار کھیلتا اور خود شکار کے عقب میں گھوڑا دوڑاتا بادشاہ جب ارادہ کرتا کہ صف بندی توڑ دی جاے اور باقی ماندہ شکار کو گرفتار کر لیں تو شاہی حکم کے موافق ایک آتشی تیر صف بندی میں پھینکا جاتا تھا اور دہل اور شہنائی بجائی جاتی تھی۔
اس آواز کو سن کر تمام غلاتی حلقے کے اندر آ جاتے اور صف بندی کے اندر جو باقی ماندہ شکار ہوتا اُس کو لوٹ لیتے تھے۔

کھار اور کوئی جو سلطانی لشکر میں ملازم تھے شکار پر لڑنے کے لئے دوڑتے اور ہر شخص کوئی نہ کوئی جانور گرفتار کر کے لے آتا تھا۔

پہرہ یعنی صف بندی کے زمانے میں اس قدر شکاری گوشت فراہم ہو جاتا تھا کہ کثرت کی وجہ سے خراب و گندہ ہو پھیل جاتی تھی۔

بعض اشخاص شکاری گوشت میں زیرہ ملا کر شہر و ملی تک لاتے تھے۔

اگر بادشاہ جنگلی جھینسوں کا شکار کرتا اور یہ جانور بہت ہوتے تو شاہی حکم کے مطابق ان کے لیے بھی شکاری صف بندی کی جاتی تھی لیکن ان جانوروں کے لئے ایک ہی وقت اس قسم کی صف بندی ہوتی تھی اور جب بادشاہ شکار سے فارغ ہو جاتا تو اسی وقت صف بندی توڑ دی جاتی تھی اس لئے کہ جنگلی جھینسے اپنی بے انتہا قوت و طاقت کی وجہ سے قطعاً صف بندی کے اندر زیادہ قیام نہ کر سکتے تھے۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ ہر سال سواری کرتا اور ہر سواری میں اسی قسم کی تین چار صف بندیاں کرتا تھا اور اس کے بعد اپنے جنگاہ کے ہمراہ دہلی کو واپس آ جاتا تھا۔ یہ امر قطعاً صحیح ہے کہ اس قسم کی شکار غریمت اور تاریخ میں اس کا اندراج غفلت مندوں کے لئے باعث مسرت ہے۔

شیر دہائی کے شکار کا افسانہ۔ فیروز شاہ کبھی کبھی ہر قسم کے جانوروں کا شکار کرتا تھا اور ہمیشہ سیدھی و کوشش کے ساتھ شکار کے لئے سواری کرتا تھا اور ہر وقت شکاروں کے اڑانے اور جانوروں کے شکار کرنے میں مصروف رہتا تھا۔

فیروز شاہ اپنے قصر غوث میں قیام کرتا اور بادشاہ کے حضور میں شکرہ کو باؤلی دیتے تھے اور اگر سوار راہ میں ہوتا تو شکرہ بھی جانوروں پر اڑایا جاتا تھا۔

اگر بادشاہ کے سامنے کوئی چہار پایہ جانور آ جاتا تو اس جانور پر چیتے اور سب کو شش چھوڑے جاتے تھے حالت یہ تھی کہ بارہ ہزار بندگان باہلی بادشاہ کے ہر کباب ہوتے تھے۔

واضح ہو کہ باہلی اس گروہ کو کہتے ہیں جو ہرن کے گرفتار کرنے کے دام جانوروں پر بار کر کے بار بار سواری کے جانوروں کے ہمراہ چلتے تھے۔

جب ہرن کسی مقام پر ٹھہر جاتے تھے تو دام دار افراد جال کو زمین پر بچھا کر جانوروں کو پکڑ لیتے بعض بندگان باہلی رگڑ کا ڈیش پر سوار ہوتے تھے اور پہلوانان زور آور بہادران نامدار کے

اپنی وفلاؤ کے مکان ہاتھ میں لے کر چلتے تھے۔
جب کبھی کہ شیر کسی شکل میں حصار میں ہو جاتا تھا تو باہلی گروہ تمام وکھل زکاؤمیش کو بجا کرتے تھے اور خود ان کی پیٹھ پر سوار ہو کر ملتے تھے۔
زکاؤمیش شیر کو دیکھ کر اپنے شاخ باہم دیگر متصل کرتے تھے اور تمام جانور شیر پر نرغہ کر دیتے تھے۔

ہندگان باہلی جانوروں کی پشت پر شیر کو نیزہ سے زخمی کر کے ان کا شکار کرتے تھے۔
کبھی کبھی بادشاہ کے حکم سے بڑے بڑے جان شیر پر ڈالے جاتے تھے اور دام کے چاروں طرف ہاتھی کھڑے کئے جاتے تھے۔

ہاتھی میل مالی کرتے ہوئے دام پر ملتے تھے اور شیر کو دام کے نیچے گرفتار کر لیتے تھے۔
کبھی ایسا ہوتا کہ فیروز شاہ کے حکم سے ہاتھی شیر پر چھوڑے جاتے تھے اور شیر ہاتھیوں پر حملہ کرتا تھا اور بادشاہ خود شیر کو تیرے سے ہاک کر دیتا تھا۔

اسی جانور کے شکار کا مسئلہ اس حد کو پہنچ گیا کہ چند جانور بادشاہ کے دربار کے روبرو باندھے جاتے تھے جن میں سے نصف جانور دربار کے جانب راست اور نصف جانب چپ رکھے جاتے تھے۔

اسی طرح اگر تلی اور دھندی میں مچھلیاں پائی جاتیں تو بادشاہ حکم دیتا کہ وہ داہلے بزرگ جو مادہ فیل پر بار کئے گئے ہیں تلی اور دھندی میں سمجھائے جائیں۔

شاہی حکم کی تعمیل کی جاتی اور تمام مچھلیاں پکڑ لی جاتی تھیں۔
اس میں شبہ نہیں کہ سلطان فیروز شاہ نے اس معاملہ شکار میں اس درجہ کوشش کی کہ اس کی نظیر شاہانِ اسبق کے حالات میں نہیں ملتی۔

اسی طرح بادشاہ نے دو آہنی دیگ تیار کرائی تھیں اور یہ ظروف اس درجہ بڑے تھے کہ ہر دیگ میں سو جانوروں کا گوشت پک سکتا تھا۔

ان دیگوں کے لئے دو چلے دس پائے کے تیار کئے گئے تھے اور دیگ دوہ و دیگد ان کو ایک سو تیس کبار بادشاہ کے ہمراہ سفر میں لے جاتے تھے۔

جب کسی منزل میں بادشاہ کا قیام ہوتا اور شکاری جانوروں کا گوشت جمع ہو جاتا تو یہ گوشت دیگدوہ میں پکایا جاتا اور غلّی اللہ کو تقسیم کیا جاتا تھا۔

غرضکہ بادشاہ دین بچانے اپنے عہد حکومت میں ہر شے نا دروز گاریجاد کی اور اپنا نام نیک یادگار چھوڑا یہ خلاف دیجشٹا بن گزشتہ کے کہ ان کے کارنامے اُمسی کے ساتھ ختم ہو گئے اور نام و نشان باقی نہ رہا جن کی شرح و تفصیل عقلا کے لیے عبرت انگیز سبق ہے

گیار حوالہ مقدمہ

ان مختلف عمارات کے بیان میں جو فیروز شاہ نے تعمیر کیں

روایت ہے کہ سلطان فیروز شاہ نے عمارات کی تعمیر میں خاص طور پر کوشش کی اور جان و دل سے اس امر کو انجام دینے میں مصروف ہوا۔

دہلی کے کسی سلاطین و بادشاہ نے جو تخت محبت پر ٹکن ہو کر صاب حکم ہوا اس درجہ عمارات کی تعمیر میں اس قدر جدوجہد نہ کی ہوگی جو فیروز شاہ سے ظاہر ہوئی۔

کسی بادشاہ نے ممالک و بلاد فتح کرنے کے باوجود بھی اس امر میں اس قدر سعی و کوشش نہیں کی۔ غرضکہ بادشاہ کا یہ شوق بھی اپنی آپ ہی نظیر مثال ہے۔

فیروز شاہ کو تعمیر سے اس قدر انہماک تھا کہ اُس نے شہر و حصار و کوشک و بند و بندر و مسجد و مقبرہ غرضکہ ہر قسم کی بیشمار عمارات تعمیر کرائیں چنانچہ شہر حصار فیروزہ و فتح آباد کے حالات سے مورخ ناظرین کو مطلع کر چکا ہے۔

اسی طرح بادشاہ نے شہر فیروز آباد و فیروز آباد ہارنی کہیرہ و تعلق پور کا سند و تعلق پور ملک کوت و شہر جو پور و غیرہ آباد و معمور کئے۔

بادشاہ نے ہر مقام و ہر شہر میں آرام فاسائش کے لئے مستحکم و مضبوط حصار و قلعہ جات تعمیر کئے اور ان عمارات کو بخوبی مضبوط و مستحکم کیا۔

بادشاہ نے حصار و بلاد کے علاوہ ہر تکلف کوشک بھی تعمیر کئے چنانچہ کوشک فیروز آباد و کوشک نزدلی و کوشک ہندولی و کوشک شہر حصار فیروزہ و کوشک فتح آباد و کوشک جو پور و کوشک شکار و کوشک بند فتح قالا و کوشک ساپورہ و دیگر محلات بادشاہ کی یادگار ہیں۔

اسی طرح بند کے اقسام میں بند خفاں و بند الجہ جہاں بادشاہ نے آب زفر میں بھی ڈالا تھا اور بند مہبال پور و بند شکر خاں و بند ساپورہ و بند ہمنہ و بند وزیر آباد وغیرہ بھی بید مضبوط و مستحکم تیار کئے گئے۔

ان عمارات کے علاوہ خانقاہیں اور سراہیں مسافروں کے قیام کے لئے تعمیر کی گئیں۔ معتبر روایت نے بیان کیا ہے کہ فیروز شاہ نے بند گاں خدا کے آرام کے لئے دہلی میں ایک سو بیس خانقاہیں تعمیر کرائیں۔

بادشاہ نے یہ تجویز فرمایا کہ ہر چار جانب سے مسافر آئیں اور ان سراؤں میں قیام کریں اور ہر خانقاہ میں مسافر تین روز شاہی مہمان رہیں اور اسی طرح ایک سو بیس خانقاہوں میں تین سو ساٹھ روز یعنی تمام سال بطور مہمان قیام کریں۔

سبحان اللہ بادشاہ کی نیک نیتی کی کیا تعریف کی جاسکتی ہے۔

بادشاہ نے ہر خانقاہ میں متولی و عہدہ دار سنی مقرر فرمایا ہے اور ان خانقاہوں کے اخراجات فیروز شاہی سے ادا کئے جاتے تھے۔

غرض کہ فیروز شاہ نے ہر مقام اور ہر موقع پر جو عمارتیں تعمیر کرائیں وہ تمام و کمال نیک نیتی سے ہیں سو اور دوزوں کے چوبیدہ کا نام و نشان نہ تھا۔

فیروز شاہ کے عہد میں ملک بخاری شخونہ میر عمارت تھا جو کار عمارت میں مسجد سی و کوشش کرتا تھا۔

اس امیر کو بادشاہ نے چوب زر عطا فرمائی تھی اور عبدالحق عرف جابر سوند ہار گوزر زریں عطا ہوا تھا۔ فیروز شاہ عمارت کے ہر گردہ میں ایک چالاک شخونہ مقرر فرمایا تھا چنانچہ سنگ تراش و چوب تراش و آہنگار اور دروگر آ رہ کش و چون ویز و راج وغیرہ ہر فرستے میں ایک تین چالاک شخونہ متعین تھا۔

مختصر یہ کہ ایسا عظیم الشان عمارت خانہ جو فیروز شاہ کے عہد بابرکت میں بنایا ہوا کسی بادشاہ کے عہد میں تعمیر نہ ہوا تھا اس لئے کہ عمارت خانہ میں لاکھوں روپے صرف ہوئے بلکہ یہ کہنا سب لائق ہوگا کہ بیشمار مال اس میں خرچ کیا گیا۔

عہد فیروز شاہی میں متعارف شاہان گزشتہ و اولیائے کرام کی مرمت و زینت بادشاہ نے اپنے عہد مودت میں شاہان گزشتہ و نیز اولیاء و شاہان کے متعارف کو بھی

محض خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے درست کیا۔

فیروز شاہ نے تمام سلاطین ماضیہ کی قبروں کی از سر نو مرمت کرائی۔

ظاہر ہے کہ بادشاہ کا یہ کارنامہ محض رضائے الہی حاصل کرنے اور خود بادشاہ کی نیک نیتی و دیانت داری پر محمول ہو سکتا ہے ورنہ بادشاہانِ عالم نے اپنی عظمت و جلال کے مقابلے میں خود شاہانِ گزشتہ کے حالات کی بھی خبر نہیں سنی ان کے مقابر کا خیال و مرمت کا تو ذکر ہی کیا ہے یہی وجہ ہے کہ سلاطین ماضیہ کی قبور اکثر خراب و پست رہتی ہیں اور یہی حال اب ہوا جس کی وجہ سے ان مقابر کے متعلقین کو پریشانی لاحق ہوئی۔

آئین جہانگیری کی یہ مقررہ رسم ہے کہ ہر بادشاہ عنانِ حکومت ہاتھ میں لیکر ابوابِ برکات کے لئے چند قریہ وقف کرتا ہے اور ان سواض کی آمدنی انہی اصحاب کے زمرے کے سپرد کرتا ہے تاکہ ان اصحابِ برکات کی رحلت کے بعد ان کی خالقا ہوں اور مدارس میں خیر جاری رہے لیکن عہدِ فیروز شاہی میں یہ تمام قریات و قصبات خراب و برباد ہو گئے تھے اور اہل خالقہ پریشان ہو کر اس وجہ ناامید ہو گئے تھے کہ تمام مقابر تیرہ و تار ہو گئے تھے۔

سلطانِ فیروز شاہ نے خدا کی عنایت و الہام و بانی سے اپنے عہد میں فراست و کیاست سے کام لیا اور اس کا ذخیرہ میں بیحد سعی و کوشش کی۔

بادشاہ نے تمام سلاطین کے مقابر کی مرمت کرائی اور جس قدر قریات و قصبات کہ اس سے قبل پر منقرہ کے لئے مختص تھے اور جو مجید خراب و ویران ہو گئے تھے اور جن کی رعایا ہلاک ہو گئی تھی ان کو از سر نو آباد و معمور کیا اور جو محاور و خدام مقابر منتشر و پریشان ہو گئے تھے اور ہر شخص مختلف مقامات پر ادارہ وطن ہو چکا تھا ان تمام اصحاب کو جمع کیا اور سلاطین و پیشوایانِ ملت کے مقابر کو آباد کیا۔

بادشاہ نے سلاطین کی طرح مشایخ و علما کے مقابر اور خالقا ہوں کی بھی مرمت کرائی اور ان مقدس مقامات یعنی سلاطین و مشایخ اہل دین کے حنفیوں اور منقرہوں میں یہ جدت کی کہ ان کے گنبدوں کے دروازوں میں چوبِ صندل کے تختے لٹکا کر ہر منقرہ کو از سر نو آراستہ کیا۔

کیا عجیب بات ہے کہ اس بادشاہ دیندار کے عہد میں زندہ و مردہ کو یکساں نفع

پہنچتا رہا۔

عجیب تر امر یہ ہے کہ بہات ملکی کی وجہ سے کار عمارت کسی وقت بیکار و معطل نہ رہا۔
قاعدہ عام یہ تھا کہ جب کسی عمارت کا آغاز ہوتا تو دیوان وزارت کے ضروری مسلمان کی
برادری و تیار کر کے بادشاہ کے حضور میں پیش کرتا تھا اور تمام مال عہدہ دار و کارکن عمارت کے سپرد
کر دیا جاتا تھا اُس کے بعد تعمیر کا کام شروع ہوتا تھا۔

غرض کہ اس طرح چالیس سالہ عہد فیروز شاہی میں اقسام و انواع کی عمارتیں تعمیر ہوئیں۔

بارھواں مقدمہ

بادشاہ کا بیکار امر ا کے حالات پر توجہ کرنا

نقل ہے کہ ہر بار بادشاہ کی شکار سے واپسی ملک کے لئے باعث خیر و مبارک ثابت
ہوتی تھی۔

کو تو ال مالک جو مجید دلیر و بادشاہ دینار و نیر صاحب عدل و انصاف امیر تھا اپنے فرائض
منصوبی کو مجید ہوشیاری و خبرداری سے انجام دیتا تھا۔

بادشاہ نے کو تو ال مذکور کے نام ایک فرمان اس مضمون کا روانہ کیا کہ بیکار افراد شہر
میں بس مقام برہوں اُن کو فیروز شاہ کے حضور میں پیش کرے۔

کو تو ال شہر محلہ کے ہر محلہ دار کو اپنے روبرو طلب کرتا اور ہر ایک شخص کے احوال سے
آگاہی حاصل کرتا تھا طبقہ شرفاء میں جو افراد کہ بیکار و بے معاش و غربت کے عالم
میں زندگی بسر کرتے تھے وہ شرم و غیرت کی وجہ سے کسی کو اپنا منہ نہ دیکھتے تھے۔

میر محلہ اس قسم کے شریف بیکاروں کو کو تو ال کے پاس حاضر کرتے اور ملک نیک نام
کو تو ال ان افراد کے نام و کیفیت و حالات کو قلم بند کر لیتا تھا اور مناسب موقع پر ان افراد کو
بادشاہ کے حضور میں پیش کرتا تھا۔

فیروز شاہ ان افراد میں ہر شخص کو اُس کے بزرگوں کے نام سے شناخت کر لیتا
اور کسی نہ کسی شغل و کام میں ان کو لگا دیتا تھا۔

سبحان اللہ بادشاہ کے قلب و دماغ اور اُس کی مردم شناسی کی کیا تعریف کی جائے

ابو
عبد اللہ

کہ جس شخص کو بادشاہ نے کسی دیکھا ہی نہ ہوتا تھا اور اس کے حال سے قطعاً لاعلم ہوتا تھا اس کو سبھی اُس شخص کے اسلاف کے حالات سے پہچان لیتا تھا۔

مختصر یہ کہ بیکار کردہ بادشاہ کے حضور میں پیش ہوتا تھا اور فیروز شاہ ہر فرد کو کسی کسی شغل اور کام میں اُن کو لگا دیتا تھا۔

اگر بیکار شخص اہل قلم میں ہوتا تو اس کو بادشاہ کا خانہ میں ملازم کرتا تھا اور اگر مقبول کارکن ہوتا تو اُس کو خانہ جہاں کے سپرد کر دیتا تھا۔

اگر امیدوار عرض کرتا کہ اس کو غلام امیر کے سپرد کر دیا جائے جو صاحب جاگیر ہے تو بادشاہ اس جاگیر دار کے نام فرماں روانہ کرتا اور امیدوار جاگیر دار کے پاس بھیج دیا جاتا تھا۔

ایسا اتفاق کم ہوتا تھا کہ کوئی شخص بیکار رہتا اور جس مقام پر کہ یہ بیکار افراد مقرر کئے جاتے تھے وہاں ان کی جگہ بیکار مضبوط و مستحکم ہوتی تھی۔

سبحان اللہ بادشاہ نے اس قدر افراد کو کام سے لگا دیا۔

بادشاہ نے اس معاملہ میں بارہا فرمایا کہ کارکن افراد بیکاری کے عالم میں بیکار رہنا ہوتا ہے اور فقر کی وجہ سے سر نہیں اٹھا سکتے۔

یہ افراد روزانہ دربار کے سامنے بیٹھتے اور اس امر کے دریافت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ کون شخص شاہی خطاب میں گرفتار ہوا اور کون معزول اور کون قید کیا گیا۔

بیکار افراد اس انتظار میں نماز صبح کے وقت گھر سے نکلتے تاکہ اگر کوئی شخص معزول و معنوب ہوا ہو اور دوسرا فرد اُس جگہ پر مقرر کیا جائے تو ہم بیکار افراد اس کی کوشش کریں

ان کو اپنے مقاصد میں ناکامی ہوتی ہے تو دل سے آہ کرتے ہیں اور عید باپوس و رنجیدہ ہو جاتے ہیں۔

فیروز شاہ نے بارہا فرمایا ہے کہ میں نے اس لاینبی تعلق کو ان کے قلوب سے دور کر دیا ہے اور یہی وجہ تھی کہ جس مقام پر کسی بیکار شخص کا پتہ چلتا تو بادشاہ اُس کو فوراً کسی شغل میں لگا دیتا تھا۔

ظاہر ہے کہ بادشاہ کا خیال کس درجہ قابل تعریف تھا اور اُس کی نیت کیسی خالص و عمدہ تھی بادشاہ کی ہر نیت خیر پر مبنی تھی اور اُس کے ہر قول و فعل میں طلبِ آخرت موجود تھی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ اعمال کا ثمرہ نیت کے مطابق ملتا ہے چنانچہ اس قول پر پاشادہ نے عمل کیا اور دارین میں نیک نام ہوا۔

تیسرے حوالہ مقدمہ

فیروز شاہی کارخانہ جات کی شرح و تفصیل

روایت ہے کہ فیروز شاہ کی سرکار میں چھتیس کارخانے تھے اور بادشاہ کو اسباب کارخانہ جات جمع کرنے کا یہی شوق تھا۔

ہر شاہی کارخانہ میں سید نفیس و بیش قیمت چیزیں موجود رہتی تھیں اور ہر کارخانہ کا اسباب حد شمار سے باہر تھا۔ ہر کارخانہ کا تمام اسباب طلائی و نقرئی مرصع و مکمل تھا۔

ہر سال ہر کارخانہ میں بیشادہ رقم خرچ ہوتی ہے چنانچہ ان چھتیس کارخانوں میں بعض کارخانہ رائیں تھے اور بعض غیر رائیں۔

رائیں کارخانوں میں بقیل خانہ و پایگاہ و مطبخ و شراب خانہ و شمع خانہ و شتر خانہ و سگ خانہ و آبدار خانہ وغیرہ داخل تھے۔

ان کارخانوں میں ہر روز بیشادہ رقم خرچ ہوتی تھی چنانچہ رائیں کارخانوں میں ہر ماہ ایک لاکھ ساٹھ ہزار تنگے خرچ ہوتے تھے۔

اس رقم میں کارخانوں کے اسباب کی قیمت و عمال کارخانہ کی تنخواہ داخل نہیں ہے۔ چنانچہ ایک لاکھ ساٹھ ہزار تنگے تقریباً خرچ رائیں تھا۔

کارخانہ جات غیر رائیں کا خرچ مقررہ تھا اور اُس کی وجہ یہ تھی کہ ان کارخانوں میں ہر سال اسباب کی فرمائش ہوتی تھی اور نئے اسباب سالانہ آنے رہتے تھے۔

جاندار خانہ میں علاوہ بہاری و تابستانی اسباب کے چھ لاکھ تنگے سالانہ سرمائی اسباب کی خرید میں صرف ہوتے تھے۔

محل خانہ میں علاوہ اخراجات سہ ماہی و عمال کی تنخواہ کے اسی ہزار تنگے ہر سال خرچ ہوتے تھے۔

فرش خانہ میں فرش پر دو لاکھ تنگے صرف ہوتے تھے
 غرضیکہ فیروز شاہ کے عہد حکومت میں اس قسم کے فراہیات کا سلسلہ برابر جاری رہا
 اور ہر کار خانہ کسی نہ کسی اعلیٰ امیر خان کی نگرانی میں سپرد تھا چنانچہ جامد ار خان ملک علی ملک اسماعیل
 کے سپرد تھا جو میر جامداری مینہ کے نگران کار بھی تھے۔
 پیل خانہ کے افسر ملک شاہین سلطان و شکرہ خانہ کے ملک خضر بھہ ام اور
 غسل خانہ و پانی گاہ خاص و رکاب خانہ کے ملک محمد حاجی اور زرا و خانہ و سلاح خانہ کے
 ملک مبارک کبیر سلامدار خاص و وکیل در تھے
 پشت دار خانہ ہلال خاں اور جوہر خانہ سلطان الشریخ خود جہاں سرور سلطان
 کے سپرد تھا اسی طرح ہر کار خانہ کے منتظم خاں کبار و ملوک نامہ کرتے۔
 ہر کار خانہ کے اہل تصرف کو بادشاہ خود شہر کرتا تھا چنانچہ ملک کمال الدین
 نورتن خان جامد ار خانہ کا حاکم مختار تھا جو صاحب بند سپاہ بھی تھا۔
 اسی طرح ہر کار خانہ کے حاکم مختار امیران نامہ کرتے جن کا نقشہ ربادشاہ فرماتا تھا
 اسی زمانہ میں علم خانہ و رکاب خانہ و سبیل خانہ میسرہ کے عہدہ دار محمد عفیف
 کے پدر و عم تھے جن کے سبائے ان کارخانوں میں مورخ نگرانی کی خدمت بجالاتا تھا۔
 اس کے علاوہ ان معاملات کے بارے میں بار بار بادشاہ نے فرمایا ہے کہ دینیوی
 ملک میں بھی دو گروہ لطیف ہیں جو دوہر شریف کے ساتھ عالم میں موجود ہیں ایک قسم تو قطعاً
 و پرگنت و معاملات میں اور دوسرا گوہر کارخانہ جات میں چنانچہ لکھو کھار و پیہ اقطاعات
 کا محصول جمع ہوتا ہے اور اسی طرح لکھو کھار و پیہ کارخانہ جات میں جمع ہوتے ہیں اور
 یہی وجہ ہے کہ میرے ایک کارخانہ کا خرچ شہر قنات کے اخراجات سے کم نہیں ہے۔
 بادشاہ نے تمام محتیس کارخانوں میں مال و خرچ کرنے والے خود مقرر فرمائے تھے۔
 خواجہ ابوالحسن تمام کارخانہ جات کا منتظم و حاکم تھا بادشاہ جو فرمائش کرتا پیشتر
 خواجہ ابوالحسن کے نام فرمان آتا اور وہ تمام متعلقین کارخانہ جات کو حکم دیتا اور فرمان شاہی
 کہ آن واحد میں تعمیل ہو جاتی تھی۔
 اس زمانے میں کارخانہ جات کا محکمہ دیوانی ملحدہ تھا جہاں تمام کارخانہ جات کے
 حساب و کتاب کی نتیجہ ہوتی تھی۔

اگرچہ کارخانہ جات کے مال سے دیوان وزارت میں بھی محاسب ہوتا تھا اور جس طرح کہ دیوان وزارت کے مال اقطاعات کا حساب و کتاب جانچتے تھے اسی طرح کارخانہ جات کا محاسب بھی کرتے تھے۔

ہر شاہی کارخانہ میں پیشمار محاسب ہوتا تھا اور اُس میں خاص طور پر فراش خانہ و پیل خانہ و علم خانہ و پائیگاہ میں بھی حساب و کتاب کی متبع کثرت سے ہوتی تھی۔ ان کارخانہ جات کے افسرہ ماہی رقم اخراجات حاصل کرتے تھے۔

فیروز شاہ کی پائیگاہ یا پنج مقامات سے مخصوص تھی پائیگاہ بزرگ سہروان و سلطان پور میں تھی اور دوم قبلہ میں اور سوم دربار شاہی کے اندر جس کو پائیگاہ محل خاص بھی کہتے تھے چہارم پائیگاہ شکر خانہ خاص اور پنجم پائیگاہ بارگیر داران بندگان خاص۔ مذکورہ بالا پانچ پائیگاہوں کے علاوہ کئی ہزار گھوڑے والی شہر دہلی میں چرتے تھے جن کو سر پنج بھی کہتے تھے۔

اس کے علاوہ کارخانہ نقر یعنی شتر ملکہ تھا اور اس کارخانہ کا عہدہ دار ملک دل شاہ تھا جس کو اُسی زمانے دل شاہ شمر نقر کے خطاب سے یاد کرتے تھے۔

دل شاہ مذکور کو سلطان ابو بکر شاہ نے اپنے عہد حکومت میں صفدر خاں کا خطاب اور پتر محل عطا کیا تھا۔

کارخانہ نقر میں پیشمار شتر موجود تھے جس میں اکثر جانور مختلف مواقع میں چرتے تھے۔ یہ جانور والی شتر و بلاہن میں چرتے اور یہ تمام مواقع ساربانوں کے وجہ معاش میں عطا کئے گئے تھے۔

چند جانور شہر میں بھی چرتے تھے۔

بادشاہ کی سواری کا وقت آتا اور تمام جانور شہر میں لائے جاتے تھے ادھر سال اونٹوں کا اضافہ ہوتا تھا اس لئے کہ تمام جاگیہ دار ہر قسم کی نفیس و بیش قیمت اشیاء بادشاہ کے لاطین پیش کرتے تھے اور انھیں تحائف میں شتر بھی پیش کئے جاتے تھے سبحان اللہ کیا بابرکت و عسکہ دور ملک تھا جس میں ہر قسم کی راحت و آرام کا سامان موجود تھا۔

عہد فیروز شاہی کی ایک برکت یہ تھی کہ چالیس سال کا دل سخت محاسب کسی شخص سے

زکیا گیا دیگر محاسبان ملک نے جب دیکھا کہ فیروز شاہ خدا کی توفیق و مدد سے تمام ظالمین و رعایا پر احسان و لطف کرتا تھا اور باوجود استغناء و دولت و دست سلطنت کے کسی شخص کے گناہ و کبیرہ کی بھی باز پرس نہیں کرتا تھا تو یہ حال بھی رعیت سے نرمی و آسانی سے پیش آتے تھے۔

فیروز شاہ کے عہد میں اگر کسی جاگیردار سے محاسبہ کیا جاتا تو جس وقت کہ یہ جاگیردار بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر شرف و تہنیتی حاصل کرتا تو جاگیردار کو فوراً دیوان وزارت میں حاضر کر لیتے اور اُس کے جمع و خراج کا اندازہ کرتے اور اس کے بعد اس شخص کو تخت شاہی کے روبرو حاضر کرتے اور جو رقم کہ بقایا ہوتی اُس کی باز پرس نہ کرتے۔ غرضیکہ ان سوال و جواب کے بعد جاگیردار کو اُس کے وطن روانہ کر دیتے۔

اسی طرح سال تمام پر تمام کارخانہ جات کے محرر دیوان وزارت میں حاضر کئے جاتے تھے اور ان سے مہلات وصول کر لیتے تھے اور باقی از قسم نقد و جنس کا حساب نہ کرتے تھے۔ مختصر یہ کہ پچاس سالہ عہد حکومت میں کہ حال سے سختی کے ساتھ محاسبین کیا جاتا تھا۔ اس امر سے بادشاہ بے خبر نہ تھا بلکہ دیدہ و دانستہ چشم پوشی کرتا اور حال کے تمام زرائع کے محاسبہ چشم پوشی کر لیتا تھا۔

غرضیکہ اس عہد بابرکت کے حال جس عیش و مسرت میں زندگی بسر کرتے تھے اُس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔

ہذا کے رحم و کرم سے امید ہے کہ جس طرح فیروز شاہ رعیت سے سلوک کرتا اور ان کے گناہ و کبیرہ سے چشم پوشی کرتا تھا اسی طرح خداوند کریم انتظام مملکت و امور سلطنت کے سوال و جواب میں خود بادشاہ سے سخت باز پرس نہ فرمائیں گے اور اُس کو اپنے رحم و کرم سے بخش دیکھا جس طرح کہ بادشاہ و فرما روا دنیا میں تمام ظالمین کے سردار میں اسی طرح آخرت میں ان کا محاسبہ بھی سید سخت ہے۔

روایت ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے دنیا سے رحلت فرمائی تو حسب معمول جس طرح کہ تمام انبیاء کرام بیت المقدس کے اندر دفن ہیں حضرت کو بھی اسی مقدس مقام کے اندر دفن کرنے کے لئے جنازہ شریف لے گئے اور ارادہ کیا کہ اندرون بیت المقدس دفن کریں۔

بیت المقدس کے اندر سے صد اے غیب آئی کہ یوسف علیہ السلام کو بیت المقدس کے باہر دفن کر دیا اس لئے کہ یوسف علیہ السلام علاوہ نبی ہونے کے مصر کے بادشاہ بھی تھے اور اگر یہ یوسف نے رعایا و مخلوق کے ساتھ عدل و انصاف کیا لیکن بریں ہم ان سے محاسب کیا جائے گا۔ چنانچہ یہی ہوا کہ حضرت یوسف بیت المقدس کے باہر دفن کئے گئے حالانکہ اکثر انبیاء اس مقدس مقام کے اندر دفن ہیں لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کو بیت المقدس کے دروازہ پر دفن کیا گیا۔

یہ معلوم ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کس درستی فرما رہے تھے۔ روایت ہے کہ مصر میں ہفت سالہ قحط نمودار ہوا جس کی وجہ سے تمام اہل مصر نے بیحد تکلیف اٹھائی اور کوئی فرد بشر بھی بستر پر آرام سے نہ سویا۔ اس زمانے میں حضرت یوسف علیہ السلام نے شکم سیر ہو کر کھانا دکھایا اور ایک دفعہ بھی غذا کی طرف غشی سے ہاتھ نہ لے گئے۔

لوگوں نے سوال کیا کہ آپ شکم سیر ہو کر کیوں نہیں غذا تناول فرماتے حضرت نے جواب دیا کہ اگر شکم سیر ہو گا تو بھوکوں کو بھول جاؤں گا۔

اگرچہ حضرت یوسف پیغمبر تھے لیکن بریں ہم فرمانروائی کے یہ فرائض ادا فرماتے تھے لیکن باوجود حضرت کی اس اقیانوس کے حدیث شریف میں وارد ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام تمام انبیاء کے چھ ماہ بعد جنت میں داخل ہوں گے اور یہ زمانہ مقام حساب میں بسر ہو گا۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے فیروز شاہ اس عالم میں آخرت کے حساب کے خوف سے بید کی طرح نرزا تھا اس لئے بندگان خدا کے ساتھ نرمی و لطف سے پیش آتا تھا۔

چودھواں مقدمہ

سکہ ہر شش گانی کی تشریح اور اس کا مفصل بیان

روایت ہے کہ فیروز شاہ نے بھی اپنے عہد حکومت میں شش و بچہ شاہان عظیم الشان کے

مختلف اقسام کے روپیے اور اشرفیال ایجاد کیں چنانچہ تنگہ زر و نقرہ میں وزیر سکچل دہشت گانی و مہر بست و پنج گانی و بست چار گانی و دو ازوہ گانی و وہ گانی و ہشت گانی و شش گانی و ہر ایک چیل بادشاہ کے مروجہ سکے ہیں۔

اس ایجاد کے بعد فیروز شاہ نے خیال کیا کہ اگر اہل بازار جو مجلس و نادار ہیں کوئی شے خرید کریں اور قیمت ادا کرنے کے بعد نیم چیل یا ایک دانگ باقی رہ جائے اور ظاہر ہے کہ اس دکاندار کے پاس دانگ کا خرہ موجود نہ ہو تو ایسی صورت میں اگر راہ گزر اپنی رقم باقی رکھے تو یہ رقم ضائع ہو جائے گی اور اگر دکاندار سے طلب کرے تو چونکہ اسی قسم کا سکہ موجود نہیں ہے دیوہ کو نکرا دے گا اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خریدار و دکاندار میں محبت و نکرار ہوگی۔ فیروز شاہ نے اسی خیال کی بنیاد پر نیم چیل یعنی روپیہ اور مہر دانگ چیل یعنی تنگہ بھی ایجاد کی تاکہ فقر و مساکین کا مقصد حاصل ہو جائے۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہی عہد میں دار الفرب مہر شش گانی کجہر شاہ کے سپرد تھا اور یہ عہدہ دار اس سکے کے تیار کرانے میں یکدمی و کوشش کرتا تھا۔

عہد فیروز شاہی میں کئے لاکھ تنگے کی مہر شش گانی کجہر شاہ کی نگرانی میں تیار ہوئیں۔ اس زمانہ میں دو ہوشیار و چالاک بندہ گاں بادشاہی لے تخت شاہی کے دربار حاضر ہو کر بادشاہ سے عرض کیا کہ مہر شش گانی میں عمال سلطانی نے دو جہ نقرہ کی کمی کر دی ہے اگر بادشاہ اس کا امتحان فرمائیں تو حق و باطل کی تمیز ہو جائے گی اور ان عہدہ داروں کو ان کے اعمال کی سزا بگھٹتی پڑے گی۔

فیروز شاہ نے یہ معاملہ وزیر کے سپرد کر دیا اور اس زمانے میں خانہاں زندہ تھا جس نے سب سے رعت کی ہے۔

مختصر یہ کہ اس موقع پر وزیر نے عرض کیا کہ سلاطین مہر کی مثال دو شیرہ و دختر کی ہے اگر سو و اتفاق سے یہ دو شیرہ صحیح یا غلط کسی وجہ سے بدنام ہو جاتی ہے تو باوجود من و جمال کے کوئی شخص اس کا خریدار نہیں ہوتا اسی طرح اگر سلاطین عالم کی مہر طبع انگیزہ گنگو کی وجہ سے صحیح یا غلط کسی سبب سے کم شہور ہو جاتی ہے تو فوراً بدنام ہو کر تمام عالم میں ناقص شہور ہو جاتی ہے اور پھر کوئی شخص اس کا خواہاں نہیں رہتا۔

وزیر کی یہ گنگو سن کر بادشاہ نے فرمایا کہ اس معاملہ کی تحقیق کرنی ضروری ہے اور

کو نسا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے حق و باطل آشکار ہو جائے۔
وزیر نے عرض کیا کہ اس معاملہ کو پہل چھوڑنا بھی بُرا ہے اور علانیہ اس کا استعما
کرنا بھی نازیبا ہے۔

بادشاہ نے فرمایا کہ اس راز کو مفصل بیان کر دے تاکہ میرے دل سے شبہ دور ہو جائے۔
وزیر نے عرض کیا کہ مجبوروں کو قید کرنا چاہئے اور اس کے بعد خلوت میں بیٹھ کر مہر کا
استعما کرنا چاہئے مگر فوراً قید کر دیئے گئے اور دوا ان وزارت کے قید خانہ کے سپرد کئے گئے
اور مہر کی آزمائش دوسرے روز پر اٹھا رکھی گئی۔

خانجہاں و بارتشاہی سے واپس ہوا اور اس نے کجرتشاہ کو طلب کیا اور اُس نے
فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ کم یا یہ حال کو زور کی طبع بہت ہوتی ہے اور اسی طبع میں اُن سے
بددیانتی کا ظہور ہوتا ہے۔

یہ قاعدہ ہے کہ کارکن فرقہ مال جمع کرنے کی فکر میں رہتا ہے میری اس گفتگو کا مقصد
یہ نہیں ہے کہ تم دیانت سے معرا ہو لیکن کارکن و عال سے اس کی تحقیق کرو اگر مہر کا بیان
صحیح ثابت ہو گا تو میں ایک ایسی تدبیر کروں گا کہ جس سے مجبوروں کو مات ہوگی اور شاہی مہر کی غولی
تمام عالم پر ظاہر ہو جائے گی غرضیکہ کجرتشاہ خانجہاں سے رخصت ہو کر اپنے ماتحت کارکن
افراد کے پاس آیا اور اُس نے نہایت صداقت کے ساتھ معاملہ کی تحقیق شروع کی۔
غرضیکہ یہ گفتگو و بحث کے بعد یہ معلوم ہوا کہ ہر شش گانی میں ایک جبہ نقرہ کی
کمٹی ہے۔

کجرتشاہ خانجہاں کے پاس آیا اور اُس نے تمام واقعہ صحیح طور پر بیان کر دیا۔
وزیر سے کجرتشاہ نے خفیہ طور پر بیان کیا کہ اس واقعہ کی تحقیق کے لئے زرگروں کا
ایک گروہ خلوت میں طلب کیا جائے گا تم جاؤ اور اُن سے مشورہ کر کے ان کو اپنا
ہم خیال بناؤ۔

کجرتشاہ وزیر کی طرف سے مطمئن ہو کر زرگروں کے پاس آیا اور اُن سے وزیر کی
تمام گفتگو بیان کی اور کہا کہ کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہئے جس سے واقعہ راست و صحیح ثابت
ہو جائے۔

زرگروں نے کہا کہ ہم کو بادشاہ کے حضور میں حاضر کریں گے اور برہنہ کر کے ایک

لنگ اور ایک محکمہ اکپڑے کا پہنا دیں گے اور اس کے بعد ہمارا امتحان لیں گے اگر کسی ترکیب سے چند دانہ نقرہ ہم کو وہاں پہنچ جائیں تو ہم بوتہ میں ڈال دیں گے۔
کچر شاہ نے انگٹھی بھیجنے والوں کو اپنا ہمراز بنالیا اور ان سے بھی تمام اسرار بیان کئے۔

اس گروہ نے بھی سہی و کوشش کی اور ایک انگٹھی کو درمیان سے خالی کر کے چند دانہ نقرہ اس میں ڈال دیئے اور انگٹھی کے دھانے میں موم لگا دیا۔

غرضیکہ دوسرا روز آیا اور بادشاہ معہ وزیر کے محل خلوت میں بیٹھا۔
بادشاہ خود لنگ پر بیٹھا اور وزیر ایک فرش پر بیٹھا اور کچر شاہ مخبروں کے ہمراہ اندر لایا گیا۔

زرگر برہندہ کئے گئے اور ان کو ایک لنگ باندھ دی گئی اور انکشت فروش انگٹھیاں ملائے اور ان کے ردبرور رکھ دیا۔

زرگروں نے بادشاہی حکم کے مطابق چند ہر شش گانی بوتہ میں دال دیئے اور کھر بے کو لنگ کے اوپر رکھ دیا اور آگ بجلائی۔

فیروز شاہ اور وزیر باہم حرف و محکامات میں مشغول ہوئے اور تمام اسرار ملکی کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔

زرگروں کے گروہ نے اسی درمیان میں چند دانہ نقرہ جو انگٹھی میں تھے سلائی سے پکڑ کر بوتہ میں ڈال دیئے۔

اُس کے بعد بوتہ آگ پر سے اُتار لیا اور سرد کر دیا گیا اور بادشاہ کے ردبرور چاندی تولی گئی تو یہ ہمہ برد کے مطابق چاندی برآمد ہوئی اور مخبر دروغ کو تائب ہوئے۔

فیروز شاہ نے کچر شاہ کو خلعت عطا کر کے اس پر سجدہ نوازش و مہربانی فرمائی۔
اس موقع پر وزیر نے عرض کیا کہ حضرت شاہ کی مہران مخبروں کے بیان کے خلاف

امتحان میں پوری اُترتی تو اس موقع پر مناسب یہ ہے کہ بادشاہ حکم دیں کہ کچر شاہ کو ہاتھی پر سوار کرا کے گشت کر میں تاکہ تمام عالم کو معلوم ہو جائے کہ شاہی مہر کامل ہے اور اُس میں کمی نہیں وزیر کی گزارش پر عمل کیا گیا اور کچر شاہ ہاتھی پر سوار کرا کے شہر میں گھمایا گیا بادشاہ نے دروغ گو مخبروں کو جلا وطن کر دیا لیکن چند ماہ کے بعد وزیر نے کچر شاہ کو بھی اُس کی خدمت سے معذور کر دیا لیکن یہ

عزل کسی دوسرے عہدے کیا گیا۔

یہ سچ ہے کہ جب ایسا عامل و دانشمند وزیر ہو تو کار ملی کیوں نہ خوبی و بہتری سے انجام پائے۔
اس واقعہ کو سن کر تمام اشخاص نے وزیر کی عید تریف کی۔

نسلا

پندرہواں مقدمہ

بادشاہ کا خیرات خانہ و شفا خانہ بنانا

نقل ہے کہ بادشاہ باخبر و برکت نے مثل دیگر سلاطین عالم کے ناکندہ غریب لڑکیوں کی تزویج کے لیے دیوان خیرات بنا کئے۔

وہ غم زدہ مسلمان جو فقیر و صاحبِ فقر تھے اور ان کی لڑکیاں مدبوع کو پہنچ چکی ہیں اور لڑکیوں کے باپ نادار و مفلس ہیں اور اس وجہ سے ان کے دل پریشان و طول ہیں بلکہ اوقاتِ مہرک میں بھی ان کے دل پریشان رہتے ہیں اور ان کو نہ شب کو خواب نصیب ہے اور نہ دن کو آرام اس بنا پر بادشاہ نے حکم دیا کہ ایسے نادار اشخاص اپنے حال سے دیوان اخبار کو مطلع کر دے۔
دیوان خیرات کے عہدہ داروں میں ایک فرد سید امیر تھا جو عیدیات و ملات سے اس کا غیر کو انجام دیتا تھا۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ دیوان خیرات کے عہدہ دار ایسے اشخاص کی جستجو کریں اور ان کو رقم خیرات عطا کریں قسم اول کی پچاس تنگہ نقرہ اور قسم دوم تیس اور قسم سوم بیس تنگہ خیرات مقرر کی گئی۔

مختصر یہ کہ ایسا ایک خیرات خانہ قائم ہوا اور عہدہ دار اس کے انتظام میں مشغول ہوئے اور نادار مسلمان عورات کثیر تعداد میں ہر طرف سے آکر اپنے لڑکیوں کے نام دینے لگے۔
کرا کے بیٹار اسباب ان کی تزویج کے لئے حاصل کرنے لگیں۔

غرضیکہ بادشاہ کی عنایت و مہربانی سے ہزار لڑکیوں کے کارِ ضرر سے فراغت ہوئی اور حدیث شریف کے مطابق کہ لڑکیاں رزق رسانی کی ستمی ہیں ان کے لئے سامان تزویج ہونے لگے حقیقت یہ ہے کہ لڑکیاں بھی عجیب مخلوق ہیں جن کے بابت عذابِ مذکورِ کریم نے قرآن پاک میں باقیاتِ الصالحات کا نفاذ ارشاد فرمایا ہے۔

اور ان کے حق میں احسان کر لے گا کہ جو خبر سے تعمیر فرمایا ہے۔
 نیز یہ بھی حدیث شریف میں مروی ہے کہ اگر کیوں کے حق میں احسان کرو اگرچہ وہ احسان
 خراسا کا ایک خوشہ ہی کیوں نہ ہو۔
 اس کے علاوہ رسول کریم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جو شخص دختر ناکمندہ کے نکاح میں ایک کوزہ
 آب سے بھی امداد دے گا اللہ تعالیٰ اس کو بھلائی عطا فرمائے گا
 اور یہ تمام ارشادات محض اس لئے ہیں کہ دختر بچہ ضعیف ہوتی ہیں اور ہمیشہ شکستہ خاطر
 اور غیر کی محکوم رہتی ہیں۔

اگر دختر آرام سے رہتی ہے تو مادر دیدار مطمین و شاد رہتے ہیں اور اگر خدا نخواستہ
 دختر کو شوہر کے مکان میں تکلیف ہوتی ہے تو ماں باپ ہمیشہ رنج و الم میں گرفتار رہتے ہیں
 باوجود ان تمام اقوال کے جناب رسول خدا نے فرمایا ہے کہ اگر مجھ کو علی سے بہتر داماد نصیب
 ہوتا تو کیا فب ہوتا اصحاب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ علی سے بہتر کون ہے آپ نے فرمایا
 کہ گوگر مختصر یہ کہ جس طرح فیروز شاہ نے دختران ناکمندہ کی تزویج کے لئے دیوان خیرات قائم
 کیا اسی طرح اہل بیگانہ و ستفا شہری و مسافر غریب و امیر برہلجے کے بیماروں کے لئے شفا خانہ بھی تیار
 کرایا جس کو صحت خانہ بھی کہتے ہیں۔

پروردگار عالم نے انسان کی خلقت میں اٹھارہ ہزار امراض کا مادہ پیدا فرمایا
 ہے اور اسی طرح انسان کی طبیعت کو مصیبت و آرام کا شکار بنایا ہے۔

ان بارہ یا اٹھارہ ہزار امراض میں مجھے ہزار امراض ایسے ہیں کہ نہ اس کا نام مل جائے
 حاذق کو معلوم ہے اور نہ اُن کی دوا سے باخبر ہیں اور چھ ہزار امراض ایسے ہیں کہ اطباء
 ان کا نام تو جانتے ہیں لیکن اُن کے علاج سے ناواقف ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے امراض کو
 انسان کا دشمن بنا کر ان میں جنگ و جدال کی راہ پیدا فرمادی ہے۔

جب انسان پر امراض کا هجوم ہوتا ہے اور انسانی قلب و دماغ امراض سے
 مغلوب ہو جاتا ہے تو مریض بچارہ اکل و شرب سے بھی کنارہ کش ہو کر اس امر کا امید دار
 ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ عقل بھی رفاقت کر لے سے پرہیز کرے۔

مریض بچارہ دو بلائیں گرفتار ہوتا ہے ایک تو بیماری کی شدت و تکلیف امداد دوسرے
 اخلاس و پریشانی کا هجوم اور ان دونوں کے آثار ہر دم مریض کے قلب پر طاری رہتے ہیں

۸۔ اس لئے مریض بیمارہ مرض کے زمانے میں جب کہ ایک پیہ اور ایک کوڑی بھی اُس کے پاس علاج کے لئے باقی نہیں رہے نا اسید و مالوس ہو جاتا ہے۔
اس کے علاوہ اُس کے اہل و عیال کے ضروریات زندگی کے لئے زمانہ اُس کو طامت کرتا ہے اور شیت الہی سے ہر قسم کی ظاہری دباہنی بلائیں مریض کے سامنے آجاتی ہیں تو غریب بیمار اپنی حیات سے بیزار ہو کر یہی کہتا ہے کہ کب موت آتی ہے اور میں اس عذاب سے نجات پاتا ہوں۔

مختصر یہ کہ ایسی حالت میں جبکہ بیمار پر مرض واضطرار دونوں بلاؤں کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ ہر گونہ قابل امداد ہو جاتا ہے اور اس کی تشفی و ترغیب کے لئے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ علم و حقیقت دو ہیں ایک علم دین اور دوسرا علم بدن۔
سلاطین کرام ہمیشہ بیماروں کے احوال کی پرسش اور اُن کے علاج میں ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں۔

ہر بادشاہ نے اپنے زمانے میں اپنی فراست سے یہ طریقہ اختیار فرمایا ہے کہ اپنی جو دوسرا سے مریض کے قلب پر اطمینان و امداد کا چھار کھا ہے۔

ہر شہریار نے اس بارے میں مجید رحم و کرم سے کام لیا ہے اور اپنا اور بیگانہ ہر شخص کے لئے شفاخانہ قائم کر کے اسباب نعمت عطا کئے ہیں اور غننگوار و دوائیں مریضوں کو عطا کر کے ان کو مطمئن کیا ہے۔

سقراط و بقراط نے کہا ہے کہ سلاطین کا مکار نے ہمیشہ مریضوں کی پرسش کر کے اُن کے لئے شفاخانے قائم کئے ہیں۔

جمشید نے باوجود اپنی عظمت و شان کے اپنے فیروں سے بارہا سوال کیا ہے کہ اس جہانہ اری میں بادشاہوں کے لئے سب سے بہتر کون فعل ہے۔

فیروں نے ہمیشہ ہی جواب دیا کہ مریض کے خارج کو اس کے دل سے دور کرنا بہترین فعل ہے اور بیماروں کی راحت و آرام کا سامان مہیا کرنا مجید ثواب کا موجب ہے۔ اس لئے کہ اس فعل میں مجید ثواب ہے اور اس عمل کے کرنے میں مہینہ نفع ہے اور بادشاہوں نے ہمیشہ اس عمل میں انتہا سے زیادہ سعی و کوشش کی ہے

مختصر یہ کہ فیروز شاہ نے خدا کی عنایت و مہربانی سے بیماروں کی پرسش احوال اور

گرفتار ان مرض و الم کی غمخواری میں پوری سعی و کوشش کی اور اپنی خسروانہ تربیت و رحم و کرم سے
انتہا و بیگانہ ہر فرد کے لئے شفا خانے قائم کئے۔
بادشاہ نے مریضوں کے حال پر توجہ فرما کر شفا خانے قائم کئے اور حاذق طبیب حاجی
کے لئے مقرر کر کے بیمار داروں کو امید و رحمت بنایا۔

بادشاہ نے دواؤں کے لئے رقم اور اطباء کی تنخواہ مقرر کی اور تاکید کی کہ جب کبھی
کہ مریض پریشان خاطر ہو کہ علاج کے لئے آئیں اور اپنا مرض بیان کریں تو اطباء کو چاہئے کہ
اُن کے مرض کی تشخیص کر کے اُن کے معاملے میں جان و دل سے کوشش کریں اور مختلف
امراض کا مناسب علاج کر کے مریض کو ایسی دوائیں عطا کریں جن سے اُس کے امراض
دور ہوں اور بیمار کا جسم توانا و صحیح ہو کر اُن کی طبیعت میں اعتدال پیدا کرے اور اُس کو
صحیح و تندرست بنا دے۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ نے عمال کو اس قسم کی شدید تاکید کر کے شفا خانے مہمت خانے
عام مخلوق کے لئے قائم کئے اور حاذق طبیب و صادق حکیم و حجاج و کمال شفا خانوں
میں مقرر فرمائے اور مریضوں کے لئے دواؤں اور غذا اور شربت کے لئے خانہ سے رقم
مقرر فرمائی بادشاہ نے اپنے کرم کا دروازہ کھول دیا اور تمام بیمار و بیمار دار ہر جہاں جانب سے
جمع ہو گئے اور یہ حال کہ جب کبھی کہ مریض بہ حال سقیم شفا خانہ کی طرف آتے اور اور افتال
و خیزاں سو جگہ بیٹھتے ہوئے اور ہر مقام پر ٹکھرتے اور سانس لیتے ہوئے شفا خانہ کے قریب
پہنچ جاتے تو حذام شفا خانہ اُن کو دیکھتے ہی اُن کے سوال کا جواب دیتے اور اہل اضطراب کا حال
سننے ہی اُن کے ہمدرد ہو کر ان کے مرض کی چارہ جوئی کرتے۔

اطباء دیگر حذام مریضوں کے علاج میں پوری سعی و کوشش کرتے اور صحت کے لئے
بر طرح کا سامان مہیا کر کے اُن کے مرض کا علاج کرتے اور اُن کو صحیح و سالم بنا دیتے تھے۔

اس کے علاوہ حاذق طبیب اور صادق حکیم جو شفا خانہ میں جمع تھے اور جن کو بادشاہ
نے اس کام پر مقرر کیا تھا اور جو مریضوں کی آمد کے انتظار میں رہتے مریض دہانے پہنچتے ہی
ان کی پرسش احوال کرتے اور عقلی و نقلی ہر دلیل سے مریض کے مرض کی تشخیص کر کے اُس
کے مزاج کے موافق دوا دیتے۔

اطبا شاہی شفا خانہ سے مریضوں کو بہترین دوا شربت و معجون غایت کرتے اور

ایسی توجہ و خلوص سے علاج کرتے کہ مریض کو فوراً صحت ہو جاتی اور اُس کے تمام اعضا صحیح و تندرست ہو کر بچہ قومی و مضبوط ہو جاتے تھے۔

مریض ناکامی سے نجات پا کر شاد کام ہوتا اور امراض کے معائب سے نجات پا کر صحت و شادمانی کی لذت سے بہرہ یاب ہوتا تھا۔

مریض صحیح و تندرست ہو کر خدا کی بارگاہ میں شکر کرتا اور بادشاہ کی درازی عسر کی دعا مانگتا اور جو بیمار کہ امراض کی وجہ سے بہتیم بھی عبادت نہ کر سکتا تھا نہایت آسانی کے ساتھ وضو کر کے عبادت کی سعادت حاصل کرتا اور دو گانہ سختیات ادا کر کے خدا کی بارگاہ میں شکر کرتا اور بادشاہ کی درازی عمر و اقبال کی دعا کرتا۔

یہی وہ مقام ہے جس کو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقولہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ مومن کے قلب میں مسرت پیدا کرنا بہترین صدقہ ہے جو انسان خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دیتا ہے۔

بادشاہ نے عامہ خلائق کی راحت و آرام کے لئے دیوان خیرات و شفا خانہ کے لئے قریات و دیہات وقف کر دیئے تھے۔

جس طرح کہ بادشاہ نے دیوان خیرات و شفا خانے قائم کئے اسی طرح علماء و فضلا و حفاظ و مشائخ کے لئے وظائف مقرر کئے اور ان کی تنخواہیں معین کیں۔

معتبر اشخاص نے مورخ عفیف سے بیان کیا ہے کہ مبلغ چھ لاکھ تنگہ تمام مالک سے بطور وظائف و تنخواہ عطا کئے جاتے تھے بلکہ چار ہزار دو سو افراد جو ہمیشہ نادار و مفلس تھے بادشاہ کی سرکار سے تنخواہ پاتے تھے۔

ان کے عہدہ دار سخی و علمدہ تھے اور فیروز شاہ کے طفیل سے ہر شخص عید خوشی و اطمینان کے ساتھ زندہ کی بسر کرتا تھا۔

ہر چہ مورخ ارادہ کرتا ہے کہ فیروز شاہ کے حالات کو ختم کرے لیکن بادشاہ کے محاسن اور اس کے لطف و کرم کی داستان اس درجہ طویل ہے کہ مورخ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوتا۔

منقول ہے کہ فیروز شاہ کی شانِ شانِ گزشتہ کے عیدیں و شبِ برات و نوروز میں جشن منعقد کرتا اور یہ مجالس عید شان و شوکت سے ترتیب دی جاتی ہیں۔

عید کا دن قریب آتا اور قبل اس کے کہ جشن مسخ ہو بادشاہ شب بیداری کرتا بلکہ بار بار ملک نائب بار بک سے متوجہ ہو کر کہتا کہ براہیم تو کسی مصرف لای نہیں ہے اگر تو جشن کے اختتام کا آغاز کرتا تو میں اس درجہ خون بگڑ نہ پیتا۔

خدا لیگان مغفور سلطان محمد شاہ کے عہد میں یہ ہوتا کہ شب عید کو بادشاہ مروجہ مجھ سے فرماتے کہ نائب امیر حاجب کل عید ہے اور جیسے ہی کہ بادشاہ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے ہیں جشن کی تیاری میں مشغول ہو جاتا تو ایسا نہیں ہے کہ اسباب جشن درست کر سکے اس لیے میں شب بیداری کرتا ہوں مختصر یہ کہ بادشاہ خود جشن کا انتظام کرتا اور تمام اسباب موجود وہی فرماتا تھا۔

جشن عید کے حالات

عید کا روز آتا اور کوشک فیروز آباد کے آٹھوں چمن میں درخت کی پتیاں بچہ خوبصورتی کے ساتھ آویزاں کی جاتی تھیں۔

محل پاشیب میں جس کو عام طور پر محل میاں گئی کہتے تھے شاہی حکم کے مطابق بارگاہ نصب کی جاتی تھی اس مقام کو بارگاہ بارعام کے نام سے یاد کرتے تھے۔

اس محن میں ایک شک بارعام کے لئے مخصوص ہوتا تھا اور بادشاہ بارعام کے وقت اس کوشک میں قیام فرماتا تھا۔

اس کوشک کے جانیں کرلھی کے دو پاشیب تیار کئے جاتے تھے اور ہر قسم کے گدے بچھائے جاتے تھے۔

بعض گدے ابریشم کے ہوتے تھے اور بعض زمینہ کے اور بعض پر تقری دوزیریں کام ہوتا تھا۔

بعض گدے سفید کپڑے کے بنائے جاتے تھے اور بعض موم اور بعض اصل ہنابل کے ہوتے تھے۔

محل میاں گئی کے تمام در و دیوار پر جامہ زمینہ لپیٹتے تھے اور لشکری جام خانے تمام محن بارہ میں بچھائے جاتے تھے اور ہر قسم کے زرخش میوے اس میں رکھے جاتے تھے۔

چاشت کے وقت بادشاہ خود تشریف لاتا اور محل کو شک میں قیام فرماتا تھا اور ملک نائب باربک باہر نکلتا تھا۔

سب سے پیشتر بنہ گان تیخدار حاضر ہوتے اور اُس کے بعد اکیس چتر سینہ و میسرہ میں رکھے جاتے تھے جن میں دس چتر بادشاہ کے داہنے اور دس بائیں اور ایک خاص بادشاہ کے سر پر تمام چتر ہر قسم کے رنگ سے رنگین کئے جاتے تھے بعض چتر محل اور بعض سبز اور اور بعض بزرگ گل محل اور بعض دور نگے اور بعض کبج اور بعض بافتا اور بعض سیاہ و بعض سفید اور بعض رنگین بزرگ گل جس کو میکہد یا مہلہک بھی کہتے تھے جو برسات کے زمانے میں بادشاہ کے سر پر سایہ فگن ہوتا تھا۔

چتر اپنے مقام پر نصب ہوتے اور اس کے بعد کسانی و کلنی و مکمل نشانات تخت بادشاہی کے رو برو گزرتے تھے۔

نشان پیادہ کو اس روز پیش ہونے کی اجازت نہ تھی اور کسانی نشان عدد میں ایک سو ساٹھ یا ایک سو ستر ہوتے تھے اور عید غولصورت دریا نظر آتے تھے۔

مختصر یہ کہ تمام افراد علم دار اپنے اپنے مراتب کے مطابق محل کے اندر جاتے تھے اور ان کے بعد اسپان یا میگاہ جواہر نگار زین پوش محل کے اندر آتے اور ان کے بعد پلان شاہی معہ زربین و زین ہائے نفرتی و جل ہائے رنگیں کے محل کے اندر جاتے اور بادشاہی تخت کے سامنے زین بوس ہوتے اور سلام کرنے کے بعد بادشاہ کو دعا دیتے تھے اور اس کے بعد اپنی جگہ سینہ یا میسرہ میں کھڑے ہو جاتے تھے۔

ان کے بعد ارباب شکرہ خانہ معہ اکثر شکرہ داروں کے اندر حاضر ہوتے اور ان کے بعد مطربوں کا گروہ حاضر ہوتا تھا۔

تمام مطرب زعفرانی لباس پہننے اور دستار سرخ سر پر رکھے اور ایک گروہ اہل طرب کا مربع و مکمل لباس جسم میں پہنے ہوئے۔

یہ لباس اس قدر قیمتی ہوتا کہ ایک شخص کے لباس کی قیمت چالیس ہزار تنگہ ہوتی تھی۔ اس گروہ کا لباس قطعاً نیا ہوتا جو کسی پہنا نہ گیا ہوتا تھا۔

جب یہ مقام مرتب ہو جاتا تھا تو قوالوں کا گروہ ساز لے ہوئے حاضر ہوتا تھا اور اہل طرب و قص میں مصروف ہوتے تھے۔

اس کے بعد تمام خلق خانان کبار و ملوک نامہ اردو معارف و علم و مشائخ و فاضل اسلام میں حاضر ہوتے تھے اور ان کے بعد دیگر افراد حاضر ہوتے اور اصحاب دیوان رسالت اپنے اپنے گروہ کے ہمراہ اور اصحاب دیوان قضا اپنے ماتحت کے ہمراہ اور اصحاب دیوان مذکور و افراد دیوان وزارت و اصحاب دیوان عرض ممالک اپنے اپنے تابعین کے ساتھ مناسب موقع و محل پر استاءدہ ہوتے تھے۔

ایک پاس دن چڑھ جاتا اور بادشاہ نماز عجب کے لئے سوار ہوتا اور تمام خانان و ملوک تمام اہل ملک مجلس جشن سے باہر آتے اور بادشاہ بائیں بازو سے پیادہ و چتر کے ہمراہ باہر آتا جس میں ایک چتر بادشاہ کے سر پر ہوتا اور دوسرا شہزادہ و خلق شاہ کے سر پر سیاہ رنگن ہوتا تھا۔

شہزادہ سوا کو شک میں نماز عید ادا کرتا تھا اور غار سے فارغ ہو کر کو شک پہلوں کو واپس جاتا اور بار و گر مل بار چاہیں قیام فرماتا

اس وقت تہم خدمتی بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوتے تھے۔
اگر عید موسم ساہیں ہوتی تو فیروز شاہ لباس زمستانی تمام روز پہنے رہتا تھا۔
عید کے روز بعض خانان و ملوک کو خلعت بھی عطا ہوتا تھا۔
بانگ پاس کے وقت روانی جشن ختم ہوتی اور تمام قوال و اہل طرب کو انعام عطا ہوتا تھا۔

شب برات کے تماشے کا بیان

ماہ شعبان آتا اور بادشاہ ملک وقت کعب کو شب برات کی بازیگری کا حکم دیتا ماہ شعبان کی پندرہویں شب کو بادشاہ کو شک فیروز آباد میں قیام فرماتا اور اُس کے حضور میں آتش بازی جو اتنی کھاتا تھا جتنا جس کی تفصیل یہ ہے کہ شب برات کے قریب آتے ہیں یہ سب جو دھویں اور پندھویں رات کو بیکار آتش بازی فراہم کی جاتی تھی۔
کو شک فیروز آباد میں آتش بازی چھڑانے کے بعد اُنک مقرر کئے جاتے تھے۔

ایک الگ خاص ہوتا اور دوسرا الگ الگ نائب باربک اور تیسرا الگ الگ ملک علی اور چوتھا ملک یعقوب پسر ملک محمد علی سے متعلق ہوتا تھا۔

ان ہر چار الگ الگ میرتیس۔ خبردار بل دوامہ مقرر کئے جاتے تھے اور کوشک نزول میں ہر سہ شب اس قدر مشغل و چراغ روشن کئے جاتے تھے کہ کوشک نزول کے گرد کامیاب میدان روز روشن نظر آتا تھا۔

ہر چار الگ الگ میں کشتیاں باندھی جاتی تھیں اور ہر کشتی میں بیٹا شعلیں جلائی جاتی تھیں۔ ہر سہ شب ہر چار الگ الگ میں بل بجائے جاتے تھے اور قسم قسم کے آتشیں تماشے ہوتے تھے کوشک نزول کے زیرین ہر چار الگ الگ میں دل و شہنشاہ بجاتے تھے اور خلافت تمام دارالملک دہلی و نواح شہر کے ہندو و مسلم جوان و پیر جمع ہو کر تماشہ دیکھتے تھے۔

مختصر یہ کہ تین شب سلسل اسی قسم کی عجیب و غریب بازیگری ہوتی تھی۔ بادشاہ خود کم تر آتا تھا لیکن تمام شاہزادے و خاندان و ملک کوشک نزول میں حاضر ہوتے تھے اصحاب فیض خادمی کا ہاتھی بنائے اور شتر خانہ کے افراد سٹی کا اونٹ بنا کر بادشاہ کے حضور میں حاضر کرتے تھے۔

فیروز شاہ ہر شخص کو انعام عطا کر کے واپس کرتا تھا۔

اس تمام تحریر کا مقصد یہ ہے کہ عہد فیروز شاہی میں خلافت کو ہر طریقہ پر راحت و آرام نصیب ہے سبحان اللہ ایسے مبارک عہد حکومت کی کیا تعریف ہو سکتی ہے۔

سرخوال مقدمہ

بادشاہ کا مطربوں کو بعد نماز جمعہ اپنے حضور میں طلب کرنا

روایت ہے کہ جمعہ کے روز بعد نماز بادشاہی حکم کے مطابق طائفہ مطربان ہر چار شہر و طائفہ ہلو انان و گرد و دہستان گوسرائے شاہی کے اندر حاضر ہوتے تھے۔

بادشاہ نماز جمعہ سے فارغ ہو کر جوین محل میں تشریف لاتا اور یہ تمام افراد اس کے حضور میں حاضر ہوتے تھے۔

یہ تمام افراد تقریباً دو تین ہزار اشخاص ہو جاتے تھے اور یہ سب بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کئے جاتے تھے۔

فیروز شاہ تھوڑی دیر تو مسطریوں کے قصے و سرود دیکھے اور سننے میں مشغول رہتا تھا اور اُس کے بعد پہلوان حاضر ہوتے اور مشہور پہلوانوں کی کشتی ہوتی تھی۔

پہلوانوں کی کشتی کے بعد بادشاہ داستان گو کے قصے اور افسانے سماعت کرتا تھا اور نماز عصر تک انہی شغل میں وقت صرف کرتا تھا۔

بادشاہ ان حاضرین کو مطمئن کرنے کے لئے ہر شخص کے ساتھ بے انتہار عایت کرتا تھا اور ہر شخص بادشاہ کی فائز و انعام سے دل شاد ہوتا تھا اس موقع پر بادشاہ فائز و انعام میں اس قدر غلو کرتا تھا کہ کسی درباری کو زیادہ گفتگو کی مجال نہ ہوتی تھی مختصر یہ کہ یہ مجلس تمام ہوتی اور ہر شخص انعام پا کر واپس ہوتا تھا۔

اس گروہ میں ہر فرد کو اس قدر انعام عطا ہوتا کہ ہر شخص کے حصہ میں منہد و تنگے آتے تھے سطریان دہلی کی یہ نوبت پہنچی کہ ہر شخص اپنے خود سال اطفال کو ساتھ لے کر دہلی سے فیروز آباد تک آتا یہاں تک کہ بعض افراد چار سالہ و پنج سالہ اطفال کو ہمراہ لے کر فیروز آباد میں حاضر ہوتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ بادشاہ جوان و پیر ہر شخص کو برابر انعام عطا کرتا تھا ایک مرتبہ کارکنان دربار نے ارادہ کیا کہ شاہی انعام میں تفریق پیدا کریں۔

بادشاہ نے یہ خبر سنی اور درحال کی جانب نگاہ تیز سے دیکھا اور فرمایا کہ ہمارے فقیر مرض افلاس میں گرفتار ہیں اور سات روہ کامل اسی انتظار میں بسر کرتے ہیں کہ جبہ کاروز آئے اور ہم بادشاہ سے انعام حاصل کریں۔

یہ غریب اسی امید میں اپنے فرزند ان خود سال کو پانچ کو س سے ہمراہ لاتے ہیں اگر اطفال جوان میں فرق پیدا کر دیا جائے گا تو ان کا کیا حال ہوگا۔

بادشاہ نے ارشاد فرمایا کہ ہر شخص کو ایک ہی انعام عطا کریں۔

سبحان اللہ فیروز شاہ ہر طریقے سے خلاق کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتا تھا۔

اشخاص و احوال مقدمہ

دہلی جدید کا نمونہ

نقل ہے کہ فیروز شاہ نے اپنے عہد حکومت میں اپنی فراست و دانشمندی سے مختلف نوئے

ایجاد کے جس میں ایک طاس گھڑیاں ہے جن کی تفصیل قسم سوم میں معرض تحریر میں آچکی ہے اور دو رنگ دولت آہنی جنگی تشریح مقدمہ شکار میں بیان کر چکا ہوں۔

اس کے علاوہ گنبد سپید بزرگ جو مخصوص فیروز شاہ کی ایجاد ہے۔

فراشان درگاہ جس وقت فراش خانہ بادشاہی نصب کرتے تھے تو وزیر و بارگاہ و خواجگاہ

سبھی باہر لائی جاتی تھی اور اسی وقت گنبد سفید بزرگ بارگاہ سے متصل بلند کیا جاتا تھا بادشاہ اکثر اسی گنبد میں تشریف رکھتا تھا اور اسی مقام پر بادشاہ بیدارستان و شوکت کا اظہار فرماتا تھا۔

اسی طرح فیروز شاہ نے دو عدد نشانہ پتیل ایک سن کے اور دو نشانہ آہنی تیس سیر کے وضع کئے دو اندر پتیل ایک سیمینہ کے لئے اور ایک میسرہ کے واسطے مرتب کئے گئے۔

فیروز شاہ شکار کے لئے سوار ہوتا اور ہر دو نشانہ اندر پتیل کے اوپر سیمینہ اور میسرہ میں چلتے تھے اور دو نفر نشانہ ارصہ و ق پتیل میں بیٹھے اور ان نشانہ کو ہاتھ میں لیتے تھے۔ نشانہ سیوں سے ہاتھیوں کی ٹیٹھ سے باندھ دئے جاتے تھے۔

فیروز شاہ دور سے نمودار ہوتا اور دو تین کوس کے فاصلے سے نشانہ دکھائی دیتے تھے ان نشانہ کی طرح بادشاہ نے دو بزرگ دہلی بھی وضع کئے جو ہر دو دہلی قانونی ہیں۔

پانچویں قسم

فیروز شاہ کی مخلوق شاہزادہ فتح خاں کی حلت اور بعض لوگ کی غفلت کا بیان

اٹھارہ مقدمات

پہلا مقدمہ

بادشاہ کی مخلوق کے بیان میں

واقع ہو کہ سلطان فیروز شاہ حضرت شیخ الاسلام علاء الدین بزم حضرت شیخ فہرید الدین ابوحنی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا۔

بادشاہ اپنے تمام عہد حکومت میں اولیائے کرام کی متابعت کی چنانچہ فرمائے میں حلق بھی کیا
بادشاہ نے ہر وقت اولیا کی پیروی کی اور ان کی محبت کا دم سہرتا رہا اور چالیس سال کامل انہیں
بزرگان دین کی پیروی میں حکومت کی۔

فیروز شاہ سفر سے قبل تمام مشائخ و اولیا کی خدمت میں حاضر ہوا تھا جیسا کہ صبح مخیف
مقامات قبل میں مذکور ناظرین کر چکا ہے۔

مختصر یہ کہ بادشاہ نے ۷۷۷ ہجری میں بہرائج کا سفر کیا اور شہر میں پہنچ کر بندگان
سید سالار مسعود کے آستانہ پر حاضر ہو کر فاتحہ خوانی کی سعادت حاصل کی۔

بادشاہ نے بہرائج میں چند روز قیام کیا اور اتفاق سے ایک شب حضرت سید سالار
کی زیارت خواب میں نصیب ہوئی۔

سید سالار نے فیروز شاہ کو دیکھ کر اپنی ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرا یعنی اس امر کا اشارہ کیا کہ
اب پیری کا زمانہ آگیا بہتر ہے کہ اب آخرت کا سامان کیا جائے اور اپنی ہستی کو یاد رکھا جائے
صبح کو بادشاہ نے حلق کیا اور فیروز شاہ کی محبت و اتباع میں اس روز اکثر خاندان و
لوگ نے سرمٹا یا۔

حقیقت یہ ہے کہ محبت و دل بستگی کے آئین بھی عجیب و غریب ہیں
و انھیں ہو کہ جس زمانے میں ہمارے سرور عالم صلی علیہ وسلم خدائے تعالیٰ کے اس ارشاد
کے مطابق کہ مخلصین کو ہم سلسلے فرمایا تو تمام صحابہ کرام نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت
و اتباع میں اپنے سرمٹا دیے اسی طرح فیروز شاہ کے حلق کرنے میں تمام امرا نے بھی بادشاہ
کی پیروی کی۔

سبحان اللہ چونکہ بادشاہ کے قلب میں علما و اولیا کی محبت جاگزیں تھی اللہ تعالیٰ نے
اپنے فضل و کرم سے اس کی پیشانی پر انوار ولایت کو روشن و آشکار فرمادیا۔

بادشاہ کا چہرہ ہمیشہ انوار ولایت سے تابان و درخشاں رہتا تھا اور حلق کرنے کے بعد
فیروز شاہ از سرمٹا یا ایک بزرگ صاحب سجادہ نظر آتا تھا۔

ظاہر ہے کہ بادشاہ کو یہ تمام برکات علما و مشائخ کی محبت و پیروی سے حاصل ہوئے۔
غور فرمائیے فیروز شاہ نے حلق فرمائے کے بعد تمام دوا و امور جو غیر مشروع و مکروہ تھے اپنے ملک
سے دور کئے یہاں تک کہ بادشاہ نے تمام ناشروع محاصل کو یک قلم بند کر دیا۔

بادشاہ نے مالک محروسہ کے تمام مال و حکام کے نام تاکید فرمائی اس مضمون کے روانہ کئے کہ کسی قسم کا غیر مشروع محصول رعایا سے نہ وصول کیا جائے۔

دوسرا مقدمہ

بادشاہ کا غیر مشروعات کو دور کرنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ نے خدا کی غیبت دہربانی سے مالک محروسہ سے تمام غیر مشروع امور و خلاف احکام شرع ملک میں رائج تھے دور کیا۔ فیروز شاہ نے ہر رسم و رواج کو جو خلاف شرع نظر آیا اس کو قطعاً موقوف کر دیا چند امور کی تفصیل حسب ذیل ہے۔
۱) سلاطین کے غلوت خانہ میں مصور نقاشی کیا کرتے تھے تاکہ غلوت کے وقت بادشاہ کی نظر ان تصاویر پر پڑے۔

فیروز شاہ نے خوف خدا کے لحاظ سے حکم دیا کہ اس کے غلوت خانہ میں اس قسم کی نقاشی نہ کی جائے بلکہ بجائے تصاویر کے باغات وغیرہ و مناظر قدرت کے نقش و نگار بنائے جائیں۔
۲) سلاطین قدیم کے محلات میں لوہے تانبے چاندی اور سونے کے بت اور دیگر مورتیں رکھی جاتی ہیں بادشاہ نے ان تماثیل کو خلاف شرع خیال فرما کر ان کو دور کیا۔

اسی طرح شاہان قدیم طوائف و نردی ظروف میں خورد و نوش کرتے تھے لیکن فیروز شاہ نے اس کو بھی خلاف شرع خیال کر کے ان ظروف سے کنارہ کشی کی اور پتھر اور شیشی کے برتن ہتھال کرنے شروع کئے۔

اسی طرح مراتب کے علم و نشانات پر جانوروں کی تصویریں بنائی جاتی تھیں بادشاہ نے اس رسم کو بھی قطعاً موقوف کیا۔

وجہ یہ ہے کہ علماء و مشائخ ہر وقت بادشاہ کے قریب رہتے تھے اور اسی لئے فیروز شاہ کو ہمیشہ کردہ و حرام اشتیاء و افعال کا علم ہوتا رہتا تھا بلکہ یہ مقدس گروہ مالک محروسہ کے ہر محصول سے اپنی جواز و عدم جواز سے بادشاہ کو مطلع کرتا تھا اور فیروز شاہ ہر نامشروع محصول سے دست کش ہو جاتا اور اسی طرح بید نقصان برداشت کرتا تھا۔

ایک مرتبہ علما کے گروہ نے بادشاہ سے چند نامشروع امور کا ذکر کیا جو قدیم سلاطین کے زمانے میں مقرر و وضع کی گئی تھیں۔

ان امور میں ایک دانگنا تھا جس کی حقیقت حسب ذیل ہے
جو مال و اسباب کہ سرے عدل میں زکوٰۃ کے لئے جمع ہوتا تھا وہ تمام مال عام اس سے کہ صاحب لُصا ب ہو یا نہ ہو زکوٰۃ کے بعد خزانہ میں لایا جاتا تھا اور مال کو بارگرا سر نو ذرا کرتے تھے اور اس کے معاوضہ میں ہر تنگہ پر ایک دانگ وصول کر لیتے تھے۔

اس طریقہ پر ہمارا مال جمع ہو جاتا تھا لیکن دانگنا کے خزانہ میں تاجروں کو آشنا و بیگانہ ہر فرد سے تکلیف پہنچتی تھی اس لئے کہ دانگ کے وصول کرنے میں کارکنان علما متیا ط کرتے اور اس طرح تاجروں پر تشدد ہوتا تھا۔

اکثر ایسا بھی ہوتا کہ عسال خزانہ قسم کی وصول یا بی وزیر اسباب کی تفتیش میں کاہلی سے کام لیتے اور تاجروں کو بید پریشانی ہوتی اور وہ ایک مدت تک خزینہ دانگنا میں ایک طرح پر مقید رہتے تھے۔

دوسرے یہ کہ شہر دہلی میں مستغل کی رسم بھی غلات شرع تھی۔
مستغل سے مراد یہ ہے کہ زمینوں اور مکانات کا سرکاری محصول وصول کیا جاتا تھا۔
یہ رسم بھی سلاطین قدیم کے حکم کے مطابق تھی اور اسی طرح جو ایک لاکھ پچاس ہزار تنگہ کی رقم جمع ہوتی تھی اس کو محصول زمین کے نام سے موسوم کرتے تھے۔

تیسری نامشروع شے خزانہ کی رقم تھی جن کا فضا یہ تھا کہ اگر قصا ب ایک گائے ذبح کرے تو بارہ جیتل محصول ادا کرے چنانچہ اس مد سے متعلق بھی ایک منقول رقم خزانہ میں جمع ہو جاتی تھی۔

چوتھی رسم دوری کا حکم تھا جس کا مفہوم یہ ہے کہ اُس زمانے میں کہ خاص و عام سودا گر غلہ و نمک و قند و شکر زری و دیگر اسباب وغیرہ جاوڑوں پر بار کر کے شہر میں لاتے تھے اور دیوان کے ملازم اُن جاوڑوں پر جبر دہلی قدیم میں لے جاتے تھے۔

وضع ہو کہ دہلی قدیم میں سات سلاطین نے سات حصا ر تعمیر کرائے تھے جو اس زمانے میں کہ نہ ہو کر شکست ہو گئے تھے۔

ان حصا روں سے بیٹیں گر کر ایک انبار لگ گیا ہے۔

دیوان کے ملازم تاجروں کے جانوروں کو ان انبار کے قریب لائے اور بیٹیں ان پر بار کر کے شہر فیروز آباد میں بکھار کے لئے آتے آتے تھے۔

ہر سو دو کراہوں سے دہلی میں آتا وہ کم از کم ایک مرتبہ ضرور اپنی مصیبت میں گرفتار ہوتا کہ اُس کے جانور دہلی قدیم سے بیٹیں فیروز آباد میں پہنچاتے تھے۔

اس ظلم و جب کے شروع ہوتے ہی سودا گردوں نے شہر میں آنا ترک کر دیا جس کی وجہ سے فیروز آباد میں غلہ اور نمک بیکر گراں ہو گیا۔

بادشاہ کو حقیقت حال سے اطلاع دی گئی اور ہر واقعہ تفصیل کے ساتھ عرض کیا گیا بلکہ بادشاہ سے عرض کیا گیا کہ ایک سوداگر تین سو روٹی لے کر شہر میں آیا تھا۔

شاہی عہدہ دار اس شخص کو خیر باد لگا دیں لے گئے اور اس درجہ بے پروائی کی کہ نہ اس شخص سے تین دانگ محصول وصول کیا اور نہ اس کو رہا کیا۔

× یہ غریب سوداگر اتنی مدت تک خیر باد میں چڑا ہا کہ تین سو روٹی میں آگ لگ گئی اور سوداگر کا مال جل جانے کے بعد وہ غریب اس قید سے آزاد ہوا۔

رسم دوری کی وجہ سے بھی غریب سودا گردوں پر ظلم ہوا اور انہوں نے شہر میں آنا قطعاً ترک کر دیا جس کی وجہ سے بھی غلہ اور نمک وغیرہ اشیاء و اسباب گراں ہو گیا۔

اسی طرح رسم مستقل کے رائج کرنے میں اس درجہ سختی کی گئی کہ بیوہ عورات اور فقراء مساکین سے پوری رقم طلب کی گئی اور یہ غریب طبقے بھی عاجز و مجبور ہو گئے۔

مختصر یہ کہ شاہی اہواں و انصار نے بادشاہ کو تمام حقیقت حال سے مطلع کیا اور اپنی خیر خواہی و دراندیشی و خلوص سے ہر شعبہ کی کیفیت مفصل فیروز شاہ سے بیان کی اور ہر طبقہ کے راز سے بادشاہ کو آگاہ کیا۔

فیروز شاہ نے خدائی توفیق سے ان ہوائوں کا بیان اول سے آخر تک سنا اور تمام مالک محروسہ کے علماء و مشائخ کو طلب کیا۔

بادشاہ نے ان حضرات سے فرمایا کہ اگرچہ سلاطین افسید نے محصول بلاد و سلطنت میں چند امور مصلحت ملک یا لاعلمی کی وجہ سے جایز و جاری کر لئے تھے لیکن میری خواہش ہے کہ میرے دور حکومت میں احتیاط سے کام لیا جائے تاکہ رعایا کو اطمینان نصیب ہو۔

× اگر از روئے شرع ان محاصل کا وصول کرنا جائز ہو تو وصول کئے جائیں ورنہ قطعاً

ترک کئے جائیں۔

مختصر یہ کہ تمام علماء و مشائخ و قاضی بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور ان سے فتویٰ طلب کیا گیا تمام علماء و مشائخ نے بالاتفاق فتویٰ دیا اور معتبر کتابوں سے راجح روایات کو پیش کیا کہ ان محاصل کا وصول کرنا شرعاً ناجائز ہے۔

علماء و مشائخ کے فتویٰ کے بعد فیروز شاہ نے حکم دیا کہ اس قسم کے تمام محاصل بند کئے جائیں۔

شاہی دربار کے مقابل ہاتھی پر سوار ہو کر شاہی فرمان تفصیل کے ساتھ سنایا گیا۔

سفی لشکر شاہی قاضی نصر اللہ ہاتھی پر سوار ہوئے اور اس فرمان کو بادشاہ کی زبان میں براہِ آواز بلند پڑھ کر سنایا جس کا مضمون یہ تھا کہ اگر یہ سالطین قدیم نے جو نہایت دور اندیشی و عدل کے ساتھ ملک پر حکمراں رہے مصالحِ مملکت کی بنا پر اس قسم کے محاصل رعایا سے وصول کئے لیکن چونکہ از روئے شرع ان محاصل کا وصول کرنا جائز نہیں ہے اس لئے میں اپنے عہد حکومت میں ان تمام محاصل کو یک قلم موقوف کرتا ہوں مورخ غیف اس محفل میں حاضر تھا اور خاکسار نے اپنے کانوں سے یہ فرمان سنا ہے۔

اس شاہی فرمان کی سماعت کے لئے عوام و خواص ہر طبقے کے ہیشمار افراد جمع ہوئے تھے اور اس قدر مجمع تھا کہ حاضرین کا شمار نہیں ہو سکتا۔

قاضی نصر اللہ نے فرمان کو پڑھا اور جب الفاظِ دلگاہ پر پہنچا تو عبارت کو مکرر پڑھا۔

واضح ہو کہ دلگاہ کو دھٹکا نہ بھی کہتے ہیں

فیروز شاہ کی روش جس انداز کی کیا تعریف کی جائے جس نے ان تمام قوم کو یک قلم موقوف فرما دیا۔

مقبول شخص نے مورخ غیف سے بیان کیا کہ بادشاہ نے ان محاصل کو بند فرما کر مبلغ تیس لاکھ تنگہ کا نقصان برداشت فرمایا۔

ان محاصل کی موقوفی ۸۸۰ ہجری میں عمل میں آئی

تیسرا مقصد

ایک زنار دار کا شاہی کور بار کے سامنے چلایا جانا

نقل ہے کہ فیروز شاہ کو اپنے عہد حکومت میں ممالکِ محدودہ کے تمام جوئی و کلی حوال

سے آگاہی تھی۔

ایک راست گفتار مخبر نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ دہلی قدیم میں ایک ناہنجارت پرست پیدا ہوا ہے جس نے اپنے خاص مکان میں مندر تیار کیا ہے اور ہندو و مسلم ہر قوم اور ہر طبقے کے اشخاص پرستش کے لئے اس شخص کے مکان میں جاتے ہیں۔

اس زناہ دار نے ایک مہرہ جو بی تیار کیا ہے اور اُس کو مختلف اقسام کے نقش سے درست کر دیا ہے اور تمام ہندو معین روز اس کے قریب جمع ہو کر پرستش کرتے ہیں۔

چنانچہ کوئی عہدہ دار باخبر اس طرف توجہ نہیں کرتا۔

بادشاہ کو اس امر کی بھی اطلاع ہوئی کہ اس زناہ دار نے ایک مسلمان عورت کو مرتد کر کے اپنے مذہب میں داخل کر لیا ہے۔

غرض کہ اس قسم کی عجیب و غریب حکایات بادشاہ کے کانوں تک پہنچیں اور فیروز شاہ نے حکم دیا کہ اس زناہ دار کو مع اس ساختہ مہرہ کے فیروز آباد میں حاضر کریں۔

شاہی حکم کی تعمیل کی گئی اور فیروز شاہ نے تمام علماء و مشائخ کو اپنے حضور میں طلب کیا اور اُن سے تمام واقعات بیان کر کے فتویٰ دریافت کیا۔

علماء و مشائخ و مفتیان شرع نے تمام کیفیت معلوم کرنے کے بعد مسئلہ شرعی بیان فرمایا اور عرض کیا کہ شرع شریف کا حکم یہ ہے کہ بیشتر اس زناہ دار کو اسلام لانے کی ہدایت کی جائے اگر قبول نہ کرے تو اس کو زندہ جلادیا جائے۔

مختصر یہ کہ زناہ دار کو ہرچند اسلام میں داخل کرنے کی کوشش کی گئی لیکن اُس نے ایک نہ سنی اور مسلمان ہونے سے قطعاً انکار کیا۔

زناہ دار شاہی دربار کے سامنے لایا گیا اور لکڑیوں کا انبار لگایا گیا۔

زناہ دار کے ہاتھ پاؤں باندھے گئے اور اس کو لکڑیوں کے انبار میں ڈال دیا گیا اور اُس کا مہرہ جو بی بھی انبار کے اوپر رکھ دیا گیا اور انبار کے نیچے آگ لگا دی گئی۔

اُس روز مورخ عقیف دربار میں حاضر تھا اور یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

نماز ظہر کے وقت زناہ دار کے مہرہ میں دو جانب سے آگ لگا دی گئی۔

آگ ایک طرف سر کے جانب اور دوسری طرف پاؤں کے جانب روشن کی گئی۔

چونکہ کلڑی خشک تھی اس لئے بیشتر پانوں کی جانب سے آگ روشن ہوئی۔
 زمار دار نے اضطراب کی حالت میں سینے سے آہ کھینچی اور اس درمیان میں سر کے
 جانب سے بھی آگ بجھ رہی ہوئی اور شخص ملکر خاک سیاہ ہو گیا
 بادشاہ کی حق پرستی کی کیا تعریف کی جائے جس نے ایک ذرہ بھی شرع سے تجاوز
 نہیں کیا۔

چوتھا مقدمہ

غیر مسلم افراد سے جزیہ وصول کرنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ نے اپنے تمام دور حکومت میں شرع شریف کے مطابق حکمرانی
 کی اور احکام شرع کا ہمیشہ پاس دلحا دار رکھا۔
 بادشاہ نے قوانین شریعت کو مد نظر رکھ کر غیر مسلم افراد سے جزیہ وصول کیا۔
 فیروز شاہ سے پیشتر کسی بادشاہ کے عہد میں غیر مسلم رعایا پر جزیہ نہیں عاید کیا گیا اور ان
 فرار و ایان قدیم نے اس محصول کو معاف کر دیا تھا۔
 فیروز شاہ نے تمام علما و مشائخ کو جمع کیا اور ان سے فرمایا کہ یہ عام غلطی ہمیشہ سے چلی آ رہی
 ہے کہ غیر مسلم افراد سے جزیہ نہیں وصول کیا جاتا۔
 سلاطین گزشتہ نے اس امر پر زیادہ توجہ نہیں کی جس کی خاص وجہ یہی خیال کی جاسکتی
 ہے کہ یہی خواہان ملک پر غفلت طاری رہی اور انھوں نے سلاطین کو اس سے آگاہ نہیں کیا۔
 چونکہ زمار دار گرد و حجرہ کفر کی کلبہ ہے اور تمام غیر مسلم رعایا ان کی معتقد ہے اس لئے
 ان کو معاف نہ کرنا چاہئے اور ان سے ضرور جزیہ وصول کرنا چاہئے۔
 تمام علماء شرعیہ و مشائخ طریقت نے فتویٰ دیا کہ ہندوؤں اور پجاریوں سے نہایت
 شدت کے ساتھ جزیہ وصول کرنا چاہئے۔
 تمام زمار دار جمع ہو کر کوٹشک شکاریں حاضر ہوئے اور بادشاہ کو شک مذکور میں تعمیر
 عمارت میں مصروف تھا۔

اس مجمع نے فیروز شاہ سے عرض کیا کہ ہمارے اسلاف نے کسی دقت اور کسی بادشاہ کے عہد میں جزیہ نہیں دیا ہے ہم کس طرح یہ محصول ادا کر کے اپنا سناہ سیاہ کریں اور رقم کہاں سے ہم پہنچائیں ہم بادشاہ کے حضور میں اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ اس محل کے نیچے لکڑی کا انبار لگائیں اور بجائے جزیہ دینے کے اپنے کو زندہ جلادیں۔

زار دار گروہ کی تقریر بادشاہ کے کانوں تک پہنچی اور اس نے فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ اپنے کو اسی وقت جلا دیں اور ہلاک ہو جائیں لیکن ان کا جزیہ کسی طرح معاف نہیں ہو سکتا اس خیال محال کو اپنے دل سے دور کر دیں۔

اس گردہ نے کوٹنگ کے قریب چند روز فاقہ میں بسر کئے اور اس طرح اپنے کو معرض ہلاکت میں ڈالا لیکن جب ان کو یقین ہو گیا کہ بادشاہ اپنے ارادہ میں سید بختہ ہے تو شہر کے تمام ہندو جمع ہوئے اور انھوں نے بالاتفاق زار دار گردہ سے کہا کہ جزیہ کی وجہ سے تمہارا اس طرح ہلاک ہونا مصلحت کے خلاف ہے۔

غرض کہ تمام ہندوؤں نے پنڈتوں اور پوجاریوں کا جزیہ اپنے ذمے لے لیا۔ دہلی میں جزیہ کی تین قسمیں ہیں اول چالیس دوم بیس بیس اور سوم دس تنگے۔ تمام زار دار افراد نے بادشاہ سے اپنے عجز کا اظہار کیا اور عرض کیا کہ تمام رقم جزیہ میں ہر فرد کیلئے کچھ کم کر دیا جائے۔

فیروز شاہ نے حکم دیا کہ ہر دس اشخاص پر یکاس تنگے جزیہ مقرر کیا جائے۔ بادشاہ نے یہ حکم دیکر رقم کی وصول یابی کے لئے عہدہ دار بھی مقرر فرمائے۔

پانچواں مقدمہ

دو دراز قہ ایک کوتاہ قدر اور دو بارش عورت کا حال

نقل ہے کہ فیروز شاہ کے عہد میں خدا کی قدرت سے بعض نادرا اشخاص پیدا ہوئے جن میں بعض کا قدر از بعض کا کوتاہ اور بعض عورات بارش اور بعض عجیب حیوانات داخل ہیں چنانچہ ہر فرد کا حال ملحدہ بیان کیا جاتا ہے۔

کو تاہ قد انسان کا انسان۔ فیروز شاہ ٹھٹھ کی ہم سے واپس آیا جیسا کہ مورخ اس سے قبل معرض تحریر میں لایا ہے۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ ٹھٹھ سے واپس آیا اور ایک کوتاہ قد انسان بادشاہ کے حضور میں پیش کیا گیا اس شخص کا قد ایک گز کے قریب بلند تھا اور دست و پا کی درازی بھی قد کے موافق تھی۔

اس شخص کا سر بھی اسی مقدار سے کوتاہ جو بادشاہ کے حکم کے مطابق چہنہ روز دہلی و فیروز آباد میں رکھا گیا۔

خلائی شہر ہر چار جانب سے اس شخص کو دیکھتے آتے اور تعجب کرتے تھے مورخ عقیف نے بھی اس شخص کو دیکھا ہے۔

عجب راز و اسرار الہی ہیں جن میں دم مارنے کی بھی گنجائش نہیں ہے۔
دومر و بزرگ و دراز قد کا قصہ۔ فیروز شاہ کے عہد حکومت میں جالپہار کے ملک سے دو شخص بچہ دراز قد بادشاہ کے حضور میں پیش ہوئے جن کا رنگ قطعاً سیاہ تھا اور جو اس درجہ دراز قد تھے کہ اس زمانے کا دراز ترین شخص ان کی کمر تک پہنچتا تھا۔

مورخ عقیف نے بھی ان اشخاص کو دیکھا ہے ان دونوں کو منسک کہتے تھے۔
بادشاہ کے حکم سے یہ اشخاص بھی چند روز شہر میں رکھے گئے تاکہ خلایق ان کو دیکھ کر خدا کی قدرت کا نشانہ دیکھے۔

یہ اشخاص جب چلتے تھے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ دو منارے جنبش میں آگئے ہیں۔
دو عورات بارئش کا قصہ۔ فیروز شاہ کے عہد میں دو عورات بارئش بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کی گئیں۔

عورتیں میانہ قد و غیر مسلم اور صاحب برئش و صاحب پستان تھیں۔
ان کا رنگ سیاہ تھا اور دونوں صاحب شوہر تھیں ان عورتوں کی داڑھی گروہ تھی
مورخ عقیف نے بھی ان عورتوں کو دیکھا ہے جو درحقیقت عجائب مخلوقات میں تھیں
اب مورخ عجیب حیوانات کے حالات قلم بند کرتا ہے۔

فیروز شاہ کے عہد حکومت میں ایک سہ پاگو سپند لائی گئی جس کا رنگ ابلق تھا۔
اس جانور کے دو ہاتھ اور ایک پاؤں تھا اور دوسرے پاؤں کی ملک پستان ماڈہ گاؤ

کی شکل کی ایک پستان تھی۔

یہ گوہر تین پانوں سے بنی جڑی اور وانہ اور پانی بخوبی کھاتی اور پتی تھی۔
یہ جانور بھی چند روز دربار شاہی بلکہ درمیان کو شک رکھا گیا تاکہ غلامی قدرت الہی کا نشانہ دیکھے

افسانہ زنگ سیاہ پانوں دیا جائے لال فیروز شاہ کے عہد میں ایک کو لایا گیا جس کا تمام جسم تو سیاہ تھا لیکن اس کی چوچ اور اس کے پانوں قطعاً سرخ تھے۔
اس قسم کا کو ایک عجوبہ روزگار جانور خیال کیا جاتا ہے اس لئے کہ ہمارے زمانے کے تمام کو سے دو دو کی طرح قطعاً سیاہ ہوتے ہیں اور ان کی چوچ اور پانوں بھی جسم کی طرح سیاہ ہیں۔
اس کو سے کی چوچ اور اس کے پانوں سرخ تھے جو چند روز دربار شاہی میں رکھا گیا۔
سورخ عقیف نے بھی اس جانور روزگار جانور کو دیکھا ہے۔

طوطی سپید کا جس کی چوچ اور پانوں سیاہ تھے قصہ اور سربراہی دریا کی شرح۔
فیروز شاہ کے عہد حکومت طوطی سفید پیش کیا اور بادشاہ نے حکم دیا کہ اس جانور کو کو شک نزدل میں رکھیں تاکہ غلامی اس کو دیکھ کر خدا کی قدرت کا نشانہ دیکھیں اور عبرت حاصل کریں۔

ایسی ایک دریائی مچھلی کا سر پیش کیا گیا جو اس قدر بڑا تھا کہ ایک پیل بزرگ کے سر و خرم کی برابر تھا۔
حقیقت یہ ہے کہ ارواہی کی بزرگی و اقسام کے بابت جس قدر فضائل بھی بیان کیے جائیں صحیح و واقعی ہیں۔

بچ پاگ کا قصہ فیروز شاہ بادشاہ کے عہد دولت میں ایک کاٹے پیش کی گئی جس کے پانچ پانوں تھے سورخ عقیف نے اس جانور کو دیکھا ہے جس کے چار پانوں تو دیگر حیوانات کی طرح تھے اور پانچواں پانوں گردن سے برآمد ہو کر شانہ تک آویزاں تھا اور جانور اس پائے خیم سے کسی قسم کی حرکت نہ کر سکتا تھا۔

یہ جانور بھی عجائب روزگار میں تھا جو اس عہد میں پیدا ہوا۔
اس جانور کا پائے خیم انسانی انگشت ششم کے مانند بیکار تھا۔
یہ جانور بھی چند روز دربار میں بندھا رہا۔

اُس گائے کا قصہ جس کا سُم سُم اسپ کی طرح غریباک تھا۔ سورخ عقیف نے اس جانور کو دیکھا ہے۔

اس جانور کے دو دست کے سُم سُم اسپ کے مانند تھے اور دو پاؤں کے سُم گائے کے سموں کی طرح باچاک تھے اور جانور کا رنگ سفید تھا۔
حقیقت یہ ہے کہ یہ جانور بھی قدرت الہی کا تماشہ و نمونہ تھا۔

خانان و ملوک فیروز شاہی کی عظمت و شاہی کا ذکر

سورخ عقیف بھی دیگر مورخین کی طرح اب خانان و ملوک فیروز شاہی کی عظمت اور ان کے جاہ و جلال کا ذکر کرتا ہے۔

چھٹا مقدمہ

خان اعظم تارا خاں کی عظمت کا بیان

نقل ہے کہ خان اعظم خدائی درگاہ میں بندہ مقبول اور بادشاہ کا دست گردنہ صاحب سیف و قلم تھا۔

واضح ہو کہ یہ امیر بہ اعتبار نسل ترک تھا۔

مختصر روایت ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق کے عہد حکومت خراسان کے ایک صاحب جاہ و چشم فرما نے طمان و دیبال پور پر حملہ کر کے اس نواح کو تاخت و تاراج کیا۔
یہ بادشاہ اپنی ایک زوہ پر جو یہ صاحب حسن و جمال تھی اس درجہ شہ استھا کہ اس کو ایک دم اپنے سے جدا نہیں کرنا تھا۔

اس مہم میں بھی یہ عورت بادشاہ کے ہمراہ و حاملہ تھی۔

بادشاہ خراسان کے طمان و دیبال پور میں قدم رکھتے ہی اس بیگم کے بطن سے بچہ پیدا ہوا۔
اتفاق سے اُس شب سلطان تغلق نے خراسانی لشکر پر خون مارا اور قتل عام

شروع کر دیا خراسانی لشکر نے شکست کھائی اور ہر شخص نے راہ فرار اختیار کی اور پریشانی کے عالم میں اس بچے کو گہوارہ میں چھوڑ دیا۔

سلطان تغلق کا لشکر مال غنیمت کو ہر جانب تلاش کر رہا تھا کہ ان کی نظر اُس گہوارہ پر پڑی اور گہوارہ میں بچے کے بادشاہ کے رو برو لایا گیا۔

سلطان تغلق نے اس نوزائیدہ بچے کو دیکھ کر بھلا پسند کیا۔

بادشاہ نے اس خوش نصیب بچے کی بجائے فرزند کے پردوش شروع کی۔

سلطان تغلق نے فرزند کو تاتار ملک کے نام سے موسوم کیا جو اس عہد میں خراسان

تھا یہ بچہ جوان ہوا اور سلطان محمد تغلق کے عہد حکومت میں جوان ہو کر مشہور زمانہ ہوا۔

یہ لڑکا دلاوری و زور آزمائی و شجاعت و بہادری میں یکٹانے دانہ ہوا اور محمد تغلق کے عہد حکومت میں لشکر کشی و فتوحات ملکی میں ناور روزگار خیال کیا جانے لگا۔

اسی شخص نے اپنے دور بارہ سے بہترین مالک جمع کئے۔

معتبر روایت ہے کہ ایک وقت سلطان محمد تاتار ملک سے آزرہ ہوا اور اس نے اس امیر کو برے الفاظ سے یاد کیا اور تاتار ملک کو اپنے سے جدا کر کے دور روانہ کر دیا۔

تاتار ملک نے چند بیات نظم کر کے بادشاہ کے حضور میں روانہ کیں۔

سلطان محمد نے یہ اشعار دیکھ کر بید تعریف کی اور تاتار ملک کو اپنے حضور میں طلب کر کے اُس پر بید نوازش فرمائی۔

فیروز شاہی عہد میں اس امیر کو تاتار خاں کا خطاب عطا ہوا اور پتر قلیغہ کے عطا سے سرفراز فرمایا گیا۔

اس پرستزاد نوازش یہ ہوئی کہ پتر کے اوپر بجائے ہائے زین کے زین لباس رکھا گیا جو محض سلاطین کے لئے مخصوص ہے۔

فیروز شاہ صحن گلیں کے محل میں دربار کرتا اور بادشاہ کے جانب راست جو دراکے لئے مخصوص ہے تاتار خاں کو جگہ عطا ہوتی تھی اور بادشاہ کے جانب چپ خانجہاں مقبول کی جا مقرر تھی۔

اگرچہ خانجہاں مقبول وزیر تھا لیکن بادشاہ کے جانب راست تاتار خاں ہی کو جگہ عنایت ہوتی۔

تاتار خاں کی رحلت کے بعد یہ سمت خانہاں کو عطا ہوئی۔
فیروز شاہ کو تاتار خاں پر اعتماد کلی تھا اور بادشاہ امور ملک میں ہمیشہ تاتار خاں سے
مشورہ لیا کرتا تھا اور بادشاہ اس امیر کی رائے کے مطابق بہات ملک کو فیصل کرتا اور ان کے بابت
احکام جاری کرتا تھا۔

خان مذکور بادشاہ کا بھی خواہ اور خیر اندیش تھا اور اُس کی فطرت مجددہ و سلیم
واقع ہوئی تھی اللہ تعالیٰ نے اس امیر کو بیشمار صفات سے آراستہ فرمایا تھا۔
تاتار خاں نے توفیق الہی سے ملک حجاز کا سفر کیا اور حرمین شریفین کی زیارت کے بعد
ہندوستان واپس آیا۔

اس امیر کی صحبت میں ہمیشہ علماء و فضلاء کا مجمع رہتا اور تاتار خاں اس مقدس گردہ کی
غرت کرتا تھا۔

تاتار خانی جو بہترین و مشہور زمانہ تفسیر ہے اسی امیر کی جمع کردہ ہے۔
معجزہ رواۃ کا بیان ہے کہ تاتار خاں نے ارادہ کیا کہ ایک مفصل تفسیر ترتیب دے۔
اس امیر نے تمام تفاسیر کو جمع کیا اور علماء کے ایک گردہ کو جمع کر کے تمام ائمہ و تفسیر کے
اختلافات کو نقل کر کے ہر آیت کے متعلق تمام اقوال اپنی تفسیر میں جمع کئے۔
تاتار خاں نے اس تفسیر کے جمع کرنے میں دل و جان سے کوشش کی اور ہر اختلاف
کا حوالہ دیکر صاحب تفسیر کے نام کی تصحیح کر دی۔

ہم کہہ سکتے ہیں کہ عالم کی تمام تفاسیر اس ایک کتاب میں جمع ہو گئی ہیں۔
یہ تفسیر مرتب ہوئی اور تاتار خاں نے کتاب کو تفسیر تاتار خانی کے نام سے موسوم کیا۔
اسی طرح خان اعظم ایک مجموعہ فتاویٰ بھی مرتب کیا جن کی ترتیب یہ ہے کہ پیشتر شہر دہلی
کے تمام کتب فتاویٰ جمع کیں اور اُس کے بعد جو ایک نسخہ ترتیب دیا جس میں ہر مسئلہ دہر کلمہ میں
مستحبات شرع کے اختلافات نقل کئے اور مفتی کے اختلاف کو صاحب فتویٰ کی طرف منسوب کر کے
فتویٰ اور مفتی کی مراحت کر دی۔

یہ مجموعہ تقریباً تیس جلدوں میں مرتب ہوا۔
تاتار خاں علم شریعت میں مرتبہ عالی رکھتا تھا اور شریعت کی اتباع و تبحر سے طریقت
اور طریقت سے علم حقیقت کی بارگاہ میں باریاب ہوا۔

اس امیر نے ان ہر سہ علوم کے نکات و معارف حاصل کرنے میں بید کو کوشش کی۔
تاتار خاں نے شوق طلب میں نروبان عشق پر قدم رکھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل
و کرم سے ابواب عشق اس کے قلب پر درآ کر دیئے۔
مختصر یہ کہ خان اعظم خانان منظم عالم دین حاجی و نمازی تاتار خاں کو احکام شریعت کا
بید لکھا تھا۔

یہ امیر قوانین شریعت سے سرسوتا و زندقہ کرتا تھا اور سفر و حضر ہر حالت میں شریعت
پر کار بند رہتا تھا خان اعظم لشکر کشی کے لئے روانہ ہوتا تو کینیران حرم کے ہمراہ لے جانے میں دیگر
امرا کی تقلید نہ کرتا تھا۔

دیگر لوگ و خانان کا دستور تھا کہ اپنے کینیروں کو اپنے برابر رکھتے تھے اور سفر میں ان
کے ہمناں ملتی تھیں لیکن تاتار خاں نے اپنے حرم کو کبھی گھوڑے پر سوار نہیں کیا بلکہ ایک گاڑی
تیار کرائی اور اسی میں کینیروں کو سوار کیا۔

اس گاڑی کو ہندی میں بھج کر یا بھج کر کہتے ہیں۔
تاتار خاں نے ستر کے خیال سے ان گاڑیوں کو تخت پوش کر دیا تھا اور انکو حجرہ کے
مانند بنا کر متفضل کر دیا تاکہ نامحرم کی نظر ان پر نہ پڑے۔

کس درجہ احتیاط تھی جس کی تعریف نہیں ہو سکتی۔
غرض کہ اس امیر کے تمام افعال پسندیدہ تھے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو ہر طرح کی خوبی سے
آراستہ فرمایا تھا۔

تاتار خاں نے جلوس فیروز شاہی کے چند سال بعد وفات پائی۔

ساتواں مقدمہ

خانجہاں کی عظمت کے بیان میں

نقل ہے کہ خانجہاں وزیر کا نام مقبول تھا اور اس کو خدا نے ہر عمدہ صفت عطا فرمائی ہے۔
عالم جاہلیت میں اس کو کنو کے نام سے یاد کرتے تھے۔

یہ امیر دراصل تعلق تھا جو اپنے گروہ میں تمام افراد سے بہتر دماغی خیال کیا جاتا تھا۔ جاہلیت کے زمانے میں راجہ تلنگانہ کا مقرب تھا۔ سلطان محمد تغلق نے رائے تلنگانہ کو دہلی کی جانب روانہ کیا اور راجہ نے راہ میں وفات پائی۔

خانجہاں محمد تغلق کے حضور میں حاضر ہو کر ایمان لایا اور بادشاہ نے اس کو مقبول کے نام سے موسوم کیا اور اس پر بیحد نوازش فرمائی۔

سلطان محمد نے خانجہاں میں ہر طرح کے جوہر قابلیت معائنہ کر کے اس کی فہم و فراست و سیاست و تدبیر کا صحیح اندازہ کیا اور خانجہاں کو دہلی کا نائب وزیر مقرر کیا۔ خانجہاں پر دانہ جات میں اپنی دستخط اس طرح پر کرتا کہ مقبول بندہ محمد تغلق۔ اگرچہ یہ وزیر فوشت و خاوند سے قطعاً بے بہرہ تھا لیکن عقل و فراست میں بھٹائے زمانہ تھا اس کا اور اک داس کی عقل و فہم کا جواب نہ تھا

اس امیر نے محض اپنی عقل و فراست سے داد الملک دہلی کی باوگاہ کو آراستہ کیا۔ سلطان محمد کے ابتدائی زمانے میں اس کو قوام الملک کا خطاب عطا ہوا اور ملت ان کا جاگیر دار ہوا اور اس کے بعد نائب وزیر مقرر کیا گیا۔

اس زمانے میں خواجہ جہاں سلطان محمد تغلق کا وزیر تھا۔ مختصر یہ کہ خانجہاں نائب وزیر اپنے عہدہ کا اہل ثابت ہوا اور اس نے دیوان وزارت کو ہر طرح پر آراستہ کیا۔

اہل معاملہ و جاگیر دار خواجہ جہاں سے اس درجہ نہ ڈرتے تھے جتنا کہ قوام الملک سے خوف کرتے تھے

خواجہ جہاں جب کسی صاحب سقط پر تہدید کرتا یا ہٹا تو اس کو قوام الملک کے سپرد کر دیتا تھا اور قوام الملک ایسے اشخاص پر بیحد سختی و تشدد کرتا۔

اسی طرح جب خواجہ جہاں دیوان وزارت سے اٹھ جاتا تو قوام الملک دیوان داری کر کے اہل سقط پر بیحد سختی کرتا تھا اور شہنشاہ مال خزانہ شاہی میں مصروف رہتا تھا۔

خواجہ جہاں خود بھی معاملات سلطنت و دیوان وزارت کے اہم امور کو قوام الملک ہی کی ہدایت و فراست سے انجام دیتا تھا۔

خانجہاں نے سلطان محمد تغلق ہی کے عہد میں عظمت و نام آوری پیدا کر لی تھی۔
اسی زمانے میں سلطان محمد نے وفات پائی اور فیروز شاہی دور شروع ہوا اور خواجہ جہاں
بادصف فہم و فراست کے فیروز شاہ سے منحرف ہو گیا۔

خواجہ جہاں نے جیسا کہ مورخ صدر مقالہ میں بیان کر چکا ہے سلطان محمد تغلق کے فساد مذکور
بادشاہ بنایا اور سلطان فیروز شاہ سے مقابلہ کرنے کے لئے لشکر روانہ کیا۔

خواجہ جہاں اور قوام الملک دہلی میں مقیم تھے لیکن خانجہاں کو جب معلوم ہوا کہ فیروز شاہ
دہلی کے قریب آگیا ہے تو یہ امیر مجید و لیری و شجاعت کے ساتھ مردانہ وار روز روشن میں شہر
سے باہر آیا اور فیروز شاہ سے مل گیا۔

خانجہاں کے مل جانے سے گویا دہلی فتح ہو گئی۔

مورخ عقیف اب ان امور کا ذکر کرتا ہے جو خانجہاں یعنی وزیر باندہیر اور بادشاہ یعنی
فیروز شاہ کے درمیان پیش آئے۔

خانجہاں کا مسند وزارت پر بیٹھنا۔ روایت ہے کہ خانجہاں وزیر اٹھے با فہم و فراست
کی طرح مسند وزارت پر چلو بس کرتا تھا اور جاگیرداروں اور اہل معاملات سے سیدھی سختی و تاکید
کے ساتھ حساب لیتا تھا اور خزانہ شاہی کے لئے نہایت احتیاط سے مال وصول کرتا تھا۔

خزانہ کی کردی روزانہ اس کے ملاخیز میں پیش ہوتی تھی اور اس موقع پر وزیر نہایت
تاکیدی احکام جاری کرتا تھا کہ جس قدر زائد ممکن ہو مال خزانہ شاہی میں داخل کرو

اگر کسی روز خزانہ شاہی میں کم داخل ہوتا تو وزیر تمام عمال کو برے الفاظ سے یاد کرتا
بلکہ غم و غصہ کی حالت میں نہایت فکر مند و بچپن ہوتا تھا۔

خان جہاں اس روز طعام نہ کھاتا اور فرماتا کہ ملک و دولت کا قیام اور سلطنت کا
انتظام مال و نقد سے ہوتا ہے اگر خزانہ میں مال کم ہوگا کیسی دوسری مد میں ضائع ہو جائے گا تو
بنیاد سلطنت میں خرابی واقع ہوگی۔

اگر خزانہ کسی سبب سے خزانہ شاہی قطعاً خالی ہو جائے گا تو اس سلطنت کا قیام
دشوار بلکہ ناممکن ہو جائے گا۔

یہی وجہ تھی کہ وزیر مذکور شب و روز مال جمع کرنے میں مصروف رہتا تھا۔
خانجہاں کی سواری کا قصہ۔ جب کبھی کہ فیروز شاہ کسی فہم یا تشکر کے لئے سفر کرتا تو

خانجہاں وزیر کو بطور نائب شہر میں متعین کرتا تھا۔

وزیر مذکور بادشاہ کی عدم موجودگی میں دوسرے یا تیسرے روز جو ار شہر میں سوار ہو کر جاتا اور اس طرح رہا یا کو اپنے جاہ و شتم سے مرعوب کرتا تھا۔

خانجہاں کی سواری کی یہ شان و شوکت ہوتی تھی کہ جاہ و شتم و بیشمار ہاتھی اور پیادے جو تمام و کمال خود خانجہاں کے ملازم ہوتے تھے اس کے ہمراہ ہوتے تھے۔

ان کے علاوہ خانجہاں کے فرزند اور نو اسے اور داماد اور غلام و بارہی و نازہی و ترکی گھوڑوں پر سوار سپید مکر بند و بیش قیمت کلاہ سے آراستہ اس کے جلو میں ہوتے تھے۔

وزیر مذکور اس شان و شوکت سے بچہ جاہ و جلال کے ساتھ فیروز آباد سے دہلی تک سفر کرتا اور وزیر کی یہ شان و کچھ کر خلقت خدا ملتی جوتی اور شہر میں انتظام قائم رہتا تھا۔

موسن حیف کے والدین نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ فیروز شاہ نے اپنے آخراں جلوس میں سات برس کامل صرف تیرہ روز شہر میں مقیم رہا۔

بادشاہ دو یا تین سال کی بعد شہر میں آتا اور صرف چند روز فیروز آباد میں قیام کر کے دوسری سمت روانہ ہو جاتا تھا اور خانجہاں وزیر تمام مملکت و تمام خلافتی سلطنت کو قابو میں رکھتا تھا۔

خانجہاں کے پاس بیشمار سپاہ و شتم تھے اور نیز یہ کہ اس کے فرزند و داماد اور نو اسے سبھی لائق و تھے۔

اس کے علاوہ اس امیر کے غلام حبیب قوی و تندرست تھے۔

خانجہاں بچہ ہوا خواہ اور خیر اندیش وزیر تھا۔ یہی وجہ تھی کہ فیروز شاہ نے سات سال کامل مخالف و بدخواہ جماعت کو پا مال کیا اور ہر سرکش و شور و پشت شخص کو نیچا دکھایا۔

خانجہاں کی وفات کے بعد فیروز شاہ نے سواری کرنا ترک کر دیا بلکہ اگر سواری کرتا تو صرف جوار دہلی میں سیر کر کے واپس ہوتا۔

پسران و دامادان خانجہاں کا قصد خانجہاں کے فرزند بیشمار تھے اس لئے کہ اس امیر کو حرم خانجہاں کنیزوں اور حرم کے صبح کرنے میں بچہ دہشی لیتا تھا بلکہ ایک روایت یہ ہے کہ اس کے حرم میں روم و چین کی دو ہزار کنیزیں جمع تھیں۔

ہر کنیز روم و مکمل لباس میں آراستہ ہو کر سامنے آتی تھی اور خانجہاں ان میں شامل ملی کے باوجود اپنی حرم کے ساتھ ہمیشہ و نشاط میں مشغول رہتا تھا۔

خانجہاں کثیر اولاد بھی تھا اور اس امیر کی اولاد کی کثرت کی بابت جو خبر بادشاہ کو ہوئی تو اس نے اپنی پرورش و احسان سے یہ فرمایا کہ ہر فرزند جو خانجہاں کے حرم میں پیدا ہو اس کی پرورش کے لئے گیارہ ہزار تنگے مقرر کئے جائیں اور اسی طرح نو زائیدہ دختر کے لئے پندرہ ہزار کی رقم منظور فرمائی۔

بادشاہ نے اس امیر کے فرزند و داماد تمام افراد کو کم رسیدہ رحمت فرمائی یہی وجہ تھی کہ خانجہاں کے تمام فرزند و داماد اور نواسے بالکلاہ و کمر رہتے تھے۔ اس امیر کی شوکت اور اس کے جاہ و شہم نے اس حد تک ترقی کی کہ فیروز شاہ نے بار بار یہ کہا کہ دہلی کا فرماؤ اور اصل اعظم ہالوں خانجہاں ہے۔

خانجہاں کا کارکنان سلطنت کو بادشاہ سے آزاد کرانا۔ کارکنان و عمال سلطنت سے اگر طمع کی وجہ سے کوئی خیانت ظہور میں آتی تو ان اشخاص کو بادشاہ کے حضور میں لے جاتے تھے۔ خانجہاں جو سچہ صاحب فہم و فراست تھا ملکی معاملات کے فیصلہ کرنے میں سچہ کوشش کرتا تھا اور اپنی عقل و دانش و نیز تدبیر و سیاست سے تخت شاہی کے سامنے کامیاب ہوتا اور بادشاہ کا عہد ٹھنڈا کر دیتا تھا۔

معتبر اشخاص نے سورخ عقیف سے بیان کیا ہے کہ فیروز شاہ کے فراش خانہ میں ایک عدد موزہ جو بیچہ مرصع و مکمل و جو اہر نگار تھا کارکن علمہ کے سپرد تھا۔ اس موزہ کی قیمت اسی ہزار تنگے تھی جس کو کارکنان علمہ نے کسی ترکیب سے کھنڈی کے مرسولین متسلم بند کر کے اس کی قیمت خود باہم تقسیم کر لی۔ چند روز کے بعد بادشاہ نے اس موزہ کو طلب کیا اور تمام عمال نے عرض کیا موزہ مذکور کھنڈی روانہ کر دیا گیا ہے۔

فیروز شاہ نے اپنی عقل و فراست سے اس امر کا اندازہ کر لیا کہ عمال شعبہ نے موزہ تلف کر دیا ہے

بادشاہ نے ان کا عندہ سنا اور ارادہ کیا کہ تمام عمال کو شدید سزا دے۔ فیروز شاہ کے ان ارادہ سے خانجہاں کو اطلاع ہوئی اور وزیر مذکور نے حضور میں حاضر ہو کر تمام حالت معائنہ کی

اس موقع پر وزیر نے خیال کیا کہ بادشاہ ان کارکنان علمہ کو تباہ و برباد کر دے گا اور

خانجہاں اٹھا اور تخت شاہی کے روبرو مودب استاد ہو کر ان مجرمین کی سستینیں زور سے پکڑیں اور ان کو کشاں کشاں دربار سے باہر لے آیا۔

جب یہ اشخاص بادشاہ کی نظر سے پوشیدہ ہو گئے تو خانجہاں نے ان افراد سے کہا کہ اے خون گرفت گروہ میں نے تمہاری جان بچا دی اب اُس سردقہ موزہ کی قیمت بیلغ اسی ہزار تینگے خزانہ بادشاہی میں داخل کر دو۔

غرضیکہ دوسرے روز بادشاہ نے خانجہاں سے دریافت کیا کہ کارکنان محلے نے موزہ کیا کیا۔

خانجہاں نے جواب میں عرض کیا کہ موزہ کی قیمت بیلغ اسی ہزار تینگے خزانہ بادشاہی میں پہنچ گئے اب موزہ کی کیا پرکشش کنگڈنی گیا یا نہیں پڑا ہوا ہے۔

سبحان اللہ خانجہاں کی فہم و فراست کی کیا تعریف کی جائے۔

خانجہاں کا فیروز شاہ صاف جواب دیے کا واقعہ نفس بہ کر فیروز شاہ کی مہم سے واپس آیا اور کوٹنگ ساہورہ کی تعمیر میں مصروف ہوا۔

بادشاہ بیشتر اوقات ساہورہ میں مقیم اور قصر کی تعمیر میں مہمک رہتا اور خانجہاں فیروز آباد میں موہلی مالی کو بیچہ کو کشش سے انجام دیتا تھا۔

وزیر مذکور سند وزارت پر بیٹھ کر ہر محکمہ کے عامل و کارکن سے حساب لیتا اور ہر قسم کی باز پرس کرتا تھا۔

خانجہاں کا قاعدہ تھا کہ شنبہ کے روز فیروز شاہ کی خدمت میں ساہورہ حاضر ہوتا اور ملک کے تمام جزئی و کلی واقعات سے بادشاہ کو آگاہ کرتا تھا۔

فیروز شاہ نے یقین کر لیا کہ خانجہاں اُس کا وفادار و مخلص ملازم ہے اور اسی بنا پر ارادہ کیا کہ اُس کا مرتبہ وزارت سے بلند کرے

ایک روز بادشاہ نے اپنے دو معتبر امیر ملک شاہین اور ملک سیدالحجاب کو فیروز آباد خانجہاں کے پاس روانہ کیا اور اُن امیروں کو حکم دیا کہ بادشاہ کی زبان سے خانجہاں کو مژدہ سنائیں کہ بادشاہ کو وزیر کی تک حلالی و اخلاص پر پورا اعتماد ہے۔

فیروز شاہ چونکہ خانجہاں پرش اپنی ذات کے اعتماد رکھتا ہے اس لئے بادشاہ کا ارادہ ہے کہ اس کا مرتبہ عہدہ وزارت سے بلند کرے اور اسی بنا پر فیروز شاہ کا فرمان ہے

کہ مسند خان کے مرتبے کے لائق نہیں ہے۔

خانجہاں دربار شاہی میں زردوزی نہالچے پر تخت کے متصل نشست اختیار کرے اور مسند ظفر خاں کو عطا کرے اس لیے کہ تخت کے متصل نہالچے زردوزی مسند وزارت سے بلند و بالا ہے۔

غرض کہ یہ دونوں امیر خانجہاں کے پاس فیروز آباد آئے اور انہوں نے بادشاہ کا پیغام پہنچایا خانجہاں نے تھوڑی دیر غور کیا اور اس کے بعد کہا کہ بادشاہ اسی جیلہ سے مسند وزارت مجھ سے لے کر مجھ کو اس عہدہ سے معزول کرنا چاہتا ہے اور ظفر خاں کو وزیر مملکت بنانے کا ارادہ رکھتا ہے۔

خانجہاں نے کہا کہ مسند بھی بادشاہ کا عطیہ ہے اور نہالچہ بھی قبلہ عالم ہی کا عطیہ ہوگا لیکن گزارش یہ ہے کہ جس روز برستی کی مدد میں بندہ نے بادشاہ کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا ہے اُسی روز بادشاہ نے تو قیام وزارت اپنے قلم سے تحریر فرما کر مجھ کو عطا فرمائی بلکہ اس تحریر کو کافی خیال کر کے بے قسم فرمایا کہ جب تک کہ میں اور میری اولاد حکمران رہے گی مرتبہ وزارت مجھ کو اور تیری اولاد ہی کو عطا ہوگا۔

خانجہاں نے تو قیام وزارت ملک شاہین کو دیا اور اُس سے کہا کہ تم میری جانب سے بادشاہ سے عرض کرو کہ حضرت شاہ نے جس طرح اسی نوشتہ کو اپنے دست مبارک سے تحریر فرمایا ہے اُسے اپنے ہی ہاتھ سے اس کو چاک بھی فرمادیں اور مسند وزارت ظفر خاں کو عطا فرمائیں۔

غرض کہ ملک شاہین اور ملک سید الحجاب بادشاہ کے حضور میں پہنچے اور انہوں نے فیروز شاہ سے خانجہاں کا قول نقل کیا۔

بادشاہ نے یہ تقریر سن کر فرمایا کہ معاذ اللہ میرا ہر گز یہ منشا نہیں ہے کہ میں خانجہاں کو مسند وزارت سے معزول کر دوں میرا تو یہ ارادہ تھا کہ خانجہاں کا مرتبہ بلند و بالا کر دوں لیکن چونکہ اُس کو خود یہ منظور نہیں ہے تو بہتر ہے وہ مسند ہی پر وزارت کے فرائض انجام دے۔

دوسرے روز خانجہاں تمام کوائف و امور کے عرض کرنے کے لئے ساہورہ سے فیروز آباد حاضر ہوا اور بادشاہ نے وزیر سے فرمایا کہ خانجہاں میرا ارادہ یہ تھا کہ تمہارا مرتبہ

بندہ بالا کروں لیکن تم نے اس کے برعکس اپنا عمل خیال کیا۔

خانجہاں نے عرض کیا کہ بندہ اب زیادتی جاہ و مرتبہ کا خواہاں نہیں ہے اگر فدوی بادشاہ کے حکم کے مطابق ہمالیہ زردوزی پر سختی کے متصل دیوان کرے گا تو اگرچہ یہ امر حقیقت تو میری سرفرازی کا باعث ہوگا لیکن خلقت خدا مجھ کو سب پر متمکن نہ دیکھو کیا خیال کرے گی اور کیا کہے گی تمام خلقت شہر ہی خیال کرے گی کہ بادشاہ نے اپنے بندہ قدیم خانجہاں کو سند وزارت سے معزول کر دیا ہے۔

بندہ چونکہ ٹٹی میں دربار کے روبرو سند وزارت پر بیٹھا ہے اور خلقت خدا مجھ کو دیکھنے آتی اور یہ کہتی ہے کہ خانجہاں بدستور اپنے عہدہ پر برقرار ہے اس لئے بندے کے لئے سند ہی مناسب ہے ہمالیہ زردوزی ظفر خاں یا کسی اور راہل امیر کو عطا ہو۔

بادشاہ نے خانجہاں کی یہ تقریر سن کر مسکرایا اور خاموش ہو رہا۔

عین الملک کی معزول کا حال نقل ہے کہ عین الملک کو عین ماہر دیکھتے تھے۔

فرزند شاہ اپنے آغاز جلوس میں اشرف مالک اور دیوان وزارت میں دربار کرتا اور بیٹھا تاکہ سارا عہدے ملک کو بخوبی انجام دے۔

عین الملک سید دانشمند عالم و کامل و فاضل تھا جو ہم و فراست و عقل و علم و فضل و کمال میں بختاڑے زمانہ تھا۔

اس امیر کے فضل و کمال و غیر غفل و دانش کے بابت معتبر حضرات نے سوچ عقیف سے یہ روایت کی ہے کہ سلطان محمد تغلق کے عہد میں عین الملک کے برادران حقیقی سے جرم سرزد ہوا۔

سلطان محمد تغلق نے برادران عین الملک کو مجرم خیال کر کے مصلحت ملکی کی بنا پر خود عین الملک پر بھی فی الجملہ عتاب کیا۔

اس واقعے کے چند روز بعد محمد شاہ نے دربار کیا اور ایک ہمالیہ تخت کے متصل بچھوایا محمد تغلق نے اس روز تمام علماء و مشائخ و قضاة و سفراء و بزرگان شہر و نیز تمام خاص و عام کو دربار میں طلب کیا۔

بادشاہ کے حکم کے مطابق تمام احوال و انصار حاضر ہوئے اور تمام حاضرین آداب شاہی بجالائے۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ میں مجمع میں سے تمام مختار اشخاص کو حضور میں حاضر کرو۔
شاہی حکم کی تعمیل کی گئی اور محمد تعلق نے ان کے طرف متوجہ ہو کر کہا کہ میں تم سب سے ایک
سوال کرتا ہوں اس کا جواب دو۔

بادشاہ نے کہا کہ فرض کرو کہ ایک شخص کے پاس ایک بیش بہا موتی و
جوہر گراں قدر ہے۔ اتفاق سے یہ گوہر بے بہا کم ہو گیا لیکن جس اتفاق
سے اس شخص نے ایک روز اس گراں بہا جوہر کو نجاست میں
افتادہ دیکھا۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ شخص اس موتی کو نجاست سے اٹھائے یا نہیں اس موقع
پر تمام حاضرین نے وزیر ارکان سلطنت نے عرض کیا کہ اس بیش بہا گوہر کو چھوڑ دینا مصلحت
نہیں ہے۔

محمد تعلق نے گفتگو کی اور اب اپنی محل سوال کی شرح کی اور عین الملک کی طرف
اشارہ کر کے فرمایا کہ وہ گوہر خواہ عین الملک کی ذات ہے جو اپنے نجاست صفت بجائیوں
کے درمیان میں پڑا ہوا تھا اب میں نے اپنے گوہر مقصود کو پایا اب اس کا چھوڑ دینا مصلحت
نہیں ہے۔

بادشاہ نے یہ فرمایا اور عین الملک کو غالیچہ پر بیٹھنے کا حکم دیا۔
اس حکایت کے بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ عین الملک اپنے فضل و کمال کے
اعتبار سے اس پایہ کا اسبہ تھا جس کے فضل و کمال کی انتہا نہیں ہے۔
اس امیر نے اکثر کتابیں محمد تعلق و وزیر شاہ کے عہد میں تصنیف کیں مغلہ ان کے
ترس عین الملک ہے جو ہر زبان میں تمام عالم میں مشہور ہے۔

مختصر یہ کہ مولف اب اصل سخن کی طرف رجوع کرتا ہے۔
دفع ہو کر عین الملک عہد فیروز شاہی میں دار الملک کے اشراف مالک کے عہدے پر
سرفراز تھا۔

یہ امیر عدالت میں بیٹھ کر اپنے فرائض کو بخوبی انجام دینے کی کوشش کرتا تھا اور
دوران وزارت میں سبقت اختیار کرتا تھا لیکن اتفاق سے عین الملک اور غائبان کے درمیان طعن و تیز
گفتگو ہوتی اور ہر ایک اشارہ و کنایہ میں دوسرے کی عیب جوئی کرتا۔

اس معاملہ نے اس قدر طویل کھینچا کہ ہر دو ماہ میں سجد تیز و مخالفانہ گفتگو ہوتی اور ہر فرد اپنی مد سے تجاویز کے دوسرے کے حق میں الفاظ بہ استعمال کرتے لگا۔

ایک روز خانجہاں نے عین الملک سے غصہ میں کہا کہ مشرف کو کاغذ مفصل سے کیا سرکار اور اس کو کیا حق ہے کہ مقطعہ جات سے حساب مفصل طلب کرے اس لئے مشرف صرف جمع کا ذمہ دار ہے خرچ کی تحقیقات کرنا مستوفی کے فرائض میں داخل ہے۔

عین الملک نے جواب دیا کہ مستوفی کو جمع مفصل کی مثل سے کیا سرکار ہے۔ غرضیکہ ہر دو ماہ تک دعوایہ کرتے ہوئے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور مستوفی و مشرف کے فرائض کے متعلق گفتگو کی۔

اس روز فیروز شاہ نے فرمایا کہ کارکنان معاملات و مقطعہ جات کو ہدایت کی جائے کہ دیوان اشرف میں جمع مفصل و خرچ منتخب اور دیوان امین فاس خرچ مفصل و جمع منتخب اور دیوان وزارت میں جمع و خرچ مفصل پیش کریں۔

اس حکم سے پیشتر یہ دستور دیوان وزارت سے مخصوص تھا اور تمام سلاطین نے ان ہر شعبہ جات میں یہی مثال قائم رکھی تھی۔ دونوں صاحبوں کی گفتگو اور مخالفت نے اس درجہ طویل کھینچا کہ دینام اور بد زبانوں کی نوبت آگئی۔

بار بار ایسا ہوا کہ خانجہاں نے عین الملک کے جواب میں اس کو سخت و سخت الفاظ سے یاد کیا اور عین الملک نے بلا کسی پاس و لحاظ کے خانجہاں کو پریشان کلمات سنائے۔

اس موقع کے لحاظ سے معتبر اشخاص نے مورخ عیاف سے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ فیروز شاہ اپنے جاہ و خشم کے ہمراہ دہلی سے شکار کے لئے روانہ ہوا اور خانجہاں و عین الملک بھی بادشاہ کے ہمراہ تھے۔

بادشاہ نے ایک منزل میں قیام کیا اور عین الملک دوپہر کے وقت اپنے فرودگاہ سے روانہ ہو کر خانجہاں کے خیمہ تک آیا اور گھوڑے سے اتر کر خانجہاں کے سر پرچہ کے اندر گیا۔

خانجہاں کے مقرب اشخاص نے یہ واقعہ وزیر سے بیان کیا لیکن جنابک کہ خانجہاں اپنے خیمہ سے نکل کر عین الملک کی خاطر و مدارات کرے عین الملک کے ایک حاشیہ نشین نے اُس سے کہا کہ یہ سر پرچہ خانجہاں کا ہے۔

اس موقع پر عین الملک نے اپنے ملازمین پر غصہ کیا اور کہا کہ اے غافل جس وقت میں خانجہاں کے سراپچہ کے قریب گھوڑے سے اتر اٹھا اس وقت تم نے مجھ کو کیوں نہ آگاہ کیا۔

عین الملک نے یہ کیا اور بغیر ملاقات کئے واپس ہوا اور بادشاہ کے قیام گاہ میں داخل ہوا۔ خانجہاں کو معلوم ہوا کہ عین الملک واپس گیا اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہے۔

خانجہاں بھی سوار ہو کر فیروز شاہ کے حضور میں آیا اور عین الملک کی آمد و بازگشت کی مفصل کیفیت بادشاہ سے بیان کی۔

فیروز شاہ نے عین الملک کو طلب کیا اور اس کو دیکھ کر مسکرایا اور کہا خواجہ عین الدین تمہارا خواجہ جہاں کے سراپچہ میں آنا اور بغیر ملاقات کے واپس جانا بے سنی خیال کیا جاسکتا ہے مگر یہ لازم تھا کہ خاں جہاں سے ملاقات کرتے۔

عین الملک نے اس موقع پر نہایت معنی خیز گفتگو کی اور عرض کیا کہ بندہ خانجہاں کے فرود گاہ پر حاضر نہ ہوا تھا بلکہ بادشاہی سراپچہ وہ میں حاضر ہونے کا ارادہ تھا لیکن چونکہ بادشاہ وزیر کٹھن ہیں کوئی فرق نہیں ہے اس لئے سراپچہ لعل و دیلمز و دغا بگا و پیل و جاہ و چشم شاہ و وزیر ہر دو حضرات کے سراپچے میں موجود ہیں اس لئے مجھ کو دھوکا ہوا اور میں خانجہاں کے ڈیرے کو شاہی سراپچہ سمجھا عین الملک نے یہ کلمات پریشان کہئے اور خانجہاں نے عرض کیا کہ اب بندہ کا ملک میں رہنا بہتر نہیں ہے بلکہ اب مجھ کو ہندوستان سے ہجرت کر کے کعبہ شریف روانہ ہو جانا چاہئے۔

ظاہر ہے کہ اب تک سرے اور حریف کے درمیان میں ملی و مالی رقابت تھی کسی نہ کسی طرح انگریز کی جاسکتی تھی لیکن اب جبکہ عین الملک فتح پر داز نے میری بارگاہ کو شاہی درگاہ کے سادہ قرار دیا ہے تو اس جیل سے میری جان کو معرض خطر میں ڈال دیا ہے مجھ کو اسی وقت زاد و راجل عنایت ہونا کہ کعبہ شریف کی راہ لوں۔

فیروز شاہ نے یہ تقریر سنی اور خلوت میں جا کر رفیقین کے بابت غور و فکر کرنے لگا۔

مختصر یہ کہ خانجہاں اور عین الملک میں گفتگو بوجہ بڑھی اور نزاع حد سے باہر ہو گئی۔

چند روز اسی حالت میں گزرے تھے کہ ایک دفعہ خانجہاں اور عین الملک ہر دو امیر دیوانہ ہیں موجود تھے کہ اس اثنا میں خانجہاں نے عین الملک سے کہا کہ اے حرام خوار بد کردار تو نے یہ کیا کہا عین الملک نے بھی خانجہاں کو سختی سے جواب دیا اور سخت دسست کہا۔

فیروز شاہ اس وقت محل خلوت میں تھا کہ خانجہاں اس وقت بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔

فیروز شاہ نے اپنے وفادار وزیر کو پریشان صورت دیکھ کر اس سے کہا کہ خانجہاں میرے کہیں اس درج پریشان ہو اور کیا وجہ ہے کہ بے موقعہ تم محل میں داخل ہوئے ہو۔

خانجہاں نے یہ تقریر سن کر شکوہ آفا کیا اور کہا کہ عین الملک نمک حرام نے دیوان میں بیٹھ کر مذہبی کو سخت پریشان الفاظ سے یاد کیا ہے۔

خداوند عالم نے مذہبی کو سرفراز فرما کر منصب وزارت عطا کیا ہے اور سزا اعتبار عطا فرمائی ہے اگر کوئی شخص حسد کی بنا پر بندہ کی اہانت کرے تو مذہبی کا کیا وقار باقی رہے گا بہتر یہ ہے کہ سند وزارت عین الملک کو عطا ہو۔

فیروز شاہ نے یہ الفاظ سن کر قدرے غور کیا اور سر اٹھا کر کہا کہ خانجہاں میں نے سند وزارت تم کو عطا کی ہے اور تمام عمل دیوان کو تیرا ماتحت مقرر کیا ہے۔

جس شخص کو تو مناسب خیال کرے خدمت پر کمال رکھ اور جس کو تو چاہے خدمت سے معزول کر اگر عین الملک نے تیری اہانت کی ہے تو اس کو جہدہ اشرف سے برطرف اور کسی دوسرے امیر کو مشرف کی خدمت عطا کر۔

فیروز شاہ نے خانجہاں کو خلعت خاص عطا فرمایا اور وزیر مذکورہ خدمت و مسرت کے ساتھ اپنے مکان واپس آیا اور اطمینان سے اپنے فریض انجام دینے لگا۔

خانجہاں نے فقہنہ وزارت کو عین الملک کے پاس روانہ کیا اور اس کو پیغام دیا کہ تو منصب اشرف سے معزول کیا گیا۔

فیروز شاہ نے عین الملک کے حق میں جو کچھ کیا وہ محض خانجہاں کی عظمت و عزت کے لحاظ سے کیا فیروز شاہ کا معمول تھا کہ جب لشکار سے واپس آتا اور شہر میں داخل ہوتا تو خانجہاں بادشاہ کی قدبوسی کرتا اور فیروز شاہ باوصف اپنی عزت و جاہ و جلال کے گھوڑے سے اتر کر خانجہاں کو آغوش میں لیتا اور پرستش حلات کرتا تھا۔

غرضیکہ خانجہاں کی وفات تک شاہ و وزیر کے درمیان کسی قسم کی غیرت نہ تھی۔

مختصر یہ کہ عین الملک نے عزل کی خبر سنی اور تین روز متواتر دربار میں حاضر نہ ہوا۔

اس مدت کے بعد عین الملک بھراگاہ میں حاضر ہوا اور بادشاہ کو سلام کیا۔

فیروز شاہ نے عین الملک کو اپنے قریب بلایا اور اس سے کہا کہ عین الملک تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ مخالفت و عداوت میں ملک کے ملک برباد ہو گئے ہیں اور تمام مخلوق پیر و جوان سب ناامید و نامراد ہوئے ہیں چونکہ تقدیر الہی سے تمہارے دورہ خانجہاں کے درمیان مخالفت پیدا ہو گئی ہے اس لئے تمہارا یہاں قیام کرنا مناسب نہیں ہے تم کو قتان و بھکر دیوستان کی تکی صوبہ داری عطا کرتا ہوں اپنی جاگیر جاؤ اور دہاں کا انتظام کرو۔

عین الملک نے یہ فرمان سنا اور بادشاہ کے حضور میں اس نے بیان کیا کہ بندہ اپنے اقطاع کا انتظام کرے گا لیکن دیوان و وزارت میں حساب نہ دے سکے گا البتہ بادشاہ کے حضور میں تمام معاملات کو پیش کرے گا۔

فیروز شاہ نے فرمایا کہ عین الملک میں نے تیری خاطر سے اقطاع ملتان کو دیوان و وزارت سے خارج کیا تم اس صوبہ میں جو انتظام کرو گے وہی قابل قبول خیال کیا جائے گا اور تمہاری تحریرات کافی سمجھی جائے گی۔

غرض کہ عین الملک نے ان شرائط پر ملتان کی صوبہ داری قبول کی۔

اس کے بعد مورخ عقیف نے عین الملک کے بابت ایک ایسی عجیب و غریب روایت سنی ہے جو اس قابل ہے کہ تاریخ کے صفحات میں لکھی جائے یہ حکایت حسب ذیل ہے۔
واقع ہو کہ عین الملک خانجہاں کی وجہ سے اپنے عہدے سے معزول ہوا اور تمام مقرب امرا و اعال اس واقعہ سے خائف ہو کر ایک جگہ جمع ہوئے اور ان امرائے باہم یہ گفتگو کی کہ آج عین الملک معزول ہوا ہے کل چار ابھی ہی حال ہوگا۔

ان امیروں نے بادشاہ کے کان بھرنے شروع کئے اور ارادہ کیا کہ خانجہاں کو معزول کر کے اس کو ذلیل کریں لیکن بادشاہ نے اس موقف پر فرمایا کہ اگر عین الملک موجود ہوتا تو میں اس سے مشورہ کرتا اس زمانے میں عین الملک ملتان روانہ ہو کر دہلی سے چوبیس کو سس کی راہ لے کر چکا تھا۔

بادشاہ نے فرمان روانہ کیا کہ اپنا اسباب و تمام شہ میں چھوڑ کر جلد یہاں آ جائے یہاں ہر طرح کی خیریت ہے لیکن ایک امر میں مشورہ کرنا ہے تم جلد بخوار مشورہ میں شریک ہو کر مسئلہ واپس جاؤ عین الملک یہ فرمان پاتے ہی جلد سے جلد دہلی پہنچا اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔
فیروز شاہ ان امراء و عین الملک کے ہمراہ خلوت میں بیٹھا اور ان امرائے مشورہ

طلب کیا ہر امیر نے اسرار ملی کے بابت گفتگو کی اور عرض کیا کہ وزیر سلطنت کو اس درجہ اختیار کرنا سلطنت کے خلاف ہے اُس کے حالات و معاملات سے ہر وقت خبردار رہنا چاہئے۔ بادشاہ یہ گفتگو سنا عین الملک کی طرف متوجہ ہوا کہ اس کے خیالات کا اندازہ کرے اور اس کی تقریر سے عین الملک نے دیگر امرا کی گفتگو سن کر عرض کیا کہ اس قسم کے خیالات دل میں لانا اور ایسے بد خطرات سے قلب و دماغ کو پریشان کرنا مملکت و سلطنت میں خرابی و فساد پیدا کرتا ہے۔ جو شخص اس قسم کے توہمات میں گرفتار ہے وہ ہرگز ملک کا اسی خواہ نہیں ہے ظاہر ہے کہ خانجہاں بنے مثل و یگانہ روزگار وزیر ہے اُس کو اس مرتبہ سے غلط فہمی میں خدا جلنے کیا حال رونما ہو۔

یہ بھی ممکن ہے کہ سلطنت برقرار رہے اور اس امر کا بھی امکان ہے کہ اُس کے معزول کرنے میں بنیاد سلطنت خنثی میں آجائے۔

فیروز شاہ نے عین الملک کی تقریر سنی پسند کی اور اس کے بعد امرویش بافت اوہ میں عین الملک سے مشورہ کیا کہ اس موقع پر کیا کرنا چاہئے اور عین الملک نے عرض کیا اس مشورے اور معاملے سے خانجہاں کو بے خبر نہ رکھنا چاہئے اور تمام حالات سے اُس کو ضرور آگاہ کر دینا چاہئے تاکہ اُس کے دل سے ہر طرح کا خوف اسی وقت دور ہو جائے اور وہ اطمینان کے ساتھ امور ملی کو انجام دے۔

اگر وزیر کے دل میں کسی قسم کا خوف و خطرہ باقی رہے گا تو ظاہر ہے کہ وہ اپنے کو معرض ہلاکت میں دیکھ کر کارہائے سلطنت کو انجام نہ دے سکے گا۔

مکن ہے کہ وزیر کے اس طرح خوفزدہ ہونے سے معاملات سلطنت برباد و تباہ ہو جائیں بعض اُن اشخاص نے جو خود ان معاملات میں شریک مشورہ تھے موزع عنیف سے بیان کیا ہے کہ عین الملک نے بیان کیا کہ خانجہاں کو اس وقت طلب کرنا چاہئے۔ بادشاہ نے عین الملک کے مشورہ کے مطابق خانجہاں کو طلب کیا اور خانجہاں شاہی حکم کے مطابق حاضر ہوا۔

فیروز شاہ نے خانجہاں کو تمام حالات سے آگاہ کیا اور خانجہاں اس مجلس کی تمام مفصل کیفیت سن کر عکس ہوا۔ بادشاہ نے وزیر کو مغموم دیکھ کر اس کو خلعت خاص عطا کیا اور بیحد اعزاز و اکرام

کے ساتھ دایسی کی اجازت عطا فرمائی۔
خانجہاں بادشاہ کے حضور سے خوش و خرم واپس ہوا اور اس نے عین الملک
سے معاف کر کے کہا کہ مجھ کو معلوم نہ تھا کہ تم کو میرے ساتھ اس درجہ محبت ہے
میری غلطی تھی کہ میں تم کو اپنا مخالف سمجھ کر تم سے سختی سے پیش آتا تھا۔
اس موقع پر عین الملک نے صداقت سے کہا کہ اپنے دل سے یہ گمان دور کرو
کہ میں نے جو کچھ بادشاہ سے عرض کیا ہے اُس کی وجہ تمہاری محبت ہے۔

میرے اور تمہارے درمیان عداوت و مخالفت اسی طرح موجود ہے جس نے جو
تقرر بادشاہ سے کیا ہے اس کا فتویہ ہے کہ سلطنت و ملک بجالا دیر قرار ہے اور مملکت
میں شور و فساد نہ برپا ہو۔

ہر چند خانجہاں نے کوشش کی کہ عین الملک کو اپنے مکان لے جائے لیکن
عین الملک نے خانجہاں کی دعوت قبول نہ کی۔

اُن اصحاب مناصب کا ذکر جو انتظام ملک کے لئے وزیر کے ہمراہ مقرر کئے گئے تھے۔
خانجہاں سند وزارت پر اجلاس کرتا تھا اور نظام الملک امیر حسین امیر ایران
نائب وزیر سند وزارت کے متصل جانب چپ بیٹھا تھا اور نائب وزیر کے بعد مشرف
مالک کی جگہ تھی اور مشرف سے فردتر برید مالک کی نشست تھی اور وزیر کے جانب
راست مستوفی کو جگہ عطا ہوتی تھی۔

معتبر اشخاص نے مورخ عقیف سے بیان کیا ہے کہ مستوفی کی نشست ہمیشہ
مشرف سے فردتر ہوتی تھی جس زمانے میں کہ دخترزادہ سلطان محمد کو جو خود بھی محمد کے نام
سے منسوب تھا اور جس کے برادر دیگر کا نام مودود تھا فیروز شاہ کے عہد میں استیفا کا عہدہ
عطا ہوا اور یہ شخص عزیز الملک کے خطاب سے سرفراز کیا گیا اس وقت فیروز شاہ نے
فرمایا کہ عزیز الملک خدایگان مغفور کا نواسہ ہے یہ شخص مشرف سے فردتر کیوں کر بیٹھے گا
اگر میں اس کو مشرف سے بالاتر جگہ عطا کرتا ہوں تو قوانین لوک کے خلاف ہوتا ہے
فیروز شاہ نے اُس وقت حکم دیا کہ تمام اصحاب مناصب خانجہاں کے جانب
چپ بیٹھیں اور غزا الملک جانب راست جگہ پائے۔

بادشاہ کے محل بارہ میں دربار کے وقت مستوفی مشرف سے بالاتر تادہ ہوتا تھا اور

ناظر و قوف سے تمام امرا کے نائب وزیر کے پس پشت استادہ ہوتے تھے۔
معتبر و ادا نے سورخ عیف سے بیان کیا ہے کہ سلاطین قدیم کے دستور و قوانین
میں قوف کا مرتبہ و عہدہ نہ تھا۔
جلال الدین خلجی کے عہد حکومت میں جبکہ مختلف طرح پر دربار کی آراستگی ہوئی تو یہ عہدہ
بھی پیدا ہوا جس کی تفصیل یہ ہے کہ بادشاہ کا ایک عزیز قریب تھا جو جلال الدین کو اس مملکت
میں مشورہ دیا کرتا تھا۔

جلال الدین نے ارادہ کیا کہ اپنے اس عزیز کو دیوان وزارت میں کوئی عہدہ
عطا کرے لیکن دریافت سے معلوم ہوا کہ اس محکمہ میں کوئی شغل خالی نہیں ہے اور وزیر نے
بادشاہ سے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو کسی شخص کو معزول کر کے وہ عہدہ اس شخص کو دیا جائے
لیکن جلال الدین نے جواب دیا کہ کسی شخص کو بلا تصور برطرف کرنا ہرگز زیبا نہیں ہے۔
وزیر نے یہ دریافت کر کے کہ بادشاہ کی ولی خواہش ہے کہ اس شخص کو دیوان
وزارت میں کوئی عہدہ عطا ہو عہدہ و قوف قائم کیا یعنی جس طرح ناظر کا فریضہ ہے کہ تمام
حال سلطنت کے جمع بندی کو جو وہ اشرف کے دفتر میں داخل کریں جانچے اور دیکھے اسی
طرح و قوف کا فریضہ ہے کہ وہ تمام مملکت کے خرچ سے آگاہی حاصل کرے۔

غرضیکہ اس شخص کو عہدہ جلالی میں عہدہ و قوف عطا ہوا اور اسی تاریخ سے اصحاب
وزارت میں قوف و نائب قوف کے عہدے بھی قائم ہوئے اگر اصحاب دیوان کے
عہدہ داروں کی تفصیل معروض تحریر میں آئے تو ایک مستقل دفتر ہو جائے۔
سبحان اللہ جلال الدین کے صاحب فہم و فراست وزیر کا کیا کہنا جس نے اپنی
عقل و فہم سے یہ جدید شغل پیدا کیا فیروز شاہ کا وزیر بھی درحقیقت ایسا ہی صاحب فراست
و تدبیر تھا۔

خانجہاں گما وفات کا ذکر۔ خانجہاں کی عمر اسی سال کی ہوئی اور ضعیف اور بوڑھا
ہو گیا پیرانہ سالی کی وجہ سے اس کے تمام اعضا کمزور ہو گئے۔
خانجہاں کی وفات کا وقت آگیا اور اس کو بچہ تکلیف
ہونے لگی جس شب کہ خانجہاں رحلت کرے گا۔ اس روز
ناز جمعہ کے بعد فیروز شاہ شہر سے باہر گیا اور آٹھ کو کس پر دریا سے جمنہ

کے کنارے منزل کی اس تفریق میں سورخ عقیف بھی بادشاہ کے ہمراہ تھا۔
سورخ کی موجودگی میں تمام ماہر فن پوجیوں نے بادشاہ سے کہا کہ ہم کو اپنے فن سے
یہ معلوم ہو تا ہے کہ اس وقت بعض سعد اور بعض نحس ستارے ایک جگہ جمع ہوئے ہیں اور
ان کا یہ اجتماع ضرور کسی حادثے کی خبر دیتا ہے۔

چونکہ اسی زمانے میں وزیر مذکور علی تھا اس لئے بادشاہ دفعۃً سوار ہوا اور اسی روز آخر
شب میں خانجہاں نے وفات پائی۔

یہ حادثہ سن کر چھیڑ چھاڑی ہوئی اور فیروز شاہی میں ہوا۔
مختصر یہ کہ خانجہاں کی وفات کے بعد تمام خلقت خدا نے اُس کا ماتم کیا اور ہر شخص جو مجلس
محبت و نشاط میں ساجد و مقابر میں تعزیت کے لئے جا بیٹھا۔

خانجہاں چونکہ وزیر صاحب تدبیر و تدبیر تھا اس لئے اس درگاہ پر جاہ و شہم بھی موجود
رہتا اور ہر وقت رعایا کی بہتری و فلاح کی کوشش بھی کرتا تھا۔
یہ امیر کسی شخص پر ذرہ برابر بھی ظلم نہ کرتا اور اُن کی راحت و آرام کی کوشش
میں سرگرم رہتا تھا اگر کوئی منقطع دار ملک میں ظلم کرتا اور مال لے کر آتا تو خانجہاں اُس کے
اس اضافہ کو پسند نہ کرتا اور ہر وقت رعایا کی پرورش کرتا اور کارکن گردہ کا ہمیشہ حامی رہتا
اور دل و جان سے اُس کے قصور کی پردہ پوشی کرتا اور اگر کسی عامل سے خیانت ظہور میں آتی
تو نہایت عمدہ الفاظ میں اس کا حال بادشاہ سے عرض کرتا اور اُس کو شاہی باز پرس و سیاست
سے بری کر دیتا تھا غرضیکہ خانجہاں کی وفات سے تمام خلقت خدا نے ماتم کیا حقیقت یہ ہے
کہ یہ تمام آثار اس امیر کی مغفرت کی دلیل ہیں۔

خانجہاں حضرت شیخ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا۔
جس روز کہ یہ امیر حضرت شیخ کا مرید ہوا تو پیر و مرشد سے عبادت و طاعت کے لئے
عرض کیا اور حضرت شیخ نے فرمایا کہ تم وزیر ملک ہو تمہاری عبادت یہی ہے کہ حاجت مندوں
کی حالت برآری میں انتہا سے زیادہ کوشش کرو۔

خانجہاں نے مریدانِ صادق کی طرح سجدہ عاجزی کے ساتھ بارگاہِ اقدس کیا اور
حضرت شیخ نے فرمایا کہ اگر تم ہمیشہ باوجود ہر تو تمہارے لئے سجدہ بہتر ہوگا۔

خانجہاں نے حضرت کے ارشاد پر عمل کیا اور ہمیشہ باوجود ہر سجدہ لگا اور اس امر میں

بچہ امتیاد اور سعی کرتا اگر کبھی بالائے سندھ جوتا اور وضو کی حاجت ہوتی تو فوراً سند سے اٹھتا اور وضو کرتا تھا۔

جب پٹنگ پر جاتا اور حریر کے بستر پر آرام کرتا تو پٹنگ کے متصل ایک آفتاب اور ایک طشت رکھا جاتا تھا۔

جس وقت کہ خانجہاں پہلو بدلتا اور بیدار ہوتا تو فوراً پٹنگ سے اُترتا اور اُسی آفتاب اور طشت سے وضو کرتا اور پھر آرام کرتا تھا۔

اس امیر کے آئین و معمولات کا یہ بابرکت نتیجہ تھا کہ وفات کے بعد حضرت قطب نام شیخ نظام الدین محبوب الہی کے پاس دفن ہوا۔

خانجہاں کے وفات کی خبر بادشاہ تک پہنچی اور فیروز شاہ نے چشم پر آب ہو کر فرمایا کہ اس واقعہ کے بعد میں بڑے مہات کے لئے سفر و سواری نہ کروں گا۔

بادشاہ اس وزیر کی وفات پر سجدہ رویا اور ہمیشہ اُسے یاد کرتا رہا یہ سچی عظمت و قبولیت خانجہاں کی علیہ الرحمۃ والغفران۔

خانجہاں بن خانجہاں کی عظمت کا بیان۔

معتبر راویوں نے مورخ عقیف سے بیان کیا ہے کہ جب خانجہاں بن خانجہاں پیدا ہوا اُس وقت خانجہاں مرحوم تھان کا جاگیردار تھا اور اپنے صوبہ کے انتظام و کن معاملات میں جان و دل سے کوشش کرتا تھا۔

اس زمانے میں سلطان محمد تغلق فرزند اے ملک تھا اور خانجہاں نے بادشاہ کو فرزند پیدا ہونے کا معروضہ روانہ کیا۔

بادشاہ نے فرمان روانہ کیا کہ مولود جو ناشہ کے نام سے یاد کیا جائے اور یہی وجہ ہے کہ خانجہاں دوم جو ناشہ کے نام سے موسوم کیا گیا۔

معتبر روایت یہ ہے کہ خانجہاں اول اپنے فرزند کو شیخ رکن الدین پیرہ حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین ذکر کیا تھی رخصت اللہ علیہ کی خدمت میں لے گیا اور حضرت شیخ نے فرزند کو دیکھ کر خانجہاں سے فرمایا کہ تو ام ملک یہ بچہ بعد اقبال مندا اور تھمارے خاندان کا چشم و چراغ ہو گا۔

اس زمانے میں خانجہاں توام الملک کے خطاب سے مشہور تھا۔

مختصر یہ کہ غانجناہاں مقبول نے وفات پائی اور مراسم خیریت کو پورا کر کے غانجناہاں کے متعلقین بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے۔

فیروز شاہ نے غانجناہاں کی وفات پر سید افسوس کیا اور وزیر مرحوم کے تمام محاسن اور نمک حلائی کا دیر تک ذکر کرتا رہا۔

بادشاہ نے غانجناہاں مرحوم کے ہر وارث کو نوازش شاہانہ سے سرفراز فرمایا اور جو شاہ کو غفلت و ذرات عطا کر کے اس کو غانجناہاں بن غانجناہاں کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ غرض کہ غانجناہاں دوم بھی مرد و ناد و مائل و صاحب فہم فرزند تھا۔

فیروز شاہ اس امیر کو فرماں میں فرزندم کے خطاب و القاب سے یاد کرتا تھا۔ غانجناہاں مقبول کی وفات کے بعد غانجناہاں دوم نے ستر سال کا بل فیروز شاہ کی وزارت کی اس امیر کی ہر رائے بادشاہ کے مزاج کے موافق ہوتی تھی اور بادشاہ وزیر کی رائے کے موافق کام کرتا تھا اور اس کی موجودگی میں بادشاہ کسی دوسرے امیر سے ہم کلام نہ ہوتا تھا بادشاہ جب میر و شکار سے واپس ہو کر دہلی کے نواح میں داخل ہوتا اور غانجناہاں دوم بادشاہ کے استقبال کو حاضر ہوتا تو بادشاہ اس امیر سے بھی غانجناہاں مقبول کا بڑا ذکر کرتا اور مرحمت شاہانہ کے لحاظ سے گھوڑے سے اترتا اور غانجناہاں سے معافہ کر کے اس سے پریشی احوال کرتا۔

غانجناہاں مقبول مقلد جات سے رقم خدمتی وصول کرتا اور اس سے بادشاہ کو آگاہ کر دیتا تھا لیکن غانجناہاں دوم ایک دانگ و درم بھی مقلد جات یا کسی دوسرے اشخاص سے وصول نہیں کرتا بلکہ مثل دیگر وزراء کے ہر سال مبلغ چار لاکھ تنگے رقم خدمتی بادشاہ کے حضور میں پیش کرتا تھا مختصر یہ کہ فیروز شاہ نے تمام مہات سلطنت غانجناہاں کے قبضہ اقتدار میں دیدیا تھا لیکن تقدیر سے سلطان فیروز کے آخر عہد میں شاہزادہ محمد خاں جو بعد کو سلطان محمد کے نام سے بادشاہ ہوا اور غانجناہاں کے درمیان عداوت و مخالفت پیدا ہو گئی جس کو خدا کی مشیت الہی بھی کہہ سکتے ہیں اور ماسدوں کی فتنہ پردازی سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔

اس مخالفت نے ملک و اہل ملک کو تباہ و برباد کیا اور شہر دہلی کو زیر و زبر کر کے ملک میں لالچ و ملامت پیدا کر دی جس نے ہر شخص کو ایسا بے سرو پا کر دیا کہ ان غیبیوں کے مصائب و اضطراب کی دوستانہ حد بیان سے گزرتی۔

اس قصوں اور افسانوں کی شرح کسی مورخ نے بیان نہیں کی لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر کار شہر کی مخلوق ہر خاص و عام مغلوں کی تاخت و تاراج کا شکار ہوئی۔
مولف خانبہاں اور شہزادہ محمد کی مخالفت کا مفصل حال سلطان محمد کے حالات میں یہیہ ناظرین کر چکا ہے

آٹھواں مقدمہ

ملک نائب باربک کی غفلت و بزرگی کا ذکر

نقل ہے کہ ملک نائب باربک فیروز شاہ کا علاقائی براہ اور ابراہیم کے نام سے موسوم تھا۔

یہ امیر بادشاہ کا غمخس و دھڑ دھڑ تھا اور بادشاہ بھی براہ اور دغا دار کو بید عزیز رکھتا تھا اور نائب باربک کی اولاد کو اپنی اولاد خیال کرتا تھا۔

اسی زمانے میں اس کے خیل کو سپاہ کہتے تھے اور تمام خیلہائے ملک سے بالاتر اس کو قسم کرتے تھے۔

فیروز شاہ نے نائب باربک کے ہر فرزند کو خطاب خانی عطا کیا تھا اور اپنی فوارش و مہربانی سے ان کی عزت و وقعت کو دو بالا کر دیا تھا۔

نائب باربک کا ایک فرزند خیل خاں (خلینا ناں) کے خطاب سے مشہور تھا اور فرزند دوم دسوم نصرت خاں دسوم خاں کے خطابات سے یاد کئے جاتے تھے۔

بادشاہ نے اپنی غایت و مہربانی سے ملک نائب کو چہ عہد ہستی عطا کئے تھے یہ جانور بادشاہ نے دربار گیری میں عطا کئے تھے اور جس وقت کہ ملک نائب بادشاہ کے قصر میں حاضر ہوتا تو ملک نائب کے آگے آگے یہ جانور بھی رہتے تھے۔

فیروز شاہ اور ملک نائب میں اس درجہ محبت تھی کہ ملک نائب اس وقت کھانا کھاتا تھا جب اس کو یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ فیروز شاہ غذا تناول کر چکا ہے۔

اگر فیروز شاہ کسی روز افضل روزہ کی نیت کر لیتا تو ملک نائب بھی بادشاہ کی تقلید میں

صوم سے ہوتا تھا اس محبت نے اس درجہ شدت اختیار کی کہ ملک نائب برگ تنول کھانے میں بھی بادشاہ کا اتباع کرتا تھا اور جب ملک نائب کو یہ خبر پہنچی کہ خداوند عالم نے اس وقت برگ تنول نوش فرمایا ہے تو ملک نائب بھی اُس وقت پان کھاتا تھا۔

اگر کبھی کسی مرض و شکایت کی وجہ سے بادشاہ ناکر تا تو ملک نائب بھی اس روز غذا نہ کھاتا تھا۔

سبحان اللہ کیا محبت تھی جس کی نظیر بہت کم دیکھی اور سنی گئی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ادب از ادب کو جو محبت اپنے مرشدین سے ہوتی ہے اُس کے اسرار و لذت کو بیان کرنا بچہ مشکل ہے۔

ہر مرید پر واجب ہے کہ پیر و مرشد سے اسی طرح محبت کرے۔

چونکہ ملک نائب کو فیروز شاہ کے ساتھ اس درجہ محبت تھی اس لئے ان کے درمیان سے دو ٹی قٹھا اٹھ گئی اور قطعاً یگانگت و اتحاد پیدا ہو گیا۔

اگر مرید قلم و لباس میں پیر کے ساتھ اس قسم کی محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے خود مرید کی محبت بھی پیر کے دل میں پیدا فرماتا ہے۔

ملک نائب کی خیر خواہی و نیک خلقی کا ذکر

نقل ہے کہ فیروز شاہ اپنے آخر عہد میں شکار کے لئے سوار ہوتا اور ملک نائب بادشاہ کی عدم موجودگی میں شہر میں مقیم رہتا۔

ملک نائب کو شک کے اندر قیام کرتا تھا اور اگرچہ خانجہاں ہمیشہ نائب غیبت ہوتا اور اسور مالی و ملک میں بچہ کوشش کرتا تھا لیکن باہیں ہمہ فیروز شاہ ملک نائب کو بھی شہر میں رہنے کا حکم دیتا تھا۔

وزیر مذکور و ملک نائب ہر دو شہر میں قیام کرتے اور باہم بچہ خلوص و محبت کا اظہار کرتے تھے جب خانجہاں محل شاہی میں آتا تا کہ چونکہ اسی وزارت میں دیوان داری کرے تو اول کو شک کے اندر جاتا اور ملک نائب کو سلام کرتا تھا۔

اس زمانے میں ملک مذکور کو شک میانہ میں قیام کرتا تھا۔

خانجہاں ملک نائب کے پاس تانا اور ملک مذکور وزیر کی عید تعلیم و توفیر کرتا تھا اور چند قدم اُس کا استقبال کر کے اس طرح عید توفیر کے ساتھ اس کا خیر مقدم کرتا تھا۔
 خانجہاں بھی تواضع و تعظیم کر کے واپس ہوتا اور باہر آکر مسند وزارت پر بیٹھتا تھا اور ملک نائب بارک بھی کوشاک میانہ کے صحن میں اجلاس کرتا تھا۔
 اس موقع پر تین ہزار دل کا گردہ ملک مذکور کے سامنے پیش ہوتا تھا اور یہ افراد نصف بستہ استادہ ہوتے تھے۔

ملک مذکور ان کو بیٹھنے کا حکم دیتا اور جو شخص جہاں گھڑا ہوتا تھا وہیں بیٹھ جاتا تھا۔
 ملک مذکور کے حکم سے روز آہ شام کو سالن اور روٹی پکائی جاتی اور تمام نو بیویوں کو تقسیم ہوتی تھی۔

غرض کہ یہ تمام واقعات ملک مذکور کی نیک نیتی کے دلائل ہیں۔
 محل بارہ میں ملک مذکور کبھی تو قعر جمہ جوہن کے سامنے استادہ ہوتا تھا اور کبھی پیش در کھڑا ہوتا تھا لیکن باوجود اس عظمت و شاہی کے کسی شخص کو سخت آواز سے نہ پکارتا تھا۔

ملک نائب کا اپنے عمال سے محاسبہ کرنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ نے ملک نائب کو بیشمار شہر بطور جاگیر عطا فرمائے تھے اور ملک نائب نے ان عہدات پر اپنے خاص مقطع دار مقرر کئے تھے۔
 اگر کوئی مقطع دار حاضر ہوتا تو ملک مذکور اپنے خیلخانہ کے عہدہ داروں کو حکم دیتا کہ اس مقطع دار سے حساب لیں۔

عمال حکم کی تعمیل کرتے اور اگر مقطع دار کے ذمہ رقم واجب الادا نکلتی تو ملک نائب حکم دیتا کہ اس شخص کے سر پر سے دستار اتار لی جائے۔
 مال کم ہونا یا زیادہ یہاں تک کہ اگر ایک لاکھ تنگہ کی رقم بھی باقی ہوتی جب بھی یہ امیر ہی کہتا تھا کہ اس شخص کے سر سے دستار اتار لو۔
 اُس زمانے میں یہ جملہ عام طور پر رائج تھا یہاں تک کہ کم سن لڑکے طفلانہ بازی میں بھی اپنے حریف سے یہی کہتے تھے کہ میں تیرے سر سے دستار اتار لوں گا۔

ملک مذکور بھی چلے ادا کرتا اور کہتا کہ دستار سے انسان کے سر کی عزت ہے اگر دستار سر سے اتر گئی تو یہ سمجھنا چاہئے کہ اس کا سر قلم ہو گیا۔
ملک مذکور اسی طرح اس شخص کی امانت کرتا اور اس کی دستار اپنے کارکن کے حوالے کر دیتا۔

اس واقعہ کے بعد یہ مقطعہ راجہ کبھی کہ ملک نائب کے روبرو آتا تو برہنہ سر آتا اور ملک مذکور اس کو اس حال میں دیکھ کر نگاہ پئی کر لیتا اور کہتا کہ یہ مرد کس کس درجہ بے شرم ہے اس کی سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ جب اس کے سر سے گر ٹی اتر گئی تو اس کی کیا عزت باقی رہی۔

جب یہ مقطعہ راجہ بار اسی طرح ملک مذکور کے روبرو آتا تو ملک نائب اپنے ملازمین کو حکم دیتا کہ اس شخص کی دستار اس کو واپس کر دیں اور بقیہ قسم میں جس قدر ممکن ہو اس سے واپس لیں اور بقایا اس جو نہ وصول ہو اس کو معاف کر دیں۔
ظاہر ہے کہ یہ امور ملک مذکور کی پاکیزہ نفسی پر دلالت کرتے ہیں۔

ملک بابر بک کے خیر اور اسکی اسلام پرستی کا ذکر

نقل ہے کہ ایک مرتبہ نہایت عمدہ کپڑا ملک مذکور کے روبرو پیش کیا گیا ملک نائب کو یہ جامہ بچلپسند آیا اور اس نے حکم دیا کہ اس کپڑے کا خود اس کا لباس بنادیں لیکن غلطی لے اندازہ کرنے کے بعد عرض کیا کہ کپڑا احم ہے اور امیر کا لباس اس میں تیار نہیں ہو سکتا۔
امیر مذکور نے جواب دیا کہ میرا لباس نہیں ہو سکتا تو کیا جامہ تیار کریں ظاہر ہے کہ جب پیراہن نہ ہو سکا تو کیا کیونکر تیار ہو گا اس لئے کہ تیجا میں پیراہن سے زیادہ کپڑا خچ ہوتا ہے۔

ملک نائب کی خیر طلب فطرت کا یہ حال تھا۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح فرمایا ہے کہ بیشتر اہل جنت بھولے ہوں گے اس ارشاد سہارک کے بموجب ملک نائب بھی اسی گروہ میں داخل تھا۔
دوسری صفت خیر اس امیر کی یہ تھی کہ ملک بابر بک وجہ معاش میں ایک دانگ

زیادہ نہ طلب کرتا تھا بلکہ اگر اس کا کوئی خیر اندیش در ماندہ ولاچار ہو جاتا تو ملک نائب امیر کو اپنے صرخاص سے رقم عطا کرتا تھا۔

سچ ہے کہ فیروز شاہ کے عہد حکومت میں اس طرح کے پاک طینت حضرات بقیہ جات میں صرف ہی ایک امیر ایسا نہ تھا جو اس عظمت و شان کا ہو بلکہ تمام امراء نے دولت ہی رنگ میں رنگے ہوئے تھے اور ایک دوسرے سے فائق و عالی مرتبہ نظر آتے تھے۔

ملک نائب نے فیروز شاہ سے قبل وفات پائی لیکن جب تک زندہ رہا بادشاہ کی خواہی و خیر اندیشی میں ثابت قدم رہا۔ یہ امیر نے نہ کسی شخص کی بادشاہ سے شکایت کی اور نہ خاص و عام کسی فرد کو کبھی صال و آزار پہنچایا۔ سمان اللہ عہد فیروز شاہی کے برکات کا اندازہ ہو سکتا ہے جس کا اس طرح کے باشممت و باعزت و وقت بزرگان اولیا صفت برسر کار تھے۔

نوال مقدمہ

ملک ملوک الشرق عماد الملک شہید سلطانی کی غفلت کا ذکر

نقل ہے کہ عماد الملک کا اصل نام شبیر تھا اور یہ شخص ہمیشہ بادشاہ کا ہی خواہ و اطاعت گزار رہا۔

اس کی اصل کے مطابق روایات مختلف ہیں بعض اشخاص کا بیان ہے کہ عماد الملک فیروز شاہ کی والدہ کو جہیز میں ملا تھا۔ جب سپہ سالار رجب نے بادشاہ کی ماں سے عقد کیا تو شاہ کی والدہ کے پدر گرامی نے عماد الملک کو اپنی دختر کے جہیز میں دیا۔ بعض اشخاص روایت کرتے ہیں کہ بادشاہ کی والدہ کو بیشمار جہیز ملا تھا چند روز کے بعد بادشاہ کے والد ماجد نے اس جہیز کا ایک حصہ فروخت کر کے عماد الملک کو خرید کیا۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ فیروز شاہ نے اپنے ملبوس کے بعد سلطان قطب الدین کی دختر سے جو مجید حین و جمیل و نیز دگر محاسن سے آراستہ نئی عقد کیا اور عماد الملک

اسی بیگم کا غلام تھا۔

بیگم نے عقد کے بعد عماد الملک کو بادشاہ کو بخش دیا۔

مختصر یہ کہ عماد الملک ہر روایت کے مطابق فیروز شاہ کا خاص ذاتی غلام تھا اور اُس کو بیت المال سے نفع نہ تھا۔

غرض کہ عماد الملک فیروز شاہ کو میراث میں ملا تھا اور بادشاہ کا ذاتی ملوک تھا۔

عماد الملک فیروز شاہ کا قدیم بندہ اور دیرینہ غلام تھا اور سب سے قبل جو شخص عماد الملک فیروز شاہ کی ملک میں داخل ہوا عماد الملک تھا اور فیروز شاہ کی سخت نشینی کے بعد سب سے پیشتر جس شخص کو عہدہ ملا وہ عماد الملک تھا جیسا کہ مورخ عقیف جلوس فیروز شاہی کے مقدمہ میں ہیڈ ناظرین کرچکا ہے۔

غرض کہ عماد الملک بید عاقل و دانا دیکھتا کہ روزگار غلام تھا جو ہمیشہ بادشاہ کی خیر خواہی کا دم بھرتا رہا اور فیروز شاہ اپنے اس غلام سے ہمیشہ اسرارِ ملکی بیان کرتا اور عماد الملک جواب با صواب ادا کرتا تھا جو ہمیشہ فیروز شاہ کو پسند آتے تھے۔

عماد الملک کے تقرب کا یہ حال تھا کہ محل و غیر محل ہر موقع پر بادشاہ کے پاس جاتا تھا اور ہر قسم کی گفتگو کرتا تھا۔

عماد الملک جس شخص کو چاہتا تھا جاگیر دلاتا تھا اور جس شخص کا بادشاہ کے رد و بدو ذکر کرتا اُس کا نام لیتے ہی فیروز شاہ اُس شخص کو بغیر کسی پس و پیش کے جاگیر یا رکنہ عطا کرتا تھا۔ جس شخص کو عماد الملک اُس کو عہدہ سے معزول کرنا چاہتا تو اُس کا نام زبان سے لیتے ہی فیروز شاہ اُس شخص کو معزول کر دیتا۔

عماد الملک پانچ ہزار جوار سواروں اور نامدار پہلوانوں کا مالک تھا اور اکثر خانان و ملوک بادشاہی حکم کے مطابق اُس کے لشکر میں داخل اور اطاعت گزار تھے۔

بیشمار پرگنے اور جاگیریں عماد الملک کے ہی خواہوں کے لئے مقرر تھیں اور عماد الملک فیروز شاہی فوج کا افسر تھا اور اپنے شتم و فوج کی بہتری کے لئے بیشمار کوشش کرتا تھا۔

یہ شخص کسی فرد پر بھی ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا تھا اور کسی وقت کسی شخص کی شکایت بھی بادشاہ سے نہیں کی اور ہمیشہ اپنے لشکر کو تازہ دم رکھا۔

سبحان اللہ عہد فیروز شاہی کیا مبارک زمانہ تھا جس میں تمام خانان و ملوک نیک نیت

خوش خلق و صاحب امانت ہے اور ہمیشہ خلقت خدا کو فائدہ دار اور ہمہ پہنچانے سے مصروف رہتے تھے اور یہ تمام امانت و دیانت کا سرچشمہ خود بادشاہ کی ذات تھی جس نے تمام ملوک و امرا کو خود شاہ کی صفات میں رنگ دیا تھا۔

ظاہر ہے کہ ہر زمانے میں جو روش بادشاہ زمانہ اختیار کرتا ہے اور جس رنگ میں بادشاہ جلوہ گری کرتا ہے تمام رعایا اُنسی رنگ میں رنگی ہوئی نظر آتی ہے اور اُسی روش پر کام زن ہوتی ہے چونکہ فیروز شاہ نے علم و دودھ کا اپنا شعار بنایا اس لئے اُس کے عہد حکومت میں تمام ارکان دولت اعوان سلطنت علم و کرم کی مجسم تصویریں بن گئے۔

اب سورخ عیف عماد الملک شیر سلطانی روش زندگی کا ذکر کرتا ہے۔

عماد الملک کے مال و متاع کا افانہ یہ ہے کہ یہ امیر بشمار دولت و مال کا مالک تھا جس کا ہزار ہاروپہ اندازہ کیا جاتا ہے۔

معتبر شخص خاص نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ عماد الملک کی دولت نقد رکھنے کے لئے ٹالے کے تھیلوں کی ضرورت ہوئی اور اُسی زمانہ میں ایسے ایک تھیلے کی قیمت چارہ تھیل مقرر تھی۔

ان تھیلوں کے خریدنے میں دو ہزار پانچ سو تھیلے صرف ہوئے۔

مقصد اس روایت سے یہ ہے کہ اس امیر کے پاس اس قدر رقم نقد موجود تھی جس کے رکھنے کے لئے دو ہزار پانچ سو روپیہ کے تھیلوں کی ضرورت پیش آئی۔

عماد الملک کے مال نے اپنے آقا کے روبرو حساب پیش کیا اور عماد الملک نے یہ دیکھ کر دو ہزار پانچ سو تھیلے تھیلوں کی خریداری میں صرف ہوئے ہیں اپنے مال سے کہا کہ مال جمع کرنے کی حد سے گزر گیا اب اس کی صورت یہ ہے کہ کنوین کھدائے جائیں اور ان میں یہ خزانہ جمع کیا جائے چنانچہ بعد میں ایسا ہی کیا گیا۔

واضح ہو کہ خود بادشاہ کے خزانہ میں مقداری مال موجود رہتا تھا اور اُس کی وجہ یہ تھی کہ فیروز شاہ نے تمام ملک امرا و ملوک کو تقسیم کر دیا تھا اور مال مقرر ہر سال بیت المال پہنچاتا تھا۔ غرض کہ عماد الملک کا خزانہ بیکہ مہمور تھا اور باوجود اس کے ہمیشہ مال جمع کرنے میں کوتاہی نہ رہتا تھا سلطان محمد کے عہد حکومت میں جو شور و فساد برپا ہوا وہ اسی مال کے لئے تھا بیجا کہ سورخ عیف سلطان محمد کے ذکر میں مفصل معرض تحریر میں لائے گا۔

مختصر یہ کہ عماد الملک شبیر سچہ کثیر مال کا مالک تھا اور اسی طرح اکثر خاناں و ملوک عہد فیروز شاہی سچہ مالدار تھے لیکن عماد الملک کے مقابلے میں کسی امیر کے مال و متاع کے کچھ وقعت نہ تھی بلکہ یہ کہنا سبالت نہ ہوگا کہ عہد وزمانے میں کسی خان و ملک خزانہ میں اس قدر مال و متاع نہ تھا۔

فیروز شاہ کا عماد الملک کے خزانہ کا جائزہ لے کر نوکر و مال خود لے لینا۔
نقل ہے کہ عماد الملک کے خزانہ میں تیرہ کروڑ مال جمع تھا اور باوجود اس کے یہ امیر مال جمع کرنے کی فکر میں سرگرداں رہتا تھا۔

عماد الملک راہری کا جاگیر دار تھا اور اپنی جائداد کے دولت و بہتر بنانے کی کوشش میں سرگرم رہتا تھا۔
عماد الملک کے خوف سے دیوان وزارت کے عامل ملک مذکور کے افغاناٹ کے محاسب میں جمع کرتے تھے۔

چند سال کے بعد محاسب کیا گیا اور ایک مقدمہ رقم اس سبب کے ذمہ واجب الادا قرار پائی۔

دیوان وزارت نے بادشاہ کو حقیقت واقعی سے آگاہ کیا اور فیروز شاہ نے فرمایا کہ شبیر اے اور میرے مال میں کوئی فرق نہیں ہے۔

عماد الملک کو معلوم ہوا کہ بادشاہ نے معروضہ پر یہ جواب دیا اور اُس نے فیروز شاہ کے حضور میں اپنے مال و متاع کی ایک فہرست پیش کی۔

بادشاہ نے وہ فہرست ملاحظہ فرما کر زبان سے کچھ نہ فرمایا اور کاغذ عماد الملک کو واپس کر دیا دوسرے روز صبح کو بادشاہ محل بارہ میں تشریف فرما ہوا اور عماد الملک نے ایک کرڈر کا مال تحیلوں میں بھر کر بادشاہ کے حضور میں حاضر کیا۔

بادشاہ نے فرمایا کہ شبیر اتو کیا لایا ہے اور عماد الملک نے عرض کیا بندہ درگاہ ملازمین حضرت کے لئے رقم طوطہ لے کر حاضر ہوا ہے۔

پھر چند بادشاہ نے اس مال کے لینے سے انکار کیا لیکن عماد الملک کے اصرار و عاجزانہ معروضہ پر آخر میں مجبور ہو کر فرمایا کہ شبیر اکی تمام املاک میری ملک خاص ہے یہ ایک کرڈر کی رقم خزانہ سلطنت میں نہ داخل کی جائے بلکہ مقبول عطوار کے سپرد کر دی جائے۔

شاہی حکم کی تعمیل کی گئی اور یہ رقم مقبول عطر دار کو دیدی گئی۔
جس وقت بادشاہ کے سیر و شکار کے اخراجات میں کمی ہوتی تھی تو خانجہاں اس رقم میں
سے حسب ضرورت روپیہ بادشاہ کے حکم سے لے لیتا اور بعد کو جب اقساط میں سے رقم
وصول ہوتی تو مقبول عطر دار کو قرض اوکرتا تھا۔
جب تک کہ فیروز شاہ بغینہ حیات رہا اس ایک کروڑ مال میں سے ایک حصہ بھی
صرف نہ ہوا۔

عماد الملک و خانجہاں کے تعلقات

نقل ہے کہ فیروز شاہ کے آخر عہد حکومت میں عماد الملک ضعیف و کمزور ہو گیا تھا۔
اس امیر کے تمام اعضا میں فتور واقع ہو گیا اس لئے اس زمانے میں جب بادشاہ میر کے لئے
جاتا تو عماد الملک کو شہر میں چھوڑ جاتا تھا اور ملک مذکور بعض اوقات فیروز آباد کے کوٹشک
میں قیام کرتا تھا اور زیادہ تر اپنے خاص مکان میں زندگی بسر کرتا تھا۔
عماد الملک کے برآمد ہونے ہی خانجہاں اگرچہ مسند ہی پر بیٹھا ہوتا مگر وہ تعلیم کے لئے
کھڑا ہوتا اور بچہ تعلیم و توفیر کرتا تھا اور عماد الملک کی حاجت برآری میں ذرہ برابر بھی تاخیر
نہ کرتا تھا۔

عماد الملک بھی خانجہاں کی بچہ تعلیم و توفیر کرتا اور اس کے ہاتھ پر تکیہ کر کے لطف و محبت
کی باتیں کرتا تھا۔

فیروز آباد میں عماد الملک و خانجہاں کے مکانات باہم متصل تھے اور خانجہاں کا گزر
ہمیشہ عماد الملک کے در سے ہوتا تھا۔

جس وقت خانجہاں وزارت کے لوازمہ کے ساتھ سوار ہوتا تو قبل اس کے کہ عماد الملک
دروازے کے سامنے پہنچے اپنے ملازمین سے کہتا کہ عماد الملک کے دروازے کے رو برو وصول اور
شہنائے بجائیں مگر یہ امر عماد الملک کو ناگوار ہو۔

امیاد کے زمانے میں خانجہاں بادشاہ کی خدمت موجودگی میں اپنے مکان
سے سوار ہوتا اور عماد الملک کے مکان پر پہنچ کر کھڑا ہو جاتا۔

عماد الملک اپنے مکان سے باہر آتا اور ہر دو امیر ہر دو محبت کی گفتگو کرتے ہوئے
حیدر گاہ کو جاتے تھے اس موقع پر خانچہاں عماد الملک کا پاس و لحاظ کرتا اور اپنے سر سے چتر کو دور
کرتا تھا اور بادجو کی پیشکش باب خشم خانچہاں کے ہمراہ ہوتے تھے لیکن یہ امیر بجز عماد الملک
اور کسی طرف متوجہ نہ ہوتا تھا۔

غلاموں کے آزاد کرنے کا ذکر

نقل ہے کہ عماد الملک جب بوڑھا ہوا اور اُس کے تمام اعضا ضعیف ہو گئے تو اُس نے
سب سے پیشتر فیروز شاہ سے اپنی آزادی کا پروانہ لکھوایا اور اُس کے بعد اپنے زر خرید چار ہزار
غلاموں کو جو خیالدار تھے آزاد کیا اور ہر خیالدار غلام کو اس کے ضروریات زندگی کے مال و دولت
عطا کی تاکہ یہ اشخاص معاش کی وجہ سے پریشان خاطر نہ ہوں۔

اس واقعہ کے قیل مدت کے بعد خانچہاں نے وفات پائی۔

سبحان اللہ جس طرح سلطان محمد کے امراء لوگ نے بادشاہ مرحوم کی زندگی میں ہنر آخرت
کیا اسی طرح فیروز شاہ کے تمام اعیان سلطنت و ہوا خواہ امرائے بادشاہ کی جناب میں رعلت
کی اور ان تمام امراء کی وفات کے بعد خود بادشاہ نے روحہ جنت کی راہ لی۔

عماد الملک نے وفات پائی اور بادشاہ نے یہ فرما کر کشمیر کا مال میرا مال ہے اُس کے اندوختہ
بارہ کروڑ میں سے نو کروڑ کی رقم خود لی ادیتیں کر دیں اُس کے فرزند تک اسحاق اور اُس کے
دامادوں اور فرزندان متبقی اور غلاموں کو عطا فرمائی۔

ملک اسحاق خود بچہ دولت مند تھا اور اپنے والد کے خزانے کا محتاج نہ تھا۔

اس امیر کے خزانے میں علاوہ دیگر قوم کے چار ہزار قبائے زردوزی و دہزار بند سفید
و بند زکمر سوچو تھے سبحان اللہ ان امرائے اس قدر مال و جائزہ ناجائز ہر طریقے پر جمع کیا اور جو ذکر
آخرت کا سفر کیا جہاں ان کو اسی مال کا حساب دینا ہوگا۔

جن حضرات نے کہ دنیا کی جانب میل نہ کیا اگر بضرورت کچھ اندوختہ بھی کر سکتے تو اُس کو
دوسروں کے لئے وقف کروا۔

عماد الملک کی وفات کے بعد اس کے فرزند ملک اسحاق کو عہدہ و خطاب عماد الملک

عطا ہوا۔

ملک سید الحجاب کی مصاحبت کا ذکر

نقل ہے کہ ملک سید الحجاب کا اصل نام معروف تھا اور یہ امیر اور اس کا پھر ہر دو افراد حضرت شیخ نظام الدین محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔
مقبرہ اشخاص نے مورخ عقیف سے بیان کیا کہ جس روز سید الحجاب پیدا ہوا اس کا پیدائشی روز اس کو لے کر حضرت محبوب الہی کے حضور میں حاضر ہوا۔
حجاب شیخ اس وقت وضو فرما رہے تھے اور سید الحجاب پر نظر ڈالے ہی حضرت نے ارشاد فرمایا کہ خواجہ حمید اس معروف دو جہاں مشہور عالم و عالمیان کو اور قریب لے آؤ۔
حضرت کے حکم کی تعمیل کی گئی اور حجاب شیخ نے ازراہ مشقت قدر سے آب وضو اس فرزند کے سنیں ڈالا۔

خواجہ حمید کا منشا یہ تھا کہ حضرت شیخ مولود کا نام رکھیں چونکہ حجاب شیخ کی زبان مبارک سے لفظ معروف نکلا اس خواجہ حمید نے مولود کو اسی نام سے موسوم کیا۔
مختصر یہ کہ ملک مذکور بید متقی و مرد صالح و دیانت دار تھا۔
اس امیر نے معمولی افراد کی طرح خانہ کعبہ کا حج کیا اور ہمیشہ مثل عقلائے عالم کے مہات کو ملے

کرتا تھا۔ یہ امیر عقل و فراست و فضل و کمال میں اپنی نظیر نہ رکھتا تھا اور ہمیشہ دربار شاہی کا بہترین

رکن رہا۔

یہ شخص سلطان محمد کے عہد میں عماد الملک کا بیٹا تھا اور عہد فیروز شاہی میں اس کو سید الحجاب کا خطاب عطا ہوا اور یہ شخص بیحد متعز و مکرم ہو گیا اور ہمیشہ بادشاہ کا ندیم رہا۔
فیروز شاہ باوجود اس عقل و دانش سے کارہائے مملکت میں سید الحجاب سے مشورہ

کرتا تھا۔

اگر اس امیر سے بادشاہ کسی وجہ سے ناراض ہوتا اور چند روز اپنے حضور میں نہ حاضر ہوتے دیتا تو ملک مذکور ہر دو وقت درگاہ سلطانی میں بلا تاخیر حاضر ہوتا۔

دو تین روز کے بعد بادشاہ اس کو یاد کرتا اور یہ فرماتا کہ سیدی گفتگو اور میرے کلام کے رموز و اشارات سوا معدودت کے دوسرے شخص نہیں سمجھ سکتا۔

سبحان اللہ اس امیر کی خیر پرستی کا کیا کہنا جس نے ہشمار اشخاص کو بادشاہ کے بغضب سے رہائی دلائی اور اکثر افراد کو اپنی فراست و عقل سے معاش دلا دی۔

جب کبھی کہ بادشاہ کسی شخص پر ناراض ہوتا اور اُس کو برے الفاظ سے یاد کرتا تو سید الحجاب حتی الامکان اس شخص کے حق میں کلمات بُک کہتا اور اگر اس کو کسی طریقے پر معلوم ہو جاتا کہ بادشاہ اس شخص سے راضی نہ ہو گا تو اگر یہ امیر کلمہ خیر نہ کہہ سکتا تو نہایت ہوشیاری کے ساتھ خاموش رہتا تھا۔

شہر کی تمام خلقت اس امیر کی ممنون احسان تھی۔

اگر ملک مذکور کسی شخص کا ذکر کرنا چاہتا تو عمدہ حیلہ دہانے سے کرتا اور اُس شخص کو سرفراز کرتا اور اُس کی حاجت برآری کر دیتا تھا۔

معتبر روایت ہے کہ ایک روز ایک بے لوف و فیر جو بے روزگار تھا ملک مذکور کی خدمت میں حاضر ہوا اور سید الحجاب سے اپنے درد دل کو بیان کیا۔

اس بے لوف نے عرض کیا کہ میں چند دختروں کا باپ ہوں لیکن نادار و مفلس ہوں میرے پاس روپیہ نہیں ہے کہ اُن کے کار خیر سے سبکدوش ہوں خدا در سول کے لئے میری دستگیری فرمائیں تاکہ میں اس بار سے نجات حاصل کر دوں۔

ملک سید الحجاب نے کہا کہ تم یا بیخ سیر گندم پاک و صاف کر لو اور اپنی دستاویز میں لے کر بادشاہ کی محل کھڑے رہو اور خدا کی عنایت و مہربانی کے امید دار رہو کہ وہ تمہارے حق میں کیا حکم صادر فرماتا ہے۔

اس فقیر نے ایسا ہی کیا اور فیروز شاہ کی سواری کے وقت گندم ہاتھ میں لیکر کھڑا ہوا۔ ملک مذکور کی نظر اس فقیر پر پڑی اور فوراً اس فقیر کی طرف دوڑا اور گندم اُس کے ہاتھ سے لے کر بادشاہ کے حضور میں پیش کئے اور عرض کیا کہ یہ فقیر کہتا ہے کہ میں اس گہیوں کے ہر دانہ پر ایک بار سورہ اخلاص دم کیا ہے اور یہ گندم بادشاہ کے لئے لیکر حاضر ہوا ہوں۔

بادشاہ نے اپنی خوشنمائی و اعتماد کی بنا پر جو اس کو فقر سے مبرا ہے اور ہمیشہ ان کو اپنا پشت پناہ خیال کرتا ہے سید الحجاب کے ہاتھ سے گندم لئے اور ان کو آنکھوں سے لگا کر حکم دیا کہ

یہ گندم ہمارے سطح میں پہنچا دے جائیں تاکہ ان سے میرے کھانے کے لئے چٹائیاں پکائی جائیں۔
اس وقت پر ملک مذکور نے عرض کیا کہ یہ شخص چند بیٹوں کا باپ ہے اور اس کے پاس

کچھ نہیں ہے۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ شہر کے مشورہ زکوٰۃ میں سے ایک تنگہ روزانہ اس شخص کے لئے مقرر کیا جائے غرض کہ سید الحجاب اس صفات کا امیر تھا کہ اس نے اکثر افراد کو بادشاہ سے جاگیریں دلا دیں اور بعض کی مدد معاش مقرر کرائی۔

مختصر یہ کہ ملک مذکور ایسا عالی مقام بدیم دوسرا شکل سے دستیاب ہو سکتا ہے۔

یہ امیر بادشاہ پر اس قدر حاوی ہو گیا تھا کہ جو یہ کہتا بادشاہ اس کی بات کو پسند کرتا تھا اور اس قدر بادشاہ کا مزاج شناس تھا کہ اس کی ہر گفتگو بادشاہ کی مرضی کے موافق ہوتی تھی۔
سبحان اللہ سید الحجاب کی عمدہ خصائل کا کیا ذکر کیا جائے کہ جو شخص ایک مرتبہ بھی اس امیر کے حضور میں حاضر ہوا اور اس کو اپنی حاجت برآری کا وسیلہ بنایا وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوا۔

ملک مذکور حاجت مندوں سے ان کی حاجت برآری کے بعد بطور شکرانہ کچھ وصول کرتا تھا اور بادشاہ اس امر سے آگاہ ہو کر کچھ نہ کہتا تھا اور خاموش رہتا تھا۔

ملک مذکور دربار سے واپس ہو کر اپنے مکان آتا اور عبادت الہی میں مشغول ہوتا۔
اوقات دربار کے بعد یہ امیر کتب تفاسیر کے مطالعہ میں اپنا وقت صرف کرتا تھا اور ہمیشہ ملّا و لباس کے بارے میں بچہ اعتیاد کرتا تھا اور شب و روز اس امر میں سعی بیجا کرتا تھا کہ جھمکاش میں کوئی خرابی نہ واقع ہو۔

اگرچہ یہ مسئلہ ہے کہ لقمہ حلال دنیا میں کم میسر آتا ہے لیکن علمائے شریعت دارباب طریقت نے فرمایا ہے کہ قرض حسہ سے لقمہ حلال دستیاب ہو سکتا ہے۔

ملک سید الحجاب ہمیشہ قرض حسہ سے وجہ معاش کی ضروریات کو پورا کرتا اور غیر مشروع لباس سے قطعاً پرہیز کرتا۔

یہ امیر تمام پسندیدہ صفات و خصائل کا مجموعہ تھا اور ارکان فیروز شاہی سے مزاج کرتا اور ضحک انجیز گفتگو کر کے ہر شخص کو خوش کرتا تھا۔

فیروز شاہ کو سید الحجاب کے یہ کلمات ظرافت بھی پسند آتے اور بیشمار افراد کو جن پر

بادشاہ غیض و غضب کرتا سیدہ الحجاب اپنی طرافت و خوش طبعی سے بادشاہ کو اُن سے بارِ دگر خوش کرا دیتا تھا۔

اس امیر نے تمام چهل سالہ دورِ حکومت میں بادشاہ کی مصاحبت کے فرائض بخوبی انجام دئے اور بادشاہ سے قبل وفات پائی۔

گیارہواں مقدمہ

ملک شمس الدین ابورجا کے حالات جو عہدِ فیروز شاہی میں مستوفی مالک تھا

نقل ہے کہ ملک شمس الدین ابورجا ملک مجیر ابورجا کا برادر زادہ تھا جو سلطان محمد غسنی کے عہدِ حکومت میں دربار شاہی میں مختلف قسم کے حرکات کرتا تھا۔

ملک مجیر کو ملک کبیر نے سلطان محمد کی عدم سوجوگی میں دربار کو دھکے مار کر دوکڑے کر دیا تھا۔ مستقر روایت ہے کہ ملک مجیر سلطان محمد کے عہدِ حکومت میں شہرِ دہلی کے ایک حصہ کا جاگیردار تھا۔

جس زمانے میں کہ سلطان محمد نے طغی کے تعاقب میں تھٹھہ کا سفر کیا جیسا کہ مورخ سلطان محمد کے حالات میں تفصیل سے کہہ چکا ہے بادشاہ نے تھٹھہ سے ملک مجیر کی طلبی کا فرمان روانہ کیا۔

ملک مذکور راہی جاگیر سے سمجھار و پیادوں کے بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہوا۔ اس زمانے میں ملک کبیر دہلی میں نائب فہست تھا لیکن ملک مجیر نے دہلی کے نواح میں پہنچ کر غور و فکر کا اظہار کیا اور وہ کرا کر دریائے جمل کے کنارے آگے روانہ ہوا اور ملک کبیر سے ملاقات نہ کی۔

ملک مجیر میان دو آب میں پہنچا اور بعض اشخاص نے ملک کبیر نے شکایت کی کہ ملک مجیر کا غور و فکر مد سے بڑھ گیا ہے کہ اس شخص نے بغیر آپ کو سلام کئے ہوئے دہلی سے بالائی میان دو آب میں قیام کیا ہے اور شہر میں داخل نہیں ہوا۔

ملک کبیر نے جو بادشاہ کی عدم سوجوگی میں سیاہ و سپید کا مالک تھا ملک مجیر کو اپنے حضور میں طلب کیا۔

ملک کبیر نے مشورہ و غور کے بعد ملک مجیر کو درمیان دو آب سے طلب کیا اور ملک مذکور

بادلِ نافواستہ جلد سے جلد دہلی پہنچ گیا اور اپنے لشکر و حشم کو میانِ دو آب میں چھوڑ دیا۔
مختصر یہ کہ ملک مجیر ملک کبیر کے صورتیں حاضر ہوا جو اُس وقت منہ حکومت پر اجلاس کر رہا تھا۔
ملک مجیر نے مقامِ حجاب پر پہنچ کر آداب و مجری نہ بجالایا ہر چند کوشش کی تھی کہ ملک مجیر سلام
کرے لیکن اس مفور نے سر نہ جھکایا۔

ملک مجیر نے آگے قدم بڑھایا اور مقامِ دوم پر پہنچ کر بھی سلام نہ کیا۔
ملک مذکور ملک کبیر کے قریب پہنچا اور زبان سے السلام علیکم کہا۔
ملک کبیر نے نگاہ تیز سے ملک مجیر کو دیکھا اور کہا کہ میں بادشاہ کا نائب ہوں اور اس
نیابتِ غیب میں مختارِ مطلق ہوں تجھ کو کیا خیال آیا اور کس قسم کا غرور تیرے دل میں سہایا کہ تو بنسیر
میری ملاقات کئے ہوئے روانہ ہو گیا۔

اس موقع پر ملک مجیر نے گستاخانہ الفاظ سے گفتگو کی اور کہا کہ ہر شہر کا جنگل صرف اس کا مرغزار
ہو سکتا ہے اور ہر گز ایک کو دوسرے سے سزاوار نہیں ہے۔

ملک مجیر نے یہ الفاظ زبان سے ادا کئے اور ملک کبیر یہ سن کر بید غضبناک ہوا اور یہ کہا
کہ اس حرام خوار بدکار کو دربار کے دربر و درے لگا کر دو ٹکڑے کر ڈالو۔
ملک کبیر کا یہ حکم دینا تھا کہ سرکاری پیادے دوڑے اور انھوں نے ملک مجیر کو محرموں کی
طرح گرفتار کر لیا اور بہت گاہ کی طرف دوڑے۔

ملک مجیر کا رنگ سیاہ ہو گیا اور اس نے حیرت سے اٹھی دانت کے نیچے دہائی اور ملک کبیر
سے عاجزی کرنے لگا لیکن اس عاجزی کا کچھ نتیجہ نہ نکلا اور ملک مجیر سلطان محمد کے دہلی گاہ کے دربر و
قتل کیا گیا ملک کبیر نے مجرم کو سزا دیکر تمام حقیقتِ واقعی سے بادشاہ کو اطلاع دی اور سلطان محمد
نے ایک فرمان اس مضمون کا روانہ کیا کہ اعظم ہایوں ملک کبیر نے غیب کیا کہ ملک مجیر خود رائے
و خود پرست کو سزا دی۔

مختصر یہ کہ ملک شمس الدین ابورجا ملک مجیر ابورجا کا برابر زادہ تھا۔
اس امیر کو ابورجا اس لئے کہتے ہیں ملک بالا کا ایک خاندان جس کا یہ دکن تھا
ابورجا یا ت کے خطاب سے مشہور تھا۔

ملک شمس الدین ابورجا داگ و شاعر اور بیحد نکتہ رس تھا۔
یہ شخص ابتدائے عہد فیروز شاہی میں بارہ سالِ وزارت کے گروہ میں مقرب ہوا لیکن

چند روز کے بعد نائب اقطاع سامانہ کے عہدے پر مامور ہوا۔
اس زمانے میں ملک قبول تفران جان حاکم سامانہ تھا ملک شمس الدین سامانہ پہنچا
اور اس نے ملک کے تمام انتظام میں دخل دینا شروع کیا۔
شمس الدین نے اس حصہ ملک کے ہر انتظامی شعبہ پر ایسا قبضہ کر لیا کہ ملک قبول کو
قطعاً بیکار و معزول کر دیا۔

شمس الدین ابور جانے ہر صفحے میں ایسے ایسے جدید قوانین ایجاد کئے جو کسی غیر کے
وہم و خیال میں بھی نہ آسکتے تھے۔

ملک قبول اعیان فیروز شاہی میں ہر دل عزیز تھا تمام ارکان سلطنت نے اس کے
موافق کوشش کی اور ملک شمس الدین عہدہ نیابت سے معزول کیا گیا۔
اس کے بعد ملک شمس الدین کو نیابت گجرات کا عہدہ عطا ہوا۔
اس زمانے میں ظفر خاں بن ظفر خاں یعنی دریا خاں حاکم گجرات تھا۔
مختصر یہ کہ شمس الدین گجرات پہنچا اور یہاں بھی اُس نے بشتار جدید امور ایجاد کئے
اور بارپک یعنی سے اس ملک پر بھی ایسا قابض ہوا کہ صاحب مطلق قطعاً بے اختیار ہو گیا۔
چند ماہ بعد ملک شمس الدین گجرات سے بھی معزول کیا گیا اور خلعت خدانے اس کے پہنچے
سے سجات پائی۔

شمس الدین گجرات سے دہلی آیا اور اُس زمانے میں بادشاہ نے شکار کے لئے بداول
کارخ کیا اور بداول دانوال کے فوج میں سیر و شکار میں مصروف ہوا۔
اس سفر میں ملک شمس الدین کو عہدہ مستوفی مالک عطا ہوا اور بادشاہ نے اس کو
ضیاء الملک کا خطاب عطا فرمایا اور اس کو ظاہری و باطنی اعزاز سے سرفراز فرمایا۔
ملک شمس الدین اب دیوان وزارت میں اجلاس کرتے تھے۔

تقدیر الہی نے نیازنگ دکھایا اور فیروز شاہ اس وہم و گمان میں گرفتار ہوا کہ دیوان
وزارت کا تمام عمل ہی خواہ نہیں رہا ہے اور ہر فرد اپنے فرائض انجام دینے میں کوتاہی کرتا ہے
اگر ملک شمس الدین دیوان وزارت میں مقرر کیا جائے تو تمام امور سلطنت بخوبی انجام دے
سکے جو بگے بادشاہ کو یہ خبر پہنچی کہ یہ شخص تمام بہترین صفات کا مجموعہ ہے اور اس کے تقرر
سے ملک فیروز زبر اور آسودہ و مرقد الحلال رہا یا پریشان ہو گئی۔

مختصر یہ کہ شمس الدین ابور باستونی مالک مقرر ہوا اور اس نے اپنے عہدے کے فرائض انجام دیئے ہیں ایسے جدید و سخت قوانین ایجاد کئے جو چھل سال دور حکومت میں نہ تھے اور گویا کہ ان آئین جدید کی وضع سے مملکت میں فتنہ انگیزی کا سنگ بنیاد رکھا۔

سورج اب شمس الدین ابور جا کی فتنہ پردازی کے تمام افسانے
اور اُسکا تقرب جو بادشاہ کے دربار میں حاصل تھا ہینہ ناظرین کو رہا ہے

فیروز شاہ کے دل میں یہ وہم و خطرہ گزرا کہ دیوان وزارت اپنے فرائض کو بخوبی انجام نہیں دیتا اور اُس نے تمام ملک کی عثمان حکومت شمس الدین ابور جا کے ہاتھ میں دے دی اور اس کو اپنا مقرب خاص بنا دیا۔

ابور جانے بادشاہ کو ہر شخص سے بدگمانی کرنے کی سعی بلغی کی اور ہر وقت دہر و قصہ پر فیروز شاہ کے حضور میں جانے لگا بلکہ اس کے قرب و منزلت کا یہ عالم ہوا کہ یہ امیر ایمان ملک کو معمولی سوار و پیادہ خیال کرنے لگا۔

شمس الدین بادشاہ کے غلط کدہ میں حاضر ہوتا اور فیروز شاہ یہ خیال کر کے کہ ابور جا دیوان وزارت کا کچھ حال عرض کرے گا خراشاں خراشاں دوڑ پڑتا جاتا اور شمس الدین اپنے خیالات کا اظہار کر کے واپس آتا تھا۔

اس معاملے نے یہاں تک طویل کھینچا کہ شمس الدین کے حاضر ہوتے ہی تمام حاضرین دربار خود بخود غلط سے باہر نکل جاتے تھے اور شمس الدین اپنے تمام خیالات بادشاہ سے ظاہر کر دیتا تھا اور واپس ہو جاتا تھا بلکہ اگر شمس الدین کا ارادہ ہوتا کہ بادشاہ سے کسی معاملے میں سرگوشی کرتا تو محل شاہی میں تخت کے قریب آتا اور اپنی آستین منہ پر رکھ کر بادشاہ کے کان میں باتیں کرتا۔

اس نکتہ کے لکھنے سے مقصود یہ ہے کہ ملک شمس الدین کے قرب و منزلت کا یہ عالم تھا بلکہ اس جلد ساز امیر نے بادشاہ کو ایسا اپنے قابو میں کر لیا تھا کہ فیروز شاہ باوجود اس دانائی و تدبیر کے شبانہ روز شمس الدین کا کلمہ پڑھتا تھا اور دیوان وزارت کے تمام فرائض شمس الدین

انجام دیتا تھا اگر چہ ستونی کے فرائض میں یہ امر داخل نہیں ہے کہ ملک کے اُس خراج و اخراجات میں جو خلائی کے ذمے مایہ جوں احتیاط سے کام لے اور جمع زبانی پر نظر نہ ڈالے لیکن شمس الدین ابورجا اپنے تقرب کی وجہ سے وزیر و نائب وزیر و مشرف دستونی و مجموعہ دار و برید و ناظر و قوف تمام عینان ملک کے فرائض انجام دیتا تھا۔

شمس الدین کے اقتدار نے تمام ارکان سلطنت کو معطل و بیکار کر دیا تھا اور خود شمس الدین کا یہ حال تھا کہ اپنے تقرب کی وجہ سے تمام عاید سلطنت سے بے نیاز ہو گیا تھا۔ غرض کہ شمس الدین ابورجا نے اپنے تقرب سے تمام ملک کو تہ و بالا کر دیا اور حضرت فیروز شاہ کے تمام مقرب امر کو اپنا دشمن بنا دیا اور ہر طریقے پر رشوت ستانی کو اپنا شعار بنایا۔ شمس الدین نے بادشاہ کو تمام امر کی طرف سے ہٹا کر دیا اور تمام غلمان و لوگ کو اس طرح اپنا دشمن جانی بنایا اور تمام رعیت کی بددعا اپنے اوپر لی۔ شمس الدین نے تمام افسران فوج اور سپاہ و سوار کو بادشاہ سے خوف زدہ کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس شخص نے خود اپنے کو اس طرح تباہ و برباد کر دیا۔

شمس الدین ابورجا کا مسند پر بیٹھنا

خانجہاں مسند وزارت پر اجلاس کرتا اور تمام امور سلطنت کی پرداخت اور ان کے سرانجام کے لئے کوشش کرتا تھا اُس وقت تمام اصحاب مناصب اپنے اپنے محل پر بیٹھے تھے۔

اس زمانے میں خواجہ حسام الدین چندی مجموعہ دار و دیوان وزارت بقید حیات تھا اور امور مملکت کے انجام دینے میں انتہائی کوشش کرتا تھا۔

غرض کہ ملک شمس الدین خانجہاں کے جانب راست بیٹھا تھا اور جس وقت کہ تمام کار ہائے سلطنت کے فرائض جس میں محاسبہ و حکایتہ مال جو جمع و خرچ میں بھی جھٹی ہونے کی وجہ سے لازم ہو جاتی تھی اور باقی جو محور و سرکاری عمال آئیں شاہی کے سلاطین مسند وزارت کے روبرو پیش کرتے تو شمس الدین ابورجا بیعت ستونی مالک ہونے کے تمام کلیات و جزئیات پر نظر غائر ڈالتا اور ایسی باریک غلطیاں پیدا کر کے عمال سے باز پرس کرتا کہ تمام اشخاص

جواب دینے سے عاجز رہ جاتے اور کسی شخص کو یہ مجال نہ ہوتی کہ اس کے سوال کا جواب
باصواب اور اگرے ملک ضیاء الملک نہایت خوش تقریر و فنی و قابل و شکر تھا اور اپنے
مقابلے میں سوا بادشاہ کے کسی شخص کو خاطر میں نہ لانا تھا۔
اس امیر نے چند اشعار نظم کر کے بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کئے اور حضرت شیخ سعدی کے
مقابلے میں لاف زنی کی۔

اس امیر کے اقتدار و عمل کا یہ حال ہو گیا کہ دیوان وزارت میں اس کا طوطی بولنے لگا
اور وزیر و نائب و مشرف و نائب ستونی و ناظر و برید و قوف و مشرف و مجموعہ دار و سندر
خاموش و معطل بیٹھے رہتے اور شمس الدین ہر شعبے میں احکام نافذ کرتا تھا۔
خارجہاں وزیر بھی شمس الدین ہی کی رائے کے مطابق احکام صادر کرتا تھا۔
غرض کہ ملک شمس الدین نے ہر شخص کے ساتھ بدی کی اور عاقبت کا مطلق خیال
یہ کیا کہ ملک شمس ہر شخص کے معاملات میں اپنی گفتگو کرتا تھا کہ خارجہاں وزیر و ملک اشرف
نائب وزیر یا یہ امان قطعاً خاموش و دم بخود رہتے تھے۔

ملک شمس الدین چرب زبان تھا اور اس کی طبیعت بید رسامی اور اپنی گفتگو میں
انتہائی تکبر سے کام لیتا تھا یہ شخص تمام محال سے بدیہی گفتگو کرتا تھا اور ایسے باریک و اہم
مسائل پر فی البدیہہ بحث کرتا تھا جو دیگر افراد غور و فکر سے بھی نہ کر سکتے تھے۔
اس موقع پر مورخ عین طبع انسانی کی خصوصیات و مراتب کے متعلق حکم کے چند اقوال
نقل کرتا ہے تاکہ عقلاً کو بصیرت حاصل ہو۔

واضح ہو کہ حکم کا قول ہے کہ طبائع کے مراتب کی تین قسمیں ہیں ایک طبیعت کو حافظہ
کہتے ہیں جس کا خاصہ یہ ہے کہ صاحب طبیعت جو کچھ سنے اس کو یاد رکھے دوسری طبیعت
کو بد رک کہتے ہیں جس کی وجہ سے انسان پر اس شے کو جس کو وہ پاتا ہے یاد رکھتا ہے تیسری
طبیعت کو متغیر کہتے ہیں جس کا خاصہ یہ ہے کہ انسان اپنے معلومات کو صحیح محل میں منتقل
کرتا ہے۔

تمام مصنفین کے اجتہاد اور ان کی تمام تفصیلات انہیں مراتب طبائع کا نتیجہ ہیں۔
غرض کہ شمس الدین البورجا ان ہر طبائع سے بہرہ اندوز تھا اور انہیں مراتب ثلاثہ کا
نتیجہ تھا کہ اس نے فیروز شاہ ایسے بادشاہ عالی جاہ کو جاوہر احتمال سے برشتہ کر دیا اور بادشاہ

کو اپنے قبضے میں کر کے اس کو تمام مملکت سے بدگمان کر دیا اور تمام عالیٰ ہوسم و نادار روزگار ارکان سلطنت اس کے مقابلے میں بے زبان جانور بن گئے۔

شمس الدین کا بادشاہ سے عملہ دیوان وزارت کی شکایت کرنا

ملک شمس الدین سلطنت کے تمام شعبوں پر قابض ہو کر سیاہ و سپید کا مالک و مختار بن گیا۔ ایک روز یہ امیر غیور میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور بادشاہ نے کہا کہ شمس الدین تو کہاں تھا اور تو نے کیا ہم سر کی اور کیا امور انجام دئے۔

شمس الدین نے بادشاہ کی تعریف کی اور عرض کیا کہ بندہ دیوان وزارت میں تھا اور یہ کہہ کر خاموش ہو گیا بادشاہ نے بار و گرد دریافت کیا کہ تمام امور بخوبی انجام پارہے ہیں لیکن شمس الدین نے جواب نہ دیا اور سر جھکا لیا۔

بادشاہ نے تیسری بار یہی سوال کیا اور فرمایا کہ شمس الدین تو کیوں خاموش رہے میں تجھ سے کیا سوال کر رہا ہوں تو میری بات کا جواب کیوں نہیں دیتا۔

اور جانے عرض کیا کہ بیچارہ شمس کیا کرے تمام اعیان و عاید ایک زبان ہو گئے ہیں اور یقین ہے کہ چند روز میں مجھ کو ہلاک کر دیں گے اور اسی طرح اپنے لئے خال بد زبان سے نکالی اور آخر وہی ہوا۔

بادشاہ نے تمام امرا کے اتفاق کا سبب و نتیجہ دریافت کیا اور شمس الدین نے کہا کہ امرا ایک روز مجھ کو تباہ و برباد کر دیں گے۔

ظاہر ہے کہ جب تمام اعیان ملک ایک ہو جائیں گے تو میں غریب کیا کروں گا۔ فیروز شاہ نے یہ کھٹکھٹو سن کر فرمایا کہ اے شمس میں کسی شخص کی غامزی پر توجہ نہ کروں گا تو اطمینان سے اپنے فرائض کو انجام دے اور دیکھ کہ کل میں اصحاب دیوان کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہوں۔

غرض کہ دوسرا روز بھا اور بادشاہ نے دربار کر کے اور خانچاہ کو حکم دیا کہ تمام اصحاب مناصب کو مع ان کے محلے و دیگر بیخا ہوں کے بادشاہ کے حضور میں حاضر کرے۔

خانچاہ نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی اور بادشاہ نے تمام حاضرین کو اپنے قریب

طلب کیا اور خانجہاں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ خانجہاں یہ شخص یعنی شمس الدین کون ہے۔
خانجہاں نے عرض کیا کہ شمس الدین سستونی مالک ہے۔

بادشاہ نے دریافت کیا کہ سستونی مالک کون شخص ہے اور خانجہاں نے عرض کیا کہ اس کا
فریضہ ہے کہ مملکت کے اخراجات کی تصحیح کرے۔

اس وقت پر ملک نظام الملک نائب وزیر حاضر تھا اس نے فی الفور جواب دیا کہ شمس الدین
سستونی مالک اور کارگزار دیوان وزارت ہے۔

نظام الملک کا یہ جواب بادشاہ کو بھروسہ نہ آیا اور فیروز شاہ نے فرمایا کہ بے شک تم
قطعاً صحیح کہتے ہو اس میں شبہ نہیں کہ شمس دیوان وزارت کا کارگزار ہے۔

فیروز شاہ نے خانجہاں سے فرمایا کہ تم کو دیوان وزارت میں شمس الدین سے کس قسم
کی ادا دلتی ہے اور خانجہاں نے جواب دیا کہ جس روز سے ملک ضیاء الملک دیوان میں مقرر
ہوا ہے میں امور سلطنت سے قطعاً سبکدوش ہو گیا ہوں۔

فیروز شاہ نے کہا کہ خانجہاں یہ دنیا کا دستور ہے کہ جو شخص کارگزار و جفاکش ہوتا ہے
تمام ملک اُس کا دشمن ہو جاتا ہے اگر کوئی شخص عداوت و دشمنی کی وجہ سے تم سے بیان کرے
کہ شمس الدین تم کو پس پشت سخت و سست الفاظ سے یاد کرتا ہے تو تم اس شخص کی بات
کو باور نہ کر کے اپنے دل میں بغض و عداوت کو بکھڑو اور شمس الدین کی طرف سے بدگمان
ہو جاؤ تو ایسی حالت میں ہمارے امور سلطنت و رہم و برہم ہو جائیں گے۔

خانجہاں نے عرض کیا کہ ملک ضیاء الملک ہرگز کلمات بد زبان سے نہیں نکالتا
اور بندہ بہ قسم عرض کرتا ہوں کسی شخص کی غازی اس کے حق میں قبول نہ کرے گا۔

اس کے بعد فیروز شاہ دیگر علما و دیوان کی طرف متوجہ ہوا اور اُن سے کہا کہ اسے
اعیان ملک تم سلطنت کے محروم صاحب احکام ہو اور تم سے میں نے ایک شخص شرف
ہے اور دوسرا سستونی ایک ناظر دوسرا حذیر اور ایک برید ہے دوسرا دوق اگر شمس الدین
دیوان وزارت میں تم سے کوئی کاغذ سرکاری طلب کرے اور تم اپنے ماتحت عہدہ کا حوالہ
دیکر اُس کو شل یا کاغذ دو اور یہ عذر کر دو کہ یہ کاغذ ماتحت کے پاس ہے تو اس میں
شبہ نہیں کہ سرکاری کارروائیوں میں تاخیر ہو جائے گی۔

بادشاہ کا یہ قول سن کر تمام اعیان نے جواب دیا کہ ضیاء الملک جس وقت ہم سے

کوئی کاغذ یا شل طلب کرے گا ہم فوراً اُس کے حوالے کر دیں گے۔

اس موقع پر غانجہاں نے عرض کیا کہ ہر وہ شخص جو ضیاء الملک کے معاملے میں تاخیر کرے گا میں اُس کو سزا دوں گا فیروز شاہ یہ سنکر سید خوشش ہوا اور شمس الدین کی عزت افزائی کے لئے اُنہیں کو بامافی خاص جو اُس کے جسم پر تھی عطا فرمائی اور تمام اعیان ملک کو اُس کا یار و مددگار بنا دیا۔

شمس الدین کا خواجہ حسام الدین جنیدی کے ردبر و خواجہ کو تخت بست کہنا

ملک شمس الدین ابورجا تمام دیوان دجا گیر دار و حکام و مقلعیان ملک پر جادی ہوا اور دیوان وزارت میں اجلاس کرنے لگا۔

شمس الدین ابورجا کے ردبر و تمام جزویا دلی معاملات پیش ہونے لگے۔ غانجہاں تھوڑی دیر میں وزارت چھوڑنا اور تمام امور سلطنت سے منحرف و مکدر رہتا تھا۔ شمس الدین ابورجا دو گھڑی دن تک دیوان داری کر کے تمام اشخاص سے معاملات کی باز پرس کرتا تھا اور تمام عمل کو اپنے حالات و احکام سے مرعوب کرتا تھا۔ اس کے علاوہ دوسرے وقت بعد مغرب ایک گھڑی دیوان وزارت میں اجلاس کر کے جاگیر داروں اور اہل مقلعہ سے حساب لیتا تھا۔

شمس الدین ابورجا جب دیوان وزارت سے نکل کر اپنے مکان کو جاتا تو اس قدر حجوم عوام و خواص کا اُس کے ہمراہ ہوتا کہ ایک سینہ دوسرے سے دبتا تھا۔

شمس الدین نے تمام عمل کو اسلحہ دیدی تھی کہ جو شخص مجھ سے قبل نہ آئیگا اور میرے بعد نہ جائیگا میں اُن سے سخت باز پرس کروں گا اور اس کو عہدے سے برطرف کر دوں گا۔ مورچہ چارے جنھوں نے چالیس سال کابل سیدہ اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کی تھی دفعتاً ناقابل برداشت تکالیف و مصائب میں گرفتار ہو گئے اور یہ غریب اہل عادیہ مضطر و پریشان ہوئے۔

اتفاق سے ایک شب خواجہ حسام الدین جنیدی دیوان وزارت میں اجلاس کر رہے تھے اور تمام کارخانہ جات کے مورد متنی ہر شعبہ و کارخانے کی کیفیت پیش کرتے اور ہر شے

کو ملا خط میں گزران رہے تھے اور ملک شمس الدین ہر شے کے متعلق سوال و جواب کر رہا تھا اور بحث میں آواز سخت سے گفتگو کر کے غصے کا اظہار کرتا تھا۔
اتفاق سے شمس الدین کی نظر ایک کاغذ پر پڑی جس میں گزشتہ سال کے اخراجات مرقوم تھے اور ایک مدین بیکار خراج ہوا تھا۔
شمس الدین نے یہ کاغذ دیکھا اور اس کے متعلق بحث شروع کی۔
شمس الدین نے اس شعبے کے متصرف سے دریافت کیا کہ یہ نامناسب خراج کس نے کیا ہے۔

اس شخص نے جواب دیا کہ دیوان خراج کے حکم سے یہ رقم صرف ہوئی ہے
اس موقع پر شمس الدین خواجہ حسام الدین حنیفی کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ اسے خوب
یہ کندگی اور بے ضابطگی تمہارا ہی کام ہے جن امور کو میں انجام دیتا ہوں ان میں یہ خرابیاں
نہ ہونی چاہئیں اگر تم بحال احتیاط سے کام لو تو مجھ کو بھیج میں یہ خون عکس دینا پڑے
شمس الدین اور جانے نہایت سخت لہجے میں یہ الفاظ کہے اور جام خانے کے اوپر
استادہ ہو گیا اور بندگی خواجہ حنیفہ کو بھی جام خانے پر چھوڑ کر خود اپنے مکان واپس گیا۔
اس موقع پر مورخ عقیف حاضر اور تمام واقعات کو دیکھ رہا تھا۔
شمس الدین تو اس مقام سے چلا گیا اور خواجہ حنیفی نے رد و تہلیل ہو کر دست و دعا
بند کیا اور چشم پر آب ہو کر خدا کی بارگاہ میں عرض کیا کہ پروردگار تو تمام مخلوق کا بادشاہ اور رب
کا مالک ہے اپنے رحم و کرم سے میری یہ دعا قبول فرما کہ بارگاہ مجاہد خانے میں آنا نصیب نہ ہو
تاکہ اس پر اندسالی میں نا ہمارا و کم مایہ افراد کے ہاتھوں سے ذلیل و سوانہ ہوں اور عزت و ابر
کے ساتھ اس عالم سے سفر کر دوں۔

خواجہ حنیفہ نے یہ الفاظ کہے اور جام خانے سے اتر اپنے مکان واپس گیا۔
سبحان اللہ خواجہ بزرگوار کی دعا کی مقبولیت دیکھی کہ اُس شب اس بزرگ کو بخارا آیا
اور اس واقعے کے چھ روز کے بعد خواجہ حسام الدین نے دنات پائی۔
سبحان اللہ اس میں شبہ نہیں کہ شخص کو خدا کی بارگاہ میں ایک خاص خصوصیت
رکھتا ہے اور شخص کا خدا سے راز و نیاز قطعاً جدا ہے۔
خواجہ حنیفی کی بزرگی کا ذکر ہے کہ شخص متقی پر ہیزگار دیانت دار میں راست گفتار

اور خوش کردار تھا اور اس نے بیحد وقار و متانت سے زندگی بسر کی۔

خواجہ حسام الدین حضرت شیخ زکریا بن ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا اس بزرگ کی ایک بی بی کرامت تو یہی ہے کہ اس کی دعا اس قدر جلد مقبول ہوئی اور خواجہ جہان نے عالم جاوداں کی راہ لی تاکہ تمام اہل عالم پر یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائے کہ عہد فیروز شاہی میں ایسے ایسے باکمال اہل قلم و اہل اسوہ و دستے جو اہل حاجت کی کار براری و محتاج و مفلس فرختے کی اعانت و امداد میں اپنی آپ ہی نظیر تھے۔

ابہر حال مقصود کی طرف گریز کرتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ ابورہبان نے اپنے خود و تکبر سے خواجہ عبیدہ سے امانت طریقے پر مواخذہ کیا اور خواجہ حسام الدین ایسے بزرگ کے واسطے پرہیزگار و داغ لگانا چاہا حالانکہ خواجہ مذکور اس اہتمام سے قطاری اتحاد و امر سلطنت و انتظام مملکت سے بخوبی آگاہ تھا اور نیز یہ کہ فہم و فراست سے بہرہ ور اور حیف کشی کا دلدادہ تھا۔

ظاہر ہے کہ اس سلطنت کا یہ مشہور ترین واقعہ ہے کہ والی ملک جس روش پر عمل کرتا اور جس طریقے کو ایجاد کرتا ہے تمام عمال و کارکن اس کی تقلید کرتے اور اس کو خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اگر کسی زمانے میں بادشاہ ظلم کرتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مخلوق جو اُس کی پیروی ہے و ترین ظلم و ستم سے زیر دست افراد کو پامال و تباہ کرتی ہے۔

اسی طرح اگر کسی شہر و عہد میں کوئی فرمانروا دیں پناہ و حق پرست و انصاف پرور ہوتا ہے اور اپنے جو دعوے مخلوق کو ہر وقت سرفراز اور اپنے عدل سے رعایا کو ہر دم فیضیاب کرتا ہے تو تمام اعیان و اہل انصاف و سخاوت کو اپنا شعار بناتے ہیں۔

چونکہ فیروز شاہ نے اپنے چہل سالہ عہد حکومت میں خدا کی توفیق اور اُس کے خوف اور اس کی جباریت و قدرت کے ہر اس و خیال سے ہر خاص و عام کو اپنے احسان سے بہرہ ور کیا اور شریعت کے مطابق مخلوق پر حکمرانی کر کے ظلم و عنف کو اپنا شعار بنایا اور ہر قسم کی ملکی دہائی خیانت سے چشم پوشی کر کے اپنے تمام عہد حکومت میں کسی مجرم سے بھی باز پرس نہ کی اُس لئے اس کے تمام اعیان فراست اُس کے مظلوم بن گئے۔

ظاہر ہے کہ سلاطین قدیم کے عہد میں قلیل غفلت و اہمال سے ہر قسم کی باز پرس اور شدید ترین سیاست کی جاتی تھی لیکن فیروز شاہ کے عہد معدلت میں بجز قاضی صدر الملک

مقطعہ ارہو بہ کے اور کسی فرد سے باز پرس نہ ہوئی اور نہ کسی شخص کو سزا دی گئی۔
قاضی مذکور کی سیاست کا بیان یہ ہے کہ قاضی مذکور نے مبلغ بیچاس لاکھ روپیہ رقم باقی
کا تلف کر دیا۔

معتبر ادیوں نے مورخ عقیف سے بیان کیا کہ قاضی صدر الملک نے ایک پائر کو اپنا
صاحب خلوت بنایا تھا اور اس سے ہر قسم کا متع حاصل کرتا تھا
اس شخص کے لئے پانچ سیرم دارید کا پوزہ روز تیار ہوتا تھا جو شخص پان میں استعمال
کرتا تھا اور قاضی صاحب کے ملازم صدر الملک کے محرم راز کی خدمت و اطاعت کرتے تھے۔
مختصر یہ کہ قاضی صدر الملک پر باوجودیکہ اس قدر مال دیوانی باقی برآمد ہوا تھا
لیکن بریں ہم فیروز شاہ نے اس سے باز پرس نہ کی۔

بادشاہ قاضی صاحب سے یہی کہتا کہ جو شخص تمہارے ایسے آدمی کے خون سے اپنا
ہنڈ رنگین کرنا چاہئے وہ خود اپنا خون گرائے گا ارادہ رکھے۔

قاضی نے خود بادشاہ سے عرض کیا کہ میں اپنا خون سحافت کرتا ہوں۔
سوخ کو معتد ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ قاضی صدر الملک کچھ ایسے مہائب میں گرفتار
تھا کہ اس کا زندگی و مال ہو گئی تھی اور اسی وجہ سے قاضی مذکور نے یہودیہ میں اپنے کو اس شخص میں
بتلایا لیکن چونکہ اس کی تقدیر میں نہ تھا صحیح و سالم رہا۔

اب جبکہ سرکاری رقم لقایا اس کے ذمے واجب الادا قرار پائی تو اس نے خود بادشاہ
سے عرض کیا کہ بندہ اپنا خون معاف کرتا ہے اور اس کے بعد قاضی کو دربار بادشاہی کے دروازے
سزا دی گئی۔

عرض کہ چونکہ فیروز شاہ کی حکومت رسم و رسم پر مبنی تھی اس نے اس عہد کے
تمام سرکاری ملازم و عہدہ دار و کارکن غلو تقصیر و چشم پوشی کے تو گروہ بنیفہ ہو گئے تھے ورنہ
خدا خواستہ خواجہ جنیدی اور خواجہ شرف الملوہ ایسے حکام نہ تھے جن سے خیانت ظہور میں آتی
یا یہ حضرات کسی مسئلے میں بھی نرمی سے کام لیتے یا یہ کہ بغیر بادشاہ کی رضا اور اس کا حکم نہ مل
کئے ہوئے کوئی ناپسندیدہ خرچ کرتے۔

فیروز شاہ نے بار بار فرمایا ہے کہ میں اپنے دست چپ سے ایسا قوی دل نہیں
ہوں جتنا کہ خواجہ شرف الملوہ ہے۔

اس تحریر سے مقصد یہ ہے کہ عہد فیروز شاہی میں ہر شخص دہر امیر صاحب قناعت و مصلح تھا۔

مختصر یہ ہے کہ ملک شمس الدین دیوان وزارت میں اجلاس کرتا اور قدم سلاطین کی روش کے مطابق اپنی حکومت جاری کرتا اور ہر شخص سے سختی کے ساتھ باز پرس کرتا تھا۔

ابور جا اپنی نادانی و رجحانت و حرص و تکبر و دوسوہ شیطانی کی وجہ سے مستبدین و امانت دار اشخاص کی تحقیر و توہین کرتا اور یہ خیال نہ کرتا کہ ان امور کے کرنے میں اُس کو مذمت و پشمانی حاصل ہوگی۔

یہ امر مسلم ہے کہ اہل عقل و فراست کسی عارضی مصلحت کی وجہ سے معتبر اشخاص کو ذلیل و رسوا نہیں کرتے اس لئے کہ کارکن افراد و ذوق عابدین میں ہر فرد تحریر و انشاء و نیز معاملات تقدیر سے کم و بیش واقفیت رکھتا ہے لیکن چونکہ خود فیروز شاہ کی روش یہ تھی کہ ہر وقت خلعت و رعیت پر احسان کر کے اُن کو اپنے جو دہن سے بالامال کرتا تھا اور مخلوق کی نفع رسانی میں ہر دم سعی و کوشش کرتا تھا اس لئے اُس عہد کے تمام کار گزار محاسبے میں رعیت پر سہولت و نرمی کرتے تھے۔

شمس الدین ابور جا کا دیوان وزارت کے اصحاب مناصب کی عیب جوئی کرنا

ملک شمس الدین ابور جا بادشاہ کے تقرب کی وجہ سے مثل ہی خواہان سلطنت کے دیوان وزارت پر غالب آگیا اور تمام اعیان دولت پرست و بیکار ہو گئے۔

ملک شمس الدین نے ارکان وزارت کو الفاظ بد سے مخاطب کرنا شروع کیا یعنی ایک فریق کو گروہ مخلویاں کے لقب سے یاد کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ ان افراد کے باپ دیوان وزارت میں ملازم تھے اُن کی وفات کے بعد بادشاہ نے ان کے نسبہ زند کو مرحوم پدر کا عہدہ عطا کیا اور ان جدید ارکان کا یہ حال ہے کہ ان کو کار سلطنت و اشتغال سے قطعاً واقفیت نہیں ہے اور ان امور کے ادراک سے باخبر ہیں گویا کہ گروہ مخلویوں کا ایک طبقہ ہے جو باہج و بیکار ہے۔

یہ شخص بعض افراد کو لنگر جام خانہ کے خطاب سے پکارتا تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ

جس طرح جام خانے کا فرش کرتے ہوئے لنگر جام خانہ کو فرش کے کنارہ اس لئے رکھ دیتے ہیں تاکہ یہ فرش ہوا کے زور سے اپنی جگہ سے نہ ہٹ سکے اسی طرح یہ افراد عقل و فراست سے قطعاً ماری ہیں اور وزیر کے مندر پر اجلاس کرتے وقت منہ کے دبر و اتنے ہیں اور یہ فرش طرح جام خانے کے اوپر بھیجے رہتے ہیں لیکن مملکت کے آئین و ضوابط سے قطعاً یہ بجز فساد و اذیت ہیں گویا کہ پتھر کے ٹکڑے ہیں جس میں قطعاً جان نہیں ہے۔

اس طرح شمس الدین ابور جانے بارہا حاشیہ نشینوں سے کہا کریں نے خانجہاں کو کہنوئیں گے کنارے پہنچا دیا ہے اور اب صرف ایک زینہ باقی رہ گیا ہے اور میں نے خانجہاں کی غفلت اور اُس کے سہو اور اُس کی خطاؤں سے فیروز شاہ کو اس قدر آگاہ کر دیا ہے کہ اب بادشاہ نے ارادہ کر لیا ہے کہ اُس کو وزارت سے معزول کر دے۔

جس روز کہ ملک شمس الدین ابور جا کو قید کر کے جلا وطن کیا گیا اُس روز ایک شخص اس کے پاس حاضر ہوا اور اُس سے کہا کہ تو اپنے کو عاقل و فاضل و کامل خیال کرتا ہے تیری عقل و فراست سے بعید ہے کہ تو نے اپنے کو اس معرض طاقت میں ٹالا ہے۔

ملک شمس الدین جواب دیا کہ کیا کروں مجھ کو کم یا یہ دستخط وزیرانہ نادان دستور سلطنت سے سابقہ پڑا جس نے ہمیشہ کم نہیں سے کام لیا چاہے ایک ذرا ایک شخص کا معاملہ وزیر کے دربار میں ہوا جس نے ایک معاملے میں خیانت کی تھی میں اُس شخص سے باز پرس کی اور اُس سے سختی کے ساتھ پیش آیا اس موقع پر خانجہاں نے یہ گفتگو شروع کی کہ اسے ضیاء الملک بندگان خدا پر زیادہ غصہ نہ کر تجھ کو یاد نہیں ہے کہ رسول خدا نے فرمایا ہے کہ احسان کی جزا احسان ہے۔

خانجہاں نے آیت قرآن کو حدیث رسول قرار دیا۔

میں نے اُس وقت کہا کہ خانجہاں یہ حدیث نہیں ہے آیت قرآن ہے جو خدا نے پاک لے قرآن میں نازل فرمائی ہے۔

خانجہاں نے جواب دیا کہ خواہ آیت قرآنی ہو یا حدیث رسول بہر حال احسان مذکور ہے۔

ظاہر ہے کہ جو وزیر حدیث و قرآن میں فرق نہ کر سکے وہ وزارت کے فرائض کیونکر انجام دے سکتا ہے

مختصر یہ کہ ملک شمس الدین ابود جانے دیوان وزارت کے ہر شخص کی عیب جوئی شروع کی اور ہمیشہ الفاظ تکبر و کلمات غرور زبان سے نکالے اور ہر شعبہ پر قبضہ کر لیا۔ اور اہل مقلع کے کاروبار کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ جب کوئی جاگیردار اپنے مقلع سے آتا تو اول ملک شمس الدین ابود جانے کے مکان پر آتا اور بیشتر اس کی خدمت میں حاضری دیکر فیروز شاہ کی قدسوس کرتا تھا اور غریب اہل علم ہر وقت اس کے قدموں کے نیچے پایاں ہوتے تھے۔

جاںجہاں بھی وہی احکام صادر کرتا تھا جو شمس الدین ابود جانے کی مرضی و خواہش ہوتی تھی۔ شمس الدین ابود جانے جب دیکھا کہ فیروز شاہ میرے دام میں گرفتار اور وزیر میری رائے کا بندہ اور تمام اعمال و اہل مقلع میرے مطیع و فرمان بردار ہو گئے ہیں تو اس کو اور زیادہ طمع و انگیز ہوئی اور اس لئے اس کام میں دل و جان سے سعی و کوشش شروع کی کہ اپنے اقتدار کو اور زیادہ بڑھا لے۔

شمس الدین ابود جانے رشوت ستانی کا بازار گرم کیا اور ایک طرف خلق پر سختی کرتا تھا اور دوسری طرف مخلوق سے رشوت لیتا تھا۔

بادشاہ کی نوازش کا یہ عالم تھا کہ ہر دوسرے اور تیسرے روز بارانی خاص باپنے جسم سے انار کر شمس الدین کو عطا کرتا تھا۔

جو شخص کہ بادشاہ کی خیر خواہی کرتا ہے وہ ان چار قسموں میں سے ایک طبقے میں داخل سمجھا جاتا ہے ایک گروہ اس سے بھی خواہی کرتا ہے تاکہ بادشاہ کا مخلص رہے اور ہر وقت کھجور کی کالیاں کر کے قیام مملکت اور نظام سلطنت کو بہترین طریقے پر چلانے کی کوشش کرتے ہیں اور ان کے قلوب طمع و خودداری کے جذبات سے عاری ہوتے ہیں۔

دوسرا گروہ کا صرف اپنی نام آبدی و شہرت و نیز اقتیازی تکبر کی وجہ سے بادشاہ کی بھی خواہی کا دم بھرتا ہے اور اپنی دنیاوی جاہ و منزلت میں اضافہ پیدا کرنے کے لئے بادشاہ کی محبت و خلوص کا دعویٰ کرتا ہے۔

جیسا کہ بے معنی بخت بادشاہ کو دکھا کر قوانین وضع کرتے اور خلعت خدا کو لاپاک کرتے ہیں جیسا کہ قاضی شرف الدین نے سلطان علاء الدین خلجی کے زمانے میں بے معنی و فضول بخت سے رعیت و مخلوق کو تباہ و برباد کیا جیسا کہ مورخ خلیف علاء الدین خلجی کے حالات

میں مفصل بیان کر چکا ہے۔

اگرچہ یہ گروہ ایک وجہ سے بادشاہ کا مخلص ہوتا ہے مگر حقیقت میں چچا تو غیر اس سے تمام ملک کو تباہ و ویران کرتا ہے۔

تیسرا گروہ دیا و ذفاق کا بندہ ہو کر بادشاہ کی سہی خواہی کا کلمہ پڑھتا ہے
عکمرانوں کا گروہ بھی عجیب نادار طبقہ ہے جس کے بابت کلیلہ و درمنہ نے ان کے بابت
غیب کہا ہے کہ فرقہ سلاطین جلال امر و شباب عورت کے مانند ہیں۔

گروہ چہارم اپنی طمع کی غرض سے بادشاہ کی سہی خواہی کرتا ہے جیسا کہ شمس الدین
الہور جالے کیا ہے اس سہی خواہی کی وجہ سے جس کا اصل سر شہر طمع زور سنا الہور جالے تمام ملک کو
تباہ و ویران کیا اور دست طمع دراز کر کے تمام جاگیر داروں اور مال پرگتات سے رشوت
حاصل کی۔

اس رشوت ستانی نے یہاں تک طول پکڑا کہ ملک شمس الدین عمال سے زیادہ
سختی سے پیش آنے لگا۔

چنانچہ یہ گروہ بچاواگی کی وجہ سے سخت پریشان اور عاجز ہو گیا اور حیرت میں مبتلا ہوا۔
الہور جالے غیر رشوت لئے ہوئے کسی فرد کو آزاد نہ کرتا تھا۔
ملک شمس الدین جب کسی شخص پر سختی و باز پرس کرنا چاہتا تو اس کو وزیر کے دربار
میں کرتا اور اس شخص سے رشوت دیکر وزیر سے اس طرح کی گفتگو کرتا کہ وہ مجرم رہا ہو جاتا۔
اگرچہ خانجہاں کو یقین تھا کہ الہور جالے رشوت حاصل کرنے کے لئے اس فرد پر
سختی کر رہا ہے لیکن مجبوراً اس کے قول کی تائید کرنا تھا اور الہور جالے بکار وزیر کی پرسش سے
محروم رہے اور بادشاہ کو معلوم ہو جائے کہ مخلص کون ہے اور منافق کون ہے۔

جو شخص کہ شمس الدین کو رشوت دیتا تھا وہ فوراً ذکر خانجہاں سے تمام واقفہ بیان
کر دیتا تھا کہ میں نے اس وقت الہور جالے کو اس قدر رقم رشوت میں دی ہے۔
خانجہاں اس شخص سے کہتا کہ اسے نادان الہور جالے کو کچھ طلب کرے وہ اس کے
حوالے کر اور دیکھ کہ خدا نے برتر کیا یا حکم ہے۔

ایک وقت ملک سید النجائب کا ایک کام شمس الدین سے متعلق ہوا اور اس زمانے
میں ملک سید النجائب سلطان فیروز شاہ کے ہمراہ تھا۔

سیدالحجاب کے ملازم روزانہ شمس الدین کے مکان پر آمد و شد رکھتے تھے اہل اپنے کام کی تکمیل کے بابت تقاضہ کرتے تھے۔

جب ملازمین کو معلوم ہوا کہ الہور جا غفلت سے کام لے رہا ہے تو انہوں نے سیدالحجاب کو ایک خط اس مضمون کا روانہ کیا کہ شمس الدین آپ کے معاملے میں غفلت و عدم توجہ کر رہا ہے اُس کو آپ ایک خط تاکید روانہ فرمائیں تاکہ معاملات جلد طے ہو جائیں۔ شمس الدین نے ایک خط محبت آمیز لکھے میں روانہ کیا۔

غرض کہ اس طریقہ پر تمام خاندان و ملوک فیروز شاہی الہور جا کے دشمن جانی بن گئے اور اُس کی تحریب کے در پے ہوئے۔

اس زمانے میں ملک زادہ فیروز پر ملک تاج الدین ترک جو سلطان قلعہ کے عہد میں ہندوستان وارد ہو کر خانجہاں کے خطاب سے سرفراز ہوا ہتھابر سر اقتدار تھا۔ ایک روز ملک زادہ مذکور اور ملک شمس الدین ایک جابجائی ہوئے تھے اور اس وقت ملک شمس الدین جاگیر کا محاسبہ کر رہا تھا اور ہر لفظ پر سخت کلامی کر رہا تھا چنانچہ اس کا لڑکھو اس سختی کی وجہ سے یارے دم زدن نہ تھا۔

ملک زادہ فیروز نے اُس موقعے نہایت عمدہ بات کہی کہ ملک ضیاء الملک نابھہ دراز و دست دراز دونوں جمع نہیں ہو سکتیں یا تو زبان کو دراز کرو اور یا ہاتھ کو۔

اگر زبان کو دراز کرتے ہو تو ہاتھ کو کوتاہ کرو ورنہ اس کے برعکس عمل کرو۔ اس موقع پر ملک زادے نے شمس الدین سے یہ بھی کہا کہ ملک ضیاء الملک میں نے سنا ہے کہ تم کو دیوان عرض میں بھی اقتدار حاصل ہو گیا ہے تاکہ احباب کو بھی اپنی حاجت براری کا موقع حاصل ہو۔

ملک شمس الدین نے جواب دیا کہ میں کیا کروں چند انفارار ازل جمع ہو گئے ہیں جو ابتری میں خاص ملکہ رکھتے ہیں اور اس طرح سرقہ دزدی کا بازار گرم ہے۔

ملک زادہ فیروز نے یہ سنا کہ ملک ضیاء الملک وہ وقت آگیا ہے کہ تمام اعیان و اہل دیکنہ جو کہ اس امر پر اتفاق کر لیں کہ تم کو جلد سے جلد حکومت و عہدہ سے معزول کرادیں فیروز شاہ کا شمس الدین کو نہایت ان میں جلا وطن کرنا خانجہاں کی اسے میں شمس الدین الہور جا کی ہم نہایت سخت تھی۔

ظاہر ہے کہ اب دیوان وزارت کے ارکان میں کوئی ایسا زندہ دہاتی نہ رہا تھا جو معاملات ملکی میں شمس الدین سے صاف و صیح گفتگو کر سکتا اس لئے کہ ہندو ملک الشرق و ملک نظام الدین نائب وزیر مالک و خواجہ حسام الدین منیدی و خواجہ شرف مالوہ وغیرہ و اکابر جو اس کے اہل تھے کہ شمس الدین سے کسی معاملے میں گفتگو کریں وفات پا چکے تھے۔

اگرچہ خواجہ رکن الدین پسر خواجہ منیدی و خواجہ عین الدین پسر خواجہ شرف مالوہ اپنے پدر ان مرحوم کے عہدوں پر مامور ہو چکے تھے لیکن یہ جدید ارکان وزارت کو شمس الدین کے مقابلے میں یارائے دم زد نہ تھا۔

خانجہاں نے امرا و اعیان مملکت میں خواجہ ظہیر الدین کو صالح و عاقل و دانا و ماہر امور ملکی و مالی خیال کر کے اس کو ہمراز بنایا اور اس امیر کو جو تقریر اور تحریریں خاص ملکہ رکعت تھا شمس الدین کے تمام حالات سے آگاہ کر کے اس سے خفیہ طور پر کہا کہ جس طرح ممکن ہو اس خار کوراہ سے ہٹا کر حکومت کا راستہ صاف کر دو اور اس شخص کا قدم در میان سے اٹھا کر ہم سب کو مطمئن بنا دو۔

خانجہاں کی یہ تقریر سنکر تمام اصحاب دیوان یکجا ہوئے اور ملک فضل اللہ بلخی جو نائب مستوفی تھا۔

مختصر یہ کہ تمام ملک نے ملک شمس الدین کے کارناموں کی تحقیق شروع کی اور بیشتر سامان و عجرات کے دفاتر پر نظر ڈال اور ہر شے کے معنی و خفیہ کی تحقیق کر کے ابورجا کی بے عنوانیاں لکھا کر کے خانجہاں کے ملا خط میں پیش کیں۔

چونکہ فرزند شاہ شمس الدین پر اس وقت تک سید مہربان تھا خانجہاں وقت اور موقع کا منتظر رہا۔

اس درمیان میں ملک عبداللہ کارکن کا ایک معاند شمس الدین کے رد و برو پیش ہوا۔

ملک عبداللہ سے ابورجا کی سخت گفتگو بادشاہ تک پہنچائی جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

روایت ہے کہ ملک عبداللہ کارکن شاہان خراسان کی اولاد سے تھا جو فرزند شاہ کے دربار میں ملازم تھا۔

ملک مذکور دو پرگنوں کا جاگیردار تھا اور ان دونوں پرگنوں میں محصل قانونی زیادہ وصول ہونے سے شمس الدین نے ان پرگنوں کی بھی جانچ و پڑتال شروع کی اور اُس کا کارکن علی کو آزار پہنچانا شروع کیا اور اُن سے سختی کے ساتھ حساب طلب کیا۔
خانجہاں نے بھی شمس الدین کی ہاں ہاں مٹائی اور ملک عبد اللہ نے شمس الدین کی بیعت منست و خوشاد کی لیکن شمس الدین راہ راست پر نہ آیا۔

اس واقعہ کے بعد ملک عبد اللہ نے خانجہاں کے حضور میں حاضر ہو کر اُس سے اسناد کا کی کہ شمس الدین کے بچہ ظلم سے اس کو نجات دلوائے۔

خانجہاں نے ملک عبد اللہ سے کہا کہ ابور جا کے عادات تجد قبیح ہیں وہ جب تک رشوت نہ لے لیا تمہارا دامن نہ چھوڑے گا۔

خانجہاں نے ملک عبد اللہ سے کہا کہ تم کسی طرح بادشاہ کو ان واقعات سے مطلع کرو اور اس طرح تمام عالم کو شمس الدین کے شر و فساد سے نجات دلواؤ۔

ایک روز بادشاہ نے محل بارہ میں دربار عام کیا اور ملک عبد اللہ نے تمام واقف فیروز شاہ سے بیان کیا اور عرض کیا کہ بادشاہ کے صدقے اور طفیل میں اس بندہ درگاہ کے قلعے میں دو پرگنوں میں اور ملک حیا الملک میرے ان پرگنوں میں بیعت تحقیق کر رہا ہے تاکہ اس سختی کی وجہ سے مجھ سے رشوت حاصل کرے فیروز شاہ نے شمس الدین ابور جا کو طلب کیا اور فرمایا کہ سنو ملک عبد اللہ کیا کہتا ہے۔

شمس الدین ابور جا نے کہا کہ ملک عبد اللہ کے پرگنات کا محصول اکم ہے اور اس کی آمدنی زیادہ ہے۔

ملک عبد اللہ نے عرض کیا کہ بادشاہ کے صدقے و طفیل میں ملک دہلی کا محصول تقریباً دس گنا ہو گیا ہے لہذا جس شخص سے رشوت لیتا ہے اُس سے درگزر کرتا ہے اور جو شخص مجھ کو رشوت نہیں دیتا تو اُس کو پریشان و تنگ کرتا ہے۔

مجھ کو رشوت دینے کی قدرت نہیں ہے میں تجھ سے کس طرح بھیجا چھڑاؤں۔
چونکہ میں تجھ کو رشوت نہیں دے سکا اس لئے تو میرے معاملات میں اس قدر سختی سے باز پرس کر رہا ہے اور مجھ کو کھلیں درج پریشان کر رکھا ہے۔

اس موقع پر جس قداروان و انصار سلطنت حاضر تھے انہوں نے بالاتفاق کہا کہ ملک عبد اللہ

کیا بیان صحیح ہے اور کچھ یہ عرض کرتا ہے قطعاً درست و صحیح ہے۔
فیروز شاہ صاحب ہم و فرات فرماؤ استخائے فرماؤ اور یافت کر لیا کہ شمس الدین
نے اپنی فتنہ انگیزی سے تمام سلطنت میں مخالفت اور دشمنی کی تھم پڑی کی ہے۔
بادشاہ اس وقت توجہ غور و فکر کرنے کے بعد محل بارہ سے اٹھ گیا اور خانجہاں بھی
واپس آیا

خانجہاں دیوان وزارت میں تھا اور کارکنان محل نے شمس الدین کی خیانت آہستہ
کار روٹیوں کو جو انھوں نے جمع کی تھیں خانجہاں کے ملاحظے میں پیش کیں۔
ایک خیانت آمیز کارروائی یہ تھی کہ جس زمانے میں شمس الدین نائب مقلعہ گجرات
تھا اس نے مبلغ نو ہزار تنگ اپنے ضروریات کے لئے خزانہ سرکار سے قرض لیا تھا اور
تاحال وہ رقم ادا نہ کی تھی اور باوجود ستونی مالک ہو جانے کے یہ قرض اس پر باقی تھا۔
خانجہاں نے صاحب خزانہ کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ میری عدم موجودگی میں
اس رقم کو بادشاہ کے حضور میں پیش کریں۔
صاحب خزانہ نے خانجہاں کے حکم کی تعمیل کی اور بادشاہ کو حقیقت حال سے
آگاہ کیا۔

فیروز شاہ نے فرمایا کہ کیا وجہ ہے کہ یہ قسم اب تک خزانے میں داخل نہیں ہوئی۔
بادشاہ نے محال خزانہ پر عتاب کیا اور تمام کارکنان خاموش رہے اور کوئی جواب
نہ دے سکے۔

فیروز شاہ کو یقین ہو گیا کہ شمس الدین نے مملکت و سلطنت پر قابض ہو کر اپنے کو
مسلطین اور باز پرس سے بری خیال کیا ہے اور اس غفلت کے عالم میں مغرور رہا اور کوئی
فرد اس کے خوف کی وجہ سے ابورج سے رقم طلب نہ کر سکا۔

اس موقع پر فیروز شاہ نے حکم دیا کہ خانجہاں ہر ممکن طریقے سے یہ رقم خواہ شمس الدین
سے وصول کرے مختصر یہ کہ خانجہاں نے یہ معلوم کر کے کہ بادشاہ کا مزاج سخت ہو گیا ہے
اپنے ہم راہ افراد کو طلب کیا اور ان سے خفیہ طور پر کہا کہ جس زمانے میں ملک شمس الدین
گجرات میں مقیم تھا تو بادشاہ نے یہ حکم نافذ کیا تھا کہ سوداگر جو اس سے ہاتھی ہمارے واسطے
لیکھ دہلی آئیں اگر کوئی جانور راہ میں تلف ہو جائے تو اس شخص کی قیمت خزانہ شاہی سے

ادا کی جائے۔

اس فرمان کے بموجب شمس الدین فتنہ انگیز نے غلط بیانی کی اور چند ہتھیاروں کی قیمت غلط ظاہر کر کے اس کی رقم خزانے سے وصول کر کے اپنے ذاتی مال میں داخل کر لی۔ خانجہاں نے یہ خیانت بھی معلوم کی اور اپنے ہم راز افراد سے کہا کہ اُن سوداگروں کو حاضر کرو خانجہاں نے سوداگروں سے تحقیق کر کے اپنے اصحاب سے کہا کہ اس واقعے کو بھی بادشاہ کے حضور میں بیان کر دیں دیوان وزارت کے علم پر یہ قصہ بھی فیروز شاہ سے بیان کیا اور اس واقعے کو سن کر بادشاہ شمس الدین سے قطعاً برگشتہ ہو گیا۔

مختصر یہ کہ دوسرے روز خانجہاں لوگ خانہ میں اجلاس کر رہے تھے شمس الدین اُس کے روبرو شوخیاں کر رہا تھا فیروز شاہ نے عبداللہ کارکن سے دریافت کیا کہ اس وقت لوگ خانہ میں کون کون افراد موجود ہیں ملک عبداللہ نے عرض کیا کہ خانجہاں اور ملک ضیاء الملک لوگ خانہ میں بیٹھے ہیں بادشاہ نے فرمایا کہ شمس الدین میں یہ قابلیت کہاں ہے کہ وہ خانجہاں کے روبرو بیٹھے۔

بادشاہ نے یہ کہا اور عبداللہ کو حکم دیا کہ ابورجا کو پکڑ کر استادہ کر دے۔ ملک عبداللہ اُس وقت بادشاہ کے پاس سے لوگ خانے میں آیا اور ابورجا کی کمر کمر کر کہا کہ بادشاہ فرماتا ہے کہ تجھ کو خانجہاں کے روبرو بیٹھنے کی مجال نہیں ہے۔

اس موقع پر مورخ عقیف بھی دیوان وزارت میں حاضر تھا اور یہ تماشا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا مورخ عقیف اس زمانے میں دیوان عالی کے بار دہندگاہ کے گروہ میں شاہی ملازم تھا جس وقت ملک عبداللہ نے ابورجا کی کمر کمر کر کھڑا کرنا چاہا ابورجا فوراً استادہ ہو گیا اور ملک عبداللہ نے شلہ علم و کلاہ دولت اُس کے جسم دوسرے اتار لی اور ابورجانے خانجہاں کے روبرو استادہ ہو کر تمام واقعہ بیان کیا۔

سبحان اللہ دنیا کی بے ثباتی کا ذکر جس کو کسی قسم کی پائیداری حاصل نہیں ہے اور افسوس ہے اُن افراد کے حالات پر جو اس پر شیفہ ہو کر آخرت کی نعمت کو فراموش کرتے ہیں۔ دوسرے روز بادشاہ نے فرمان صادر فرمایا کہ ابورجا کو تخت شاہی کے روبرو لائیں اور اُس کے دونوں ہاتھ پیٹھ پر باندھیں اور باز پرس و حساب کے لئے اُس کو خانجہاں کے سپرد کر دیں۔

ابور جا کا تمام مال و اسباب ضبط کر کے سرانے شاہی میں لایا گیا اور انبار کر دیا گیا۔
اُس روز ہر چار شہر کے باشندے اسباب کے ملاحظہ کے لئے آئے اور سر میں بہت
بڑا مجمع ہو گیا۔

اس هجوم کی وجہ سے شور و غل مہذبہ اور بادشاہ نے دریافت کیا کہ اس شور کا
سبب کیا ہے حاضرین بارگاہ نے عرض کیا کہ ہر چار شہر کے باشندے ابور جا کا اسباب
وال دیکھنے آئے ہیں۔

فیروز شاہ نے فرمایا کہ ابور جانے اگر قصور کیا ہے تو میری ملکیت کا ان بازار یوں سے
اس کو کیا نقصان پہنچا ہے جو اُس کا مال و اسباب دیکھنے جمع ہوئے ہیں۔

مغرب اہل دربار نے عرض کیا کہ ابور جا تمام ملک پر حاوی ہو گیا تھا اور اپنے زمانہ اقتدار
میں اُس کا یہ معمول تھا کہ جس شخص کا اسباب خرید کر تا اُس سبزی کر کے اصل قیمت سے
اس کو کم ادا کرتا تھا اور اس کے رعب داب سے کسی شخص کو یا رائے دم وزن نہ تھا۔
اہل بازار کو یہ معلوم ہو گیا کہ اُس کا اسباب ضبط کر لیا گیا ہے ابھی اس کو اور
اس کے اسباب کو دیکھنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔

اس موقع پر فیروز شاہ نے فرمایا کہ زہے حیات بد جو بدنامی سے بسر ہو۔
بادشاہ نے حکم دیا کہ دربانوں کو حکم دو کہ اہل بازار کو اندر آئے دیں تاکہ وہ اگر عبرت
کا نشانہ دیکھیں مختصر یہ کہ ابور جا کے مال و اسباب کی قیمت کا اندازہ کیا گیا اور معلوم ہوا کہ
کل اسی ہزار تنگے کی مالیت ہے۔

ابور جا کے ایک دشمن نے بادشاہ سے کہا کہ ابور جانے شاہی حصار کے اندر بھی
ایک مکان تعمیر کرایا تھا اور اُس گھر میں آستانہ کے درمیان اشرفیاں خدیہ طور پر رکھی ہیں۔
شاہی حکم کے مطابق اُس گھر کی تلاشی لی گئی اور تین ہزار اشرفیاں برآمد ہوئیں
اس واقعے کے بعد خانجہاں نے کہا کہ اے مکار شمس الدین اور لقیہ مال بتا اور
ابور جا نہ ہنچا نے جواب دیا کہ اور زیادہ مال میرے پاس نہیں ہے۔

بادشاہ کو حقیقت حال سے اطلاع دی گئی اور اس نے بطور مزاح خانجہاں سے
کہا کہ تم ہمیشہ تن آسانی میں زندگی بسر کرتے ہو اور اتنا مال بھی دشمن سے نہیں وصول کر سکتے
خانجہاں نے جو ابور جا کا دشمن جانی تھا اس کو باندھ کر اور زیادہ سختی شروع کی۔

اس کے علاوہ خدا کی مشیت و قدرت سے فائز ہونے کے اسباب میں جو سرائے شاہی میں انبار کیا گیا تھا ایک صندوق میں تین تھیلیاں زہر ہلاہل کی مع چند زریں تبرکے برآمد ہوئیں۔

یہ ایشیائی بادشاہ کے حضور میں پیش ہوئیں اور اُس نے حکم دیا کہ ابورجاسے دریافت کریں کہ اُس نے یہ زہر ہلاہل کس کے لئے جمع کیا ہے۔

ابورجاس نے جواب دیا کہ میں نے یہ زہر ہلاہل اپنے عیال و اہل خانہ کے لئے جمع کیا تھا۔ بادشاہ نے یہ سن کر فرمایا کہ ابورجاس کیا وہ مسکارت شخص ہے اس نے خدا معلوم کتنے مسلمانوں کو ہلاک کرنے کے لئے یہ زہر جمع کیا تھا خداوند کریم نے اپنے فضل و رحم سے ان غریبوں کو اُس کے شر سے محفوظ رکھا۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ زہر کے تیغوں بدرے کو شک فیروز آباد کے پاس دریا ئے جمنہ میں غرق کر دئے جائیں۔

چند روز کے بعد بادشاہ نے شکار کے لئے بداولیٰ کا سفر کیا اور ابورجاس کو اہل طلب کرنے کے لئے فائز ہونے کے لئے سپرد کر دیا۔

وزیر ہوا خواہ نے چھ ماہ کا دل دیوان وزارت میں اجلاس کیا اور شمس الدین پر اس قدر زور و کوب ہوئی کہ کمر لسی ٹوٹ جاتی اور ذرہ ذرہ ہو جاتی تھی لیکن ابورجاس کی دلیری و بہت کی تعریف کرنی چاہیے کہ اس نے روزانہ اس قدر ضرب شدید برداشت کی لیکن زبان سے لفظ توبہ نہ نکالا۔

ہر روز ایک دولت کھاتا تھا اور اس قدر مارا جاتا تھا کہ بے طاقت ہو جاتا تھا اور اس کے بعد اُس کا پاؤں یکوہ کرکشاں کشاں دیوان سے باہر لاتے تھے اور دوسرے روز چند نفٹ کھاتا تھا غرض کہ فائز ہونے کے بعد چھ ماہ کا دل اس طرح ابورجاس کو زور و کوب کی اور اُس پر بے انتہا شدتیں کیں اور اس کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ شمس الدین کو تباہستان و بیابان کے غریبی سمت میں جوئے آب خطہ ہے ملا وطن کر دیا جائے۔

مختصر یہ کہ بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی گئی اور جب تک فیروز شاہ زندہ رہا ابورجاس اس مقام پر ملا وطن رہا محمد شاہ بن فیروز شاہ نے اپنے دور حکومت میں ابورجاس کو بچہ تعلیم و اہتمام کے ساتھ اس مقام سے واپس بلایا لیکن ابورجاس ان نعمتوں کی وجہ سے جو اس کو

غاجنہاں کے ہاتھوں سے پہنچے تھے گھوڑے پر سوار نہ ہو سکتا اور پاکی میں بیٹھ کر چلتا تھا چنانچہ چند روز کے بعد اُس نے وفات پائی۔

ابور جانے تین سال دیوان وزارت میں کام کیا اور اس زمانے تمام مسائل دیوان کو پریشان کر کے ملک کو درہم درہم کر دیا اور آخر کار سٹشہ ہجری میں اس جہاں سے رخصت ہوا۔

اب مورخ چند مقدمات فیروز شاہی عہد کے معرض بیان میں لاکر فیروز شاہ کے منتقب کے ذکر پر کتاب کو تمام کرتا ہے۔

بارہواں مقدمہ

ملک شمس الدین دامغانی کے خطا کا بیان اور بادشاہ کی کرامت

نقل ہے کہ سلطان محمد بن سلطان تغلق کے عہد حکومت میں اٹھارہ واقعات مخالفت کے پیش تاج میں سلطان محمد نے خون جگر پایا لیکن فیروز شاہ کے چل سال دور حکومت میں ایک فرد نے بھی سر نہ اٹھایا صرف ملک شمس الدین دامغانی نے مخالفت کا علم بند کیا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

واضح ہو کہ فیروز شاہ کے ابتدائے جلوس سے ستر تک بادشاہ کی ملک رانی و حکومت اُس کے جاہ و شہم و نیز اُس کی دولت و ثروت نے روز افزوں ترقی کی اور اس زمانے میں تمام رعایا خوش و آبا و ہوی۔

غرض کہ بادشاہ نے پچیس سال کامل نہایت اطمینان و مسرت میں بسر کئے اور اُس کی جاہ و شہمت برابر ترقی کرتی رہے۔

فیروز شاہ نے سٹشہ ہجری میں شکار کے لئے کثیر کا سفر کیا اور شکار کھیلنے اور سیر و تفریح میں مشغول ہوا۔

تقدیر الہی نے سال مذکور کے ابتدائی زمانے میں رنگ بدلا اور بادشاہ کے تخت جگر شاہزادہ فتح خاں نے وفات پائی۔

اس زمانے میں بادشاہ سفر سے واپس آچکا تھا اور چونکہ موسم برسات آچکا تھا
فیروز شاہ دریائے گنگ کو عبور کر چکا تھا کہ شہزادہ فتح خاں نے وفات پائی
اس سفر میں مورخ عقیف بھی بادشاہ کے ہمراہ تھا۔
مختصر یہ کہ شاہزادہ فتح خاں کے وفات کی وجہ سے بادشاہ کو حیدر نگر ہوا اور
اُس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔

اس سال بادشاہ جب شہر میں داخل ہوا تو اُس نے اپنی آئینہ و رسوم گزشتہ کو یک لخت
منع کر دیا۔

اس واقعے کے بعد شہر ہجری میں بادشاہ شہر میں مقیم تھا کہ ایک خراسانی شخص
نے محل پاشیب کے اندر کو قوال پر تلوار چلائی یہ پہلی تلوار تھی جو فیروز شاہی عہد میں نیام سے
باہر آئی۔

ستبر رواۃ نے مورخ عقیف سے بیان کیا ہے کہ تجار خراسان میں ایک شخص
کسی جرم کی بنا پر کو قوال کی حراست میں تھا اور اس قید میں بیداشت و شفقت برداشت
کراتا تھا۔

فیروز شاہ نے حکم دیا کہ بندی خطنے کے قیدیوں کا حال اور اُن کی مفصل کیفیت
میرے حضور میں پیش ہو۔

اس حکم کی بنا پر ملک نیک احدى اس خراسانی کھال بادشاہ کے حضور میں لے گیا۔
فیروز شاہ نے فرمایا کہ یہ شخص سا فر ہے اس کو میرے حضور میں حاضر کرو۔
ملک نیک احدى نے آخر وقت اس مجرم کے بند بندہ اکٹھے اور اپنے ہمراہ بادشاہ
کے حضور میں لے گیا کو قوال و مجرم ہر دو اشخاص پاشیب کے رو برو صحن میں پہنچے اور
ملک نیک احدى آگے آگے تھا اور خراسانی اس کے عقب میں۔

اس مقام پر تیغداروں کا ایک گروہ موجود تھا اور خراسانی نے زہنی طاقت کے
غور میں دست درازمی کی اور ایک تیغدار کی تلوار اس کے ہاتھ سے چھین کر اس کو
نیام سے لٹکا لیا اور کو قوال پر وار کیا۔

کو قوال خراسانی کی بغل کے اندر آگیا اور اس پر ضرب کاری نہ لگی اور وہ سلامت
رہا صرف سر پر ایک اوجھا سا جھم آگیا اور پاشیب میں شور مچا ہوا۔

یہ خراسانی اپنے گروہ میں خواجہ کے لقب سے مشہور اور بید صاحب عزت و
دقت تھا جو محض ایک جرم کی بنا پر ملک نیک احمدی کی قید میں گرفتار اور زندان میں بید
سختی و معصیت کا شکار ہو رہا تھا اس شخص کا مقدمہ بارہا خانبجائوں کے حضور میں پیش ہو چکا
تھا اور روزانہ اجلاس کے وقت یہ شخص وزیر کے حضور میں حاضر کیا جاتا تھا اور خانبجائوں اس
شخص کے بابت تمام اصحاب وزارت سے مشورہ کرتا تھا لیکن اس کی سمجھ میں نہ آتا کہ
کیا فیصلہ کرے۔

چونکہ فیروز شاہ شکار کو گیا ہوا تھا خانبجائوں نے اس کا مقدمہ منوی رکھا تا کہ بادشاہ
کی مراجعت پر مجرم کو فیروز شاہ کے حضور میں پیش کرے۔

اس زمانے میں بادشاہ سفر سے واپس آیا اور اس نے تمام اہل زندان کا حال
دریافت کیا اور مجرم کے کوٹوال پر تلوار کا وار کیا جو بید شور وغل بلند ہوا اور آواز بادشاہ کے
کانوں تک پہنچی۔

اس وقت فیروز شاہ محل چھڑوئیں میں مقیم تھا لیکن بے انتہا دہشت و خوف کی وجہ
سے بام کو شک پر نمودار ہوا اس درمیان میں خراسانی نے کوٹوال پر تلوار چلائی جو کوٹوال پر
کاری نہ لگی۔

مجرم بخانی کے بعد درپائیش کی طرف فراری ہوا اور ارادہ کیا کہ باہر نکل جائے۔
چونکہ اس کے ہاتھ میں برہنہ تلوار تھی کسی تیغ دار و سپہ دار کو یہ ہمت نہ ہوئی کہ خراسانی
کے قریب آکر اس کو روکے خراسانی نے ارادہ کیا پائیش کے اوپر سے نیچے آئے لیکن دوڑنے
اور چلنے کے درمیان اس کا پاؤں لڑکھڑایا اور وہ زمین پر گرنا۔

بعض تیغ دار جو پائیش میں فوجی تھے اس کے عقب میں دوڑے اور اپنی پیریں
خراسانی پر ڈال کر اس کو گرفتار کر لیا اور حراست میں لے لیا۔

بادشاہ کو تمام حقیقت حال سے اطلاع ہوئی اور اس نے مجرم سے کہا کہ اے شخص تو
خراسان کا باشندہ ہے تو نے ہمارے کوٹوال پر کیوں ایسی ضرب لگائی تھی کہ اگر کاری پڑتی
تو اس کی جان سلامت نہ رہتی۔

فیروز شاہ نے حکم دیا کہ چونکہ یہ مسافر ہے اس کے لئے یہی حکم کافی ہے کہ مجرم کو دہار
کے سامنے حاضر کرو اور تمام اہل خراسان سے جو اس کے ہم وطن ہیں یہ کہو کہ اس کے

منیں تو کیس اس کے بعد مجرم کو سبکوں کے حوالے کریں تاکہ اس کو ہمارے ملک سے خارج کریں۔
اہل خراسان نے بادشاہی حکم کی تعمیل کی اور مجرم نے اپنے پیٹ میں چاقو بھونک کر
اپنے کو ہلاک کیا اس حال سے بادشاہ کو آگاہ کیا گیا اور فیروز شاہ نے فرمایا کہ بکری اپنے پاؤں
کے بل خود لٹکانی لگئی۔

اس واقعہ و کتاب سے مقصود یہ ہے کہ پہلی تلوار جو عہد فیروز شاہی میں نیام سے نکلے وہ
اس خراسانی کی تیغ تھی جو اس نے سب سے بڑی میں کو قوال پر چلائی افسہ ہی جاتا ہے کہ یہ دقت
کیسا منحوس تھا۔

اس واقعے کے بعد سب سے بڑی میں بادشاہ نے شکار کے لئے اٹا دیا اور تیلے کا سفر
کیا اور برسات کے اختتام تک اسی سمت قیام پذیر رہا۔
خدا کی قضاء قدر سے اس سال اکثر فیروز شاہی امرائے جو اس کے ہم عمر و ہم عہد تھے
وفات پائی اور ان کے تابوت شہر میں لائے گئے۔

ان امرائے سے ہر شخص کی موت پر بادشاہ نے اظہار افسوس کیا اور سید و بنجید ہوا۔
۸۸۶ء اس کے بعد سب سے بڑی میں شمس الدین دامغانی نے گجرات میں علم بغاوت بلند
کیا اور سب سے بڑی میں ابوجا کو مستوفی ممالک کا عہدہ عطا ہوا اور یہ شخص ۸۸۵ء تک برسر اقتدار رہا۔
اس کے بعد سب سے بڑی میں خود فیروز شاہ کو سخت تکلیف دہ واقعہ پیش آیا۔ اور
۸۸۹ء سب سے بڑی میں دہلی میں فساد و فتنہ برپا ہوا اور شاہزادہ محمد خاں دامغانی میں
مسکراتی ہوئی جس کے بعد سب سے بڑی میں خود فیروز شاہ نے وفات پائی۔

شمس الدین دامغانی کی فطرت کا ذکر

شمس الدین دامغانی ایک شخص تھا جس کو ظفر خاں گجراتی سے قربت حاصل
تھی ظفر خاں کو بادشاہ کے دربار و نیز گردہ امرائے ایک خاص انیاز حاصل تھا اور اپنے
ہم عصر اعیان ملک کے ساتھ عمدہ سلوک و تواضع سے پیش آتا تھا۔
فیروز شاہی امرائے ارادہ کیا کہ نیابت گجرات کسی متبر شخص کے حوالے کی جائے
اور ظفر خاں بن ظفر خاں کو دربار میں رکھا جائے۔

اس امر کی تفصیل یہ ہے کہ خضر خاں بزرگ نے قضاے الہی سے وفات پائی
فرزند دریا خاں خضر خاں کے خطاب اور گجرات کی حکومت سے سرفراز
فرمایا گیا۔

خضر خاں دوم نے چند روز گجرات کا انتظام اس بہترین طریقہ پر کیا کہ دولت آباد
میں تمام اشخاص اس کے نام سے کانٹے اٹھے۔
فیروز شاہ خود چند ماہ سے گجرات کے انتظام کے خیال میں تھا اور ہر شخص کے
متعلق غور کر رہا تھا و اسمانی نے بھی اس خدمت کو حاصل کرنے کی بجد کوشش کی اور عادی الملک
کو واسطہ بنایا۔

عماد الملک نے بارہا بادشاہ کے حضور میں واسطی کی سفارش کی اور فیروز شاہ
نے ہر بار یہی فرمایا کہ اس میں شبہ نہیں کہ واسطی بجد کار گزار ہے لیکن اس کے ساتھ جھگڑا
وقفہ انگیز ہے اور یہ بہت ممکن ہے کہ اس کے تقرر سے اہل عالم کو رنج و ملال پہنچے۔
اس وقت سے نے یہاں تک طول پکڑا کہ عماد الملک نے اس امر میں دل و جان
سے کوشش شروع کی۔

چونکہ خدا کی مشیت سچی تھی کہ واسطی چند روز حکمرانی کا ذکر بجائے فیروز شاہ نے
عماد الملک کا معروضہ قبول کیا اور اس کو اپنے حضور میں حاضر کرنے کا حکم صادر فرمایا۔
واسطی حصول مراتب کے لئے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور چند روز کے
بعد یہ شخص حاضر ہو کر بادشاہ کے قدموں پر گر پڑا۔

فیروز شاہ نے واسطی سے فرمایا کہ تو مجھ کو اپنی ضمانت دے۔
واسطی نے عرض کیا کہ جس شخص کو بادشاہ ارشاد فرمائیں بندہ درگاہ اس کے
اپنا خاص بنائے۔

فیروز شاہ نے فرمایا بہتر ہے تو حضرت محبوب الہی نظام الدین اولیا کی ضمانت دے۔
واسطی نے اس کو قبول کیا اور بادشاہ دوسرے روز واسطی کو ہمراہ لے کر حضرت
محبوب الہی کے آستانہ پر حاضر ہوا۔
واسطی نے محبوب الہی کی قبر مبارک کا خلاف پکڑا اور قبلہ رو ہو کر حضرت نظام الدین
اولیا کو اپنا خاص بنایا۔

فیروز شاہ حضرت شیخ کے آستانہ سے واپس ہوا اور اس نے دامنہانی کو حکومت عطا فرما کر گجرات روانہ ہونے کا حکم دیا۔

مختصر یہ کہ دامنہانی دہلی سے روانہ ہو کر چند روز میں گجرات پہنچا اور وہاں کے قریات و پرگنات کے محاصل سے بے شمار رقم جمع کی۔

دامنہانی کے پاس وافر روپیہ جمع ہو گیا اور اس نے غداری کا خیال دل میں بکایا۔ اس شخص نے اس رقم سے آلات حرب و سامان جنگ خریدے اور گجرات کے محاصل میں سے ایک دانگ بھی فیروز شاہ کے حضور میں نہ روانہ کیا اور اپنے ہم نشین افراد میں کسی شخص کو اس مال سے آگاہ نہ کیا۔

چند روز کے بعد دامنہانی نے اپنے امراء سے اہل گجرات کو آگاہ کیا اور ہر فرد کو شیریں کلامی و نیر و مدہاسے بزرگ سے خوش و قوی بنایا۔

دامنہانی کے خیالات سے واقف ہو کر امیر ان صنگان ایک مقام پر جمع ہوئے اور انھوں نے دامنہانی کو قتل کیا اور تمام عرائض بادشاہ کے حضور میں روانہ کئے۔

امرا کے عرائض جو دامنہانی کی غداری کے متعلق تھے مہنوز دربار میں پڑھے جاتے تھے کہ اس کا سر بھی بادشاہ کے حضور میں پہنچا۔

مجرم کے سر کے ساتھ امرا کے عرائض باروگر پہنچے جس میں مرقوم تھا کہ دامنہانی حرام خوار کا سر حضور میں روانہ کیا جاتا ہے۔

فیروز شاہ نے حکم دیا کہ دامنہانی کا سر دربار کے روبر و آویزاں کیا جائے تاکہ اہل عالم کو عبرت حاصل ہو۔

سیح ہے کہ یہ تمام واقعات حشمت و جلال خود فیروز شاہ کے حسن عقیدت کے برکات ہیں کہ دامنہانی مجرم بلا کسی معرکہ آرائی کے قتل ہوا اور اس کا سر بادشاہ کے حضور میں پیش ہوا۔

بزرگوں کا قول ہے بلکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو شخص خدا کا ہو جائے گا اللہ کا کرم ہر وقت اس کے ساتھ رہے گا۔

دامنہانی کے قتل کا تفصیلی بیان

مقبہر اشخاص نے موصوف عقیف سے بیان کیا کہ شمس الدین دامنہانی نے مخالف اختیار

کیا اور بادشاہ سے مخالفت کر کے اس کی اطاعت و فرمانبرداری سے انکار کیا۔
تمام خلقت ہجرات اس کے خیال خام پر چند روزی کرتی اور ہر شخص اس کی
مخالفت پر آمادہ ہوا۔

تمام خان و ملوک و امراء صدگان اور نرگش دار یکدل ہو کر ایک مقام پر جمع
ہوئے اور ان تمام اعیان شہر خصوصاً ملک شیخ فخر خاں وغیرہ امراء بزرگ دامنہ کی
شدید ترین دشمن بن گئے۔

صبح صادق کے وقت دامنہ کی کچھ رواد ہو گئے اور اس کا مکان خالی ہو گیا۔
اس حالت میں یہ تمام پہلوان اپنے نیزے اور تیغ ہمراہ لئے ہوئے دامنہ کی
گھریں گس گئے اور اس کو قتل کر ڈالا۔

یہ بھی ان اشخاص نے بیان کیا ہے کہ جس زمانے سے کہ شمس الدین دامنہ نے
بادشاہ کی مخالفت کا خیال کیا اور اس سے منحرف ہوا اس وقت سے تمام مخلوق خاص
عام و جوان و پیر نے جو ہجرات میں مقیم تھے دامنہ کی کوفتائے طاقت بنایا۔
ظاہر ہے کہ یہ تمام واقعات خدا کے بزرگ کی عنایت اور اس کے کرم کے آثار و
برکات تھے جو رد نہا ہوئے۔

فیروز شاہ کا مجسموں کے ایک گروہ کو قتل کرنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ فونی مجسموں کی ہرگز رعایت نہ کرتا اور فرمائے سے نقصان
لیتا تھا۔

بادشاہ کے ابتدائی عہد میں یوسف بقر کے فرزند نے باہم بگڑائی کی جن کی تفصیل
حسب ذیل ہے۔

واضح ہو کہ یوسف بقر سلطان محمد تغلق کے عہد میں صاحب باہ و مراتب و کلاہ تھا
اور امراء محمد شہی میں عہد ممتاز و سر فراز رہتا تھا۔
یوسف بقر کے دو فرزند تھے جن کی پرورش و پرداخت میں یوسف عید کو شش
کرتا تھا اور یہ دونوں فرزند طلحہ و طحہ ماہوں سے تھے۔

فیروز شاہ کے ہمیں یوسف کے ہر روز زند قصبہ یوسف پور کو جو یوسف بقرا کی قدیم جاگیر تھی روانہ ہو گئے۔
برادر بزرگ نے ارادہ کیا کہ برادر نو رو کو قتل کر کے اُس کو دفن کرے لیکن اُس کو
موتح نہ ملتا تھا۔

یہ ہر دو برادر یوسف پور گئے اور چند روز کے قیام کے بعد برادر بزرگ نے چھوٹے
سجائی کو قتل کیا۔

مقتول کی والدہ نے بارگاہ شاہی میں فریاد کی اور فیروز شاہ اس واقعے کو سنکر
بہت حیران ہوا اس لئے کہ برادر بزرگ پر بادشاہ بچہ مہربان تھا اور وہ دربار شاہی کے
مقرب افراد میں شمار ہوتا تھا فیروز شاہ نے بچہ غور و فکر کے بعد حکم دیا کہ دربار کے رو برو مجرم
قتل کیا جائے۔

باوجودیکہ بادشاہ یوسف بقرا کے فرزند کلاں پر بچہ مہربان تھا بریں ہم اُس سے
قصاص لیا اور معاف نہ فرمایا۔

اس طرح ایک واقعہ یہ ہے کہ فیروز شاہ کے آخر عہد میں خزانے میں ایک شخص نوہند سے
کی خدمت پر مامور تھا اور اس کے نام خواجہ احمد تھا۔

ایک طالب علم اس کے مکان پر خواجہ احمد کے خرد سال بچوں کو تعلیم دیتا تھا۔
طالب علم شہر دہلی میں اور خواجہ احمد فیروز آباد میں مقیم تھے اور خواجہ احمد اور اس
طالب علم میں بچہ محبت تھی اتفاق سے خواجہ احمد اس طالب العلم سے بدگمان ہوا
اور اس کو خائن خیال کیا۔

یہ طالب علم ایک عورت پر عاشق تھا اس کا قاعدہ تھا کہ شنبے کے روز دہلی سے
فیروز آباد آتا اور پانچ روز خواجہ احمد کے اطفال کو تعلیم دیکر بچہ شنبے کو دہلی واپس جاتا تھا۔
ایک شب خواجہ احمد مکار نے اپنے دو غلام زادوں کو اپنا ہم خیال بنایا اور فیروز آباد
میں اس طالب العلم کے ہمراہ بادہ نوشی میں مشغول ہوا۔

شراب خواری کے عالم میں دماغ نشہ غرور سے سرشار ہوا اور خواجہ احمد اور اس
کے دونوں غلاموں نے طالب العلم کو قتل کر دیا اور نصف شب کے وقت اُس کی لاش اپنے
مکان سے باہر لا کر پل ملک کے اوپر باہر پھینک دی اور اپنے خون آلود کپڑے و جوبی کو دھلنے
کے لئے دے دئے۔

صبح کے وقت آفتاب نمودار ہوا اور بادشاہ سیر کرتا ہوا اُس سبیل پہنچا اور اس مقتول کو دیکھ کر اس مقام پر ٹھہر گیا۔

اس زمانے میں ملک نیک امدی کو قوال دفات پانچا تھا اور اُس کا سپر ملک سالم الدین ستونی پدرا کا جانشین تھا فیروز شاہ نے اُس مقام پر کو قوال کو طلب کیا اور یہ فرمایا کہ اگر اس مقتول کے قاتل کا نشان نہ ملے گا تو میں تجھ کو بجائے مجرم کے قتل کر دوں گا۔

ملک حسام الدین بادشاہ کے اس حکم سے بید حیران ہوا اور اس فکر میں گرفتار ہوا کہ کس شخص کو گرفتار کر کے خون کا گناہ کا رقرار دے۔

غرض کہ مقتول کا سر اور اس کا منہ دھویا گیا اور سر کو خوب صاف کر کے جسم سے جوڑا اور اُس کے جسم کو سیرکاری جوکی میں رکھا کہ ممکن ہے کہ کوئی شخص مقتول کے مکان و تہیلے سے آگاہ کر سکے اور بتا سکے کہ اس کا وطن کہاں ہے۔

اس مقام پر فلیقت خدا جمع ہوئی اور ناسائیوں کا بید ہجوم ہوا ایک شخص نے مقتول کی شناخت کی اور کہا کہ یہ شخص حصار سیری میں فلاں اور فلاں محل کا باشندہ ہے۔ بید تلاش و جستجو کے بعد مقتول کے مکان کا پتہ چلا اور اس کے اعزہ کو حقیقت حال سے خبردار کیا گیا۔

مقتول کے عزیز و اقارب دوڑے اور حیران و پریشان اُس کے لاش پہنچ کر گرہ و زاری میں مشغول ہوئے۔

مقتول کے اعزہ نے بیان کیا کہ یہ شخص خواجہ احمد کے مکان پر اس کے لڑکوں کو تعلیم دیتا تھا۔

ان اشخاص نے یہ بھی بیان کیا کہ احمد اس مقتول سے بدگمان تھا ممکن ہے کہ اُس نے اس کے قتل کرنے میں کوشش کی ہو۔

خواجہ احمد کو قوال کے روبرو حاضر کیا گیا لیکن اُس نے اپنے غرور و تکبر کی وجہ سے جرم سے انکار کیا۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ خواجہ احمد کے غلاموں اور اس کی کنیزوں پر سیاست کی جائے۔

کو قوال نے شاہی حکم کی تعمیل کی اور خواجہ احمد کے غلاموں نے تمام ہتھیاروں کے ساتھ

بیان کر دیا اور کہا کہ خراجہ اور اس کے دو غلاموں نے مقتول کے ہمراہ بادہ خواری کی اور نشہ کے عالم میں اس طالب العلم کو غلاموں نے پکڑا اور خواجہ احمد نے اس کو چاقو سے ذبح کر ڈالا۔ اس موقع پر خواجہ احمد نے کہا کہ یہ غلام دروغ گو ہیں خود انہوں نے اس شخص کو ذبح کیا ہے۔

غلاموں نے کہا کہ خواجہ احمد کا خون آلود جامہ دھو بی کو دیدیا گیا ہے۔

اس تقریر کے بعد دھوبی طلب کیا اور وہ کپڑا دھلا ہوا لے کر حاضر ہوا اور کپڑے میں بجا بزاز درجنگ کے خون کے داغ تھے۔

خواجہ احمد سے ان داغوں کے بابت سوال کیا گیا کہ میں نے ایک جانور ذبح کیا تھا یہ اُس کے خون کے نشانات ہیں۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ قصاب حاضر کئے جائیں بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی گئی اور اُس سے اس علامت کے بابت دریافت کیا گیا۔

قصابوں نے جواب دیا کہ یہ علامت کسی جانور کے خون کی نہیں ہو سکتی بلکہ انسان کے خون کو دھونے سے کپڑے پر زرد داغ پیدا ہو جاتے ہیں۔

قصابوں کا جواب سنا کر بادشاہ نے حکم دیا کہ خواجہ احمد کو بیاہنگا ہی لجا کر قتل کریں۔

اس موقع پر خواجہ احمد خانجہاں کے قدموں پر گر پڑا اور سجدہ منت و عاجزی سے کہا کہ میں اس مقتول کا خون بہا اُنسی ہزار تنگے ادا کروں گا۔

خانجہاں نے بادشاہ سے یہ واقعہ عرض کیا کہ خواجہ احمد اُنسی ہزار تنگہ خوں بہا ادا کرنے کے لئے آمادہ ہے بادشاہ نے فرمایا کہ اسے خانجہاں جس شخص کے قبضے میں آئے دولت ہوگی وہ اس طرح بنگناہ افراد کو قتل کرے گا اگر قتل کے معاوضے میں مال وصول کر کے مجرم رہا کر دئے جائیں گے تو مخلوق کو بعد وقت پیش آئے گی اور قیامت میں خدا کے حضور میں مجھ کو ندامت و شرمندگی ہوگی۔

خانجہاں نے عرض کیا کہ خزانہ شاہی کے لاکھوں روپیہ کا حساب خواجہ احمد کے ذمے ہے اگر چند روز قعاس میں توقف فرمایا جائے تو بہتر ہے تاکہ بیت المال کا سالہ صاف ہو جائے۔

فیروز شاہ نے فرمایا کہ میں خزانے کے لکھو کھا روپیہ سے باز آیا خواجہ احمد کو فوراً سزا دیا جائے

آخر کار خواجہ احمد اُس کے دونوں غلاموں کو تمام خاص و عام کے روبرو منظر لای گئی۔
غرض کہ اگر مورخ فیروز شاہ کے عدل و انصاف کے ہر جزئی معاملات کو طبع بند کرے تو ایک
ضمیمہ کتاب تیار ہو جائے۔

چودھواں مقدمہ

سلطان فیروز شاہ کا آخر عمر میں قیدیوں کے احوال مساجد کی آراستگی
اور مظلوم افراد کی داد خواہی میں مصروف ہونا

نقل ہے کہ فیروز شاہ نے اپنے آخر زمانے میں خدا کے خوف سے انہیں امور پر
بمجد توجہ فرمائی اور انہیں کو انجام دینے کی کوشش کرتا رہا۔

ایک قیدیوں پر توجہ کرنا جس کا تفصیلی حال یہ ہے کہ فیروز شاہ جب سیر و شکار سے
واپس آتا اور شہر فیروز آباد میں قیام فرماتا تو قیدیوں کے احوال کی پرسش کرتا تھا اور جو شخص کہ
رہا کرنے کے لائق ہوتا اس کو فوراً رہا کر دیتا تھا قیدیوں میں جو شخص جلاوطن کرنے کے قابل ہوتا وہ جلاوطن
کیا جاتا تھا لیکن ہر ایسے شخص کو جو طبع عطا ہوتا تھا کہ شخص غربت کے عالم میں مساکین کی گلی سے پریشانی نہ ہو۔
فیروز شاہ نے بارہا اعمال درگاہ کو تاکید کی کہ دیچھو محرم کو زیادہ بدست تک
قید خانے میں نہ رکھو اس لئے کہ اُس کے دل کی آہ کو برداشت کرنا مشکل ہے۔

فیروز شاہ ہمیشہ یہ فرماتا تھا کہ غریب اہل زندان ہمیشہ پریشان خاطر و عاجز و
حیران رہتے ہیں اور اپنی خیانت کی وجہ سے جو ان سے نا عاقبت اندیشی سے کی ہے قید
میں گرفتار ہے۔

جس زمانے میں کہ غریزہ مصر نے ہولناک خواب دیکھا تو تمام معتبر افراد کو جمع کیا لیکن
کوئی شخص اس کے خواب کی تعبیر نہ بیان کر سکا۔

اس مجمع میں وہ شرابدار سی تھا جو حضرت یوسف علیہ السلام کے ہمراہ قید خانے
میں تھا۔

اس غلام نے بادشاہ سے عرض کیا کہ ایک کنعانی غلام قید خانے میں ہے یہ شخص
بمجد عاقل ہے اور امید ہے کہ وہ اس خواب کی تعبیر بیان کرے گا۔

عزیز مصر نے اسی شہزادہ کو حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس یہ خانے میں تعبیر دیا کرنے کے لئے بھیجا۔

شہزادہ نے حضرت سے خواب بیان کیا اور جناب یوسف علیہ السلام نے فوراً تعبیر بیان کی اور فرمایا کہ اس شہر میں سات برس کا قحط پڑے گا۔ اس مقام پر اس واقعے کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا میرے بھائی یوسف پر رحمت نازل فرمائے کہ انہوں نے فوراً خواب کی تعبیر بیان کر دی میں کہ محمدؐ ہوں جب تک کہ مجھ کو قید سے آزاد نہ کرتے ہیں ہرگز خواب کی تعبیر نہ بیان کرتا۔

مقصود یہ ہے کہ قید کی مصیبت ایسی سخت بلا ہے کہ انبیائے کرام نے ایسا فرمایا ہے۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ قیدیوں کے بارے میں عامل کو سخت تاکید کرتا تھا کہ جہاں تک ممکن ہو ان کو جلد رہا کیا جائے یہاں تک کہ آخر میں ہر ماہ کی پہلی تاریخ تمام کارکن قیدیوں کے حالات سے بادشاہ کو مطلع کرتے تھے۔

بادشاہ کی دوسری سہر و نیت یہ تھی کہ مساجد کو آراستہ کرے۔ فیروز شاہ نے حکم دیا تھا کہ تمام شہر کی مساجد کا حال بادشاہ کے حضور پیش کریں اس لئے کہ بعض مساجد ایسی تھیں کہ ان کے بانی وفات پا چکے تھے یا یہ کہ تار و پود گئے تھے اور بعض مسجدیں پرانی اور شکستہ ہو گئی تھیں۔

عامل ہر گاہ نے مفصل کیفیت بادشاہ کے حضور پیش کی۔

فیروز شاہ نے تمام مساجد میں امام و موزن مقرر کئے اور چراغ اور دیوے کے اخراجات کے لئے رقم مقرر کی جو مسجدیں کدزب ہو گئی ہیں ان کی مرمت کرائی اور اسی طرح تمام مساجد روشن و معمور ہوئیں۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ قبل اس کے کہ قیامت قائم ہو تمام مسجدوں کو نفی کر کے ان کو جنت میں لے جائیں گے مساجد کی عظمت و بزرگی کا کیا ذکر کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے دنیا میں مسجد تعمیر کی اللہ تعالیٰ اُس کو جنت میں قصر عطا فرمائے۔

تیسری مشغولی بادشاہ کی مظلوموں کے حق میں داد رسی کرنا اور عدل و انصاف سے

ان کی فریاد سننی تھی
فیروز شاہ نے اس معاملے میں سچی تبلیغ کی اور بادشاہ کا قاعدہ تھا کہ اگر عین سواری میں
کوئی شخص اپنے حال و مال کے بابت معروضہ پیش کرتا تو بادشاہ اس مقام پر جہاں کہ سائل نے
درخواست پیش کی ہے کھڑا ہو جاتا اور سائل سے فرماتا کہ اے سکین میں نے بے شمار ذفات راہل حاجت کی
کار بر آری کے لئے مقرر کئے ہیں تو نے اپنا معروضہ ان ذفات میں کیوں نہیں کیا۔

اگر شخص جواب میں عرض کرتا کہ میں نے بارہا ان ذفات میں عرض کیا اور اپنے غم و الم
کی شرح بیان کی لیکن ان محکمہ جات کے عامل و حکام نے میرے حال پر توجہ نہ کی۔ ان حکام کی غفلت
و عدم توجہی سے تنگ آگرمیں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ہوں۔

اس موقع پر فیروز شاہ اصحاب دیوان کو اپنے حضور میں طلب کرتا اور ان سے سنتی
کے ساتھ باز پرس کر کے اہل حاجت کی کار بر آری کو دیتا۔

اگر شخص اصحاب دیوان کی شکایت نہ بھی کرتا تو بھی بادشاہ اس شخص کی حاجت پوری کر کے قدم لگے بڑھاتا۔
غرض کہ آخر عہد میں بادشاہ کو انھیں چیزوں سے سہ و کار تھا۔

سبحان اللہ فیروز شاہ کی نیت صادق کا کیا کہنا کہ جتنے خصائل مبادی اساطیر میں
میں پائے جاتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان تمام اوصاف سے بادشاہ کو متصف فرمایا تھا بلکہ اس
سے دو چاند صفات سے عطا فرمائے تھے بادشاہ کے اکثر اوصاف وہ تھے جو صرف
ادیا اللہ میں پائے جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل سے پوچھا کہ اگر خدا تم کو
انسانی قالب میں دنیا میں بھیجے تو تم کیا خدمت اختیار کرو گے۔ جبریل نے عرض کیا کہ میں سلاطین
کی امداد کروں گا اس لئے کہ اہل حاجت کی عقدہ کشائی اسی گروہ سے متعلق ہے۔

پندرہواں مقدمہ

حضرت سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بادشاہ سے آخری ملاقات کرنا

روایت ہے کہ حضرت سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہر دوسرے یا تیسرے سال

بادشاہ سے ملاقات کرنے کے لئے اوجہ سے فیروز آباد تشریف لاتے بادشاہ اور جناب سید کے درمیان عہد محبت تھی اور ہر دو بزرگوار اس محبت میں اضافہ کرنے کی سعی فرماتے تھے حضرت سید جب اوجہ سے تشریف لاتے اور فیروز آباد کے نواح میں پہنچتے تو بادشاہ منہ تک حضرت کے استقبال کو جاتا اور ملاقات کے بعد جناب مدوح کو یہ اعزاز کے ساتھ شہر میں لاتا۔

جناب سید کبھی تو منارہ سے منسل کو شک منظم کے اندر اور کبھی شفا خانہ میں اور کبھی شاہزادہ فسخ خاں کے خلیفہ میں قیام فرماتے تھے۔

مختصر یہ کہ جناب سید اپنے قیام گاہ سے مقررہ طریقہ کے مطابق بادشاہ سے ملاقات کے لئے تشریف لاتے اور جیسے ہی کہ حضرت مدوح محل جناب میں پہنچ کر سلام کرے تو بادشاہ باوجود اس عظمت و شان کے تخت گاہ پر استادہ ہو جاتا اور جید تواضع کے ساتھ جناب سید سے ملاقات کرتا اور اس کے بعد ہر دو بزرگ بالائے جام خانہ تشریف فرما ہوتے۔ جب حضرت سید واپس ہوتے اس وقت بھی فیروز شاہ بالائے جام خانہ میں کہ استادہ ہوتا اور جب تک کہ حضرت مدوح محل جناب تک نہ پہنچتے بادشاہ اُسی طرح کھڑا رہتا حضرت سید بادشاہ کو سلام کرتے اور بادشاہ جواب میں حضرت کو سلام کرتا اور جب حضرت مدوح نظر سے غائب ہو جاتے اُس وقت بادشاہ بیٹھ جاتا تھا۔

سبحان اللہ کیا حسن ادب تھا جو بادشاہ جناب سید کے لئے بجالاتا تھا۔ فیروز شاہ بھی دوسرے تیسرے روز جناب سید کے قیام گاہ پر حضرت سے ملاقات کرنے کے لئے حاضر ہوتا اور ہر دو بزرگ باہم ایجا ہو کر محبت آمیز گفتگو فرماتے تھے۔ اوجہ اور دہلی کے باشندے اپنی حاجات جناب سید کے حضور میں عرض کرتے اور حضرت سید اپنے خدام کو حکم دیتے کہ ان حاجات کو قلم بند کریں۔

جب بادشاہ حضرت کی ملاقات کو آتا تو جناب مدوح وہ کاغذ فیروز شاہ کی خدمت میں پیش فرماتے اور بادشاہ اُس کاغذ کو فور سے ملاحظہ فرما کر ہر حاجت مند کی اُسی معروضہ کے مطابق حاجت دہائی کرتا چند دن بعد جناب سید فیروز آباد سے اوجہ روانہ ہو جاتے اور حضرت شاہ اسی طرح ایک منزل مسافت کرتا۔

موجودہ جناب سید اور بادشاہ کے درمیان چند سال یہ سلسلہ محبت جاری رہا اور

جب جناب سید بادشاہ کی ملاقات کو تشریف لائے تو ہر مرتبہ سے کچھ زاید قیام فرمایا اور اس کے بعد اوجروانہ ہوئے۔

جب حضرت سید بلال بادشاہ سے رخصت ہونے لگے اور محبت آمیز گفتگو میں اپنے وطن جانے کا تذکرہ فرمایا تو بادشاہ سے کہا کہ دعا گو کا حکمان یہ ہے کہ میری اور حضرت شاہ کی آخری ملاقات ہے۔

دعا گو کی عمر آخر کو پہنچ چکی اور حضرت شاہ کا سن بھی زاید ہو چکا اس سن و سال میں بادشاہ کو سیر و شکار کے لئے دہلی سے زیادہ دور جانا مناسب نہیں ہے۔

تَمَّتْ

Dr. ZAKIR HUSAIN LIBRARY



15539

صحیح نامہ

تاریخ فیروز شاہی (عقیف)

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶	۲۵	سرۃ العزیز	سرۃ العزیز	۸۹	۳	اکا کہ ستیت الہی	اکا کہ مشیت الہی
۲۷	۸	عذر	عذر	۱۸	۱۸	خانان	خانان
۳۳	۱۴	فیروز	فیروز	۹۷	۱۰	فتویٰ	فتویٰ
۱۹	۱۹	کر سکوں کی	کر سکوں کی	۱۰۷	۱۵	جہانداری میں	جہانداری میں
۳۴	۱۷	جہانداری کی	جہانداری کی تعلیم	۱۲۵	۱۶	کوسے	کوسے
۴۲	۲۵	نانار خاں	نانار خاں	۱۳۱	۲۵	اس باغ کا	اس باغ کا
۴۵	۱۷	نکا لاکھا	نکا لاکھا	۱۳۷	۸	قسم نہم	قسم سوم
۴۶	۱۶	ہمراہیوں	ہمراہیوں	۱۹۳	۹	بندگان	بندگان کو
۴۸	۱۱	پروردگار عالم	پروردگار عالم	۱۹۵	۱	جوینی	خود بینی
۸۱	۱۱	پڑھا جانا	پڑھا جانا	۱۹۷	۸	تخدار	تیمخدار
۱۲	۱۲	حلیوں	خطیوں	۱۹۸	۱۰	بھی	یہی
۲۴	۲۴	حضرت	حضرت	۲۰۸	۶	بنا کردہ	کے بنا کردہ
۲۵	۲۵	حضرت	حضرت				

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۲۵	۲۱	نصیحت کیا	نصیحت کی	۲۸۴	۸	فہم فراست	فہم و فراست
۲۲۲	۲	عالم	عاقل	۲۸۵	۱۰	علاقائی برادر	علاقائی برادر
۲۲۸	۱۴	جواہر نگار	جواہر نگار	۲۹۵	۲	+	دسواں مقدمہ
۲۵۶	۲	تے آتے تھے	لے آتے تھے	۲۹۸	۱۷	نے	سے
۲۶۳	۳	باچاک	یاچاک	۳۰۲	۴	اعیان	اعیان
۲۶۸	۲۵	فہم	مہم	۳۰۴	۲۵	ماضین	ماضین
۲۷۴	۲	ان کے طرف	ان کی طرف	۳۱۱	۳	میر فرش	میر فرش کی
"	۵	کم ہو گیا	کم ہو گیا	۳۱۲	۱۴	موقعے	موقع پر
۲۷۵	۱۳	شعبہ جات	شعبہ جات	۳۱۵	۲۲	سے	نے
۲۷۹	۴	معین الملک	عین الملک	۳۲۲	۶	اپنی	اپنے
"	"	لاتا	لانا	۳۲۳	۱۷	دور نے	دور نے
۲۸۰	۸	برقرار ہے	برقرار ہے	۳۲۷	۷	بہرہ دار	بہرہ دار
۲۸۲	۹	+	تھا	۳۳۳	۱۷	x	پندرہواں مقدمہ

